پوجیہ پتاجی ۔

آپ کو سورگباش ہوئے آج ٹھیک پندرہ سال گذر چکے ہیں ۔ میں آپ کی آگیا انوسار عورتوں کے امراض پر علاج میں جس قدر ممکن ہے ان کی خدمت کر رہی ہوں ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کی آگیا کا پالن کرتی ہوئی عورتوں کے متعلق جتنا لٹریچر لکھ سکتی تھی ۔ لکھ رہی ہوں ۔ کئی عورتیں تو مجھے کہتی ہیں کہ ان جی آپ کے ہاتھ میں شفا ہے ۔ اور کئی عورتیں تو یہاں تک کہتی ہیں ۔ کہ آپ کی تحریر اور زبان میں بھی شفا ہے ۔ مگر میں سمجھتی ہوں ۔ کہ یہ سب کچھ آپ ہی کی مہربانیوں کا پھل ہے ۔ جس کے لئے آپ کا شکر گزار ہونا چاہیئے ۔ کیونکہ میرا پتاجی ! آپ کو وشواس دلاتی ہوں ۔ کہ میں اپنی ہمت کے مطابق جس قدر ممکن ہے ان کی خدمت کرنے کو یتن کرتی ہوں گی ۔

بات تو یہ ہے ۔ کہ ڈاکٹری کام کرنے میں مجھے وقت بہت کم ملتا ہے ۔ صبح آٹھ بجے سے بارہ بجے تک بیماروں کو دیکھنا پڑتا ہے ۔ ایک بجے کے قریب بھوجن کرتی ہوں ۔ بھوجن کے بعد آدھ گھنٹہ کے قریب آرام کر کے بیماروں کے متعلق سوچ وچار کرنا پڑتا ہے ۔ پھر چار بجے بیمار آنے شروع ہو جاتے ہیں ۔ مشکل سے آٹھ بجے رات فارغ ہوتی ہوں ۔ رات کا کھانا کھا کر دس بجے کے قریب سو جاتی ہوں ۔

صبح پانچ بجے کے قریب اٹھ کر دو تین میل چلی جاتی ہوں ۔ واپس آ کر اشنان سندھیا وغیرہ سے فارغ ہو کر پھر آٹھ بجے وہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے ۔ اس طرح میں کوئی پستک نہیں ہو سکتی ۔

میرے پتا جی دو کو راج شاستری چندر جی ویدیہ نے ٭ ۔۔ میں پیام شادی کا پہلا ایڈیشن شائع کیا تھا ۔ آج بہت ادلی بدلی

کے ساتھ آٹھواں ایڈیشن آپ کے ہاتھ میں ہے۔ جب میں نے اس کتاب کو ادل بدل کیا۔ تو اس وقت مجھے یہ بہت دفعہ خیال ہوا۔ کہ مردوں کے لئے تو یہ کتاب بیحد مفید ثابت ہو رہی ہے مگر عورتوں کے لئے زیادہ مفید ثابت نہیں ہو سکی۔ ان گرمیوں میں میرا پروگرام نینی تال جانے کا ہے۔ پرماتما نے سہایتا دی۔ تو وہاں بیٹھ کر عورتوں کے لئے ہندی میں ایک ٹھوس کتاب (कामकला) لکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ دہلی میں تو بیٹھ کر کوئی ٹھوس کتاب نہیں لکھ سکتی میں نے جتنی بھی کتب پہلے لکھی ہیں۔ سب کشمیر بیٹھ کر لکھی تھیں اور یہ چند الفاظ بھی گاڑی میں بیٹھ کر لکھ رہی ہوں۔

یہ تو ہے میرے جیون کا حال۔

مارچ ۱۹۴۸ء

کاٹھگودام اور بریلی کے درمیان

آپ کی پتری

”ولا“

محترم دوستو و عزیزو۔

میری تصنیفات کی جو قدر آپ نے کی ہے۔ اس کے لئے اگر شکریہ ادا نہ کیا جائے۔ تو یہ ایک شدید قسم کی ناحق شناسی ہوگی

२० - ३ - ४८

پبلک کا خیر خواہ

اور تندرستی کا طالب

کویراج ستی چند چاندنی چوک دہلی۔

میری دھرم پتنی شریمتی ڈاکٹر ومل (پوری) جی کی تصنیفات سے آپ اگر فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں انکی تازہ تصنیف (काम कला) ہندی میں چھپ رہی ہے۔ عورتوں کے لئے یہ ایک عجیب تحفہ ثابت ہوگا۔

قیمت۔ پانچ روپیہ فی۔ آرڈر بھیجنے پر محصول ڈاک معاف۔

دہلی سول ایجنٹ۔

رتن اینڈ کمپنی۔ تاجران کتب دریبہ کلاں دہلی

	صفحہ
پہلا باب	
شادی کا مقصد اور اسکے فوائد	9
شادی کا مقصد و مدعا	16
دوسرا باب	
شادی کے لئے موزوں ترین عمر	29
تیسرا باب	
سوئمبر یعنی انتخاب زوجہ	33
چوتھا باب	
عشق و محبت	59
پانچواں باب	
مردوں کے چند عیوب و صفات	62
چھٹا باب	
عورتوں کے چند نقائص و صفات	65
گرہست	
دوسرا باب	
تیسرا باب	
برہمچریہ پالن کرنے کے طریقے	11
چوتھا باب	
برہمچریہ کے مخالف و معاون باتیں	126
برہمچریہ کے مخالف اسباب	127
برہمچریہ کے معاون اسباب	130
برہمچریہ پالن کے فوائد	135
پانچواں باب	
مردانہ اعضائے تناسل انکی ساخت اور انکے کام	138
منی اور اسکی پوشیدہ دنیا	141
کی حقیقت	143
کہاں اور کیسے پیدا ہوتی ہے	144
آلۂ تناسل کی بناوٹ اور اس کا کام	148
چھٹا باب	
زنانہ اعضائے تولید انکی ساخت اور انکا کام	152
انڈے اووم	154
ماہواری یا خون حیض	155
ایام حیض کے لئے ضروری احتیاطیں	157
رحم یا بچہ دانی	160
شرمگاہ یعنی فرج	164
کنوارہ پن کا پردہ	167
دار شہوت یا کلیٹورس	168
چھاتیاں یا پستان	169
ساتواں باب	
دولہا دولہن کے ابتدائی فرائض و ملاقات	171
احتلام کبھی قدرتی نہیں ہوتا	172
عورتوں کی جسمانی ساخت کا نقشہ	
زندگی کیلئے گھر والوں کا فرض	177

پیغام شادی

پہلا باب

شادی کا مقصد اور اس کے فوائد

اس زمانہ میں جیسی کہ مردوں کی خواہش زیادہ تر کنوارا اور مجرد رہنے کی بڑھ رہی ہے۔ ویسے ہی اکثر عورتیں بھی یہ چاہتی ہیں، کہ ان کی شادی نہ ہو گرہست اور خانہ داری کی زندگی کے خلاف اگرچہ بے شمار دلائل پیش کی جاتی ہیں۔ مگر ان میں کچھ بھی زور اور جان معلوم نہیں ہوتی۔

اس بارے میں سب سے اہم زوردار اور مشہور دلیل جو پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ عورتوں کو ان کی موجودہ پرستی کی حالت میں رکھنے اور اُن کی ضروریات کا خاطر خواہ انتظام کرنے کے لئے مردوں کے پاس کافی زر و مال نہیں - ہر ایک نوجوان جس کی آمدنی بہت معمولی سی ہے یا جس نے ابھی کسی کاروبار میں قدم ہی رکھا ہے اُس کا دل بیوی بچوں کی پرورش کے بار گراں کا خیال آتے ہی کانپ اُٹھتا ہے لیکن میری رائے میں یہ دلیل کچھ بھی وزن نہیں رکھتی۔ کیوں کہ اس کا تمام دارومدار خود غرضی، افلاس و ناداری کے فرضی خوف پر ہے۔ جو لوگ مجرد رہنے کے لئے اس دلیل کا سہارا ڈھونڈا کرتے ہیں۔ اگر ان کے متعلق کچھ تحقیقات و تجسس کیا جائے تو آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ وہ اپنے جسمانی آرام و آسائش نیز اپنے دوست و احباب کی خاطر

و مدارات میں جتنا روپیہ اُڑا رہے ہیں۔ اسی میں وہ اپنے بیوی بچّوں کی پرورش نہایت آسانی و آرام سے کر سکتے ہیں۔ پھر وہ بیوی اپنے شوہر کی دل و جان سے غمگسار۔ فرماں بردار۔ رضا جو اور بہتری و بہبودی کی سچّی خواہشمند ہوگی اور ہر دُکھ سکھ تکلیف و آرام میں اس کا پورا پورا ساتھ دے گی۔

یہ بودی دلیل بازی زیادہ تر اُن عیاش و اوباش اور آوارہ مزاج نوجوانوں کی طرف سے ہُوا کرتی ہے۔ جن کا مقصد زندگی کھانے پینے اور موج اُڑانے کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہوتا کیونکہ وہ خود اور ان کے یار و ہم صحبت شب و روز عیش پرستی کرتے ہُوئے اپنے جوہر حیلت کو تباہ و برباد کرتے رہتے ہیں اور برابر ان راستوں پر قدم بڑھائے چلے جاتے ہیں۔ جن کی انتہا و انجام ذلت خواری افلاس و ناداری یاس و حسرت اور امراض و شرمناک موت کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہوتا۔ برعکس اس کے اگر وہ شادی کر کے پاکیزہ زندگی بسر کرتے اور اپنے پیدا کردہ روپیہ کو خانہ داری کی مسرت و راحت سے بھرپور زندگی میں صرف کرتے۔ تو ان کی بھی زندگی جو نفس پرستی و خود غرضی کی دلدل میں پھنس جانے کے باعث بالآخر ایک دوزخی زندگی بن گئی ہے۔ نہ صرف اُن کے اپنے لئے ہی ایک بہشت اور سورگ کی سی زندگی بن جاتی۔ بلکہ اسی زندگی سے وہ اپنے ملک و قوم کی من مانی خدمت سرانجام دے کر اپنے دوست و احباب۔ عزیز و اقارب کی خاطر خواہ امداد کر کے اور دیگر ضرورت مند و محتاج لوگوں کی حسب توفیق و حسب گنجائش دست گیری و رجعت روائی کر کے سعادت دارین حاصل کرتے ہیں۔ اس دنیا میں اپنے واجب التعظیم بزرگوں کا نام روشن کرنے اُن کی نسل اور خاندان کو جاری رکھنے اور اپنی آخرت کو بھی سنبھال جاتے اور اپنی سوسائٹی و سماج میں بھی ہمیشہ عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ... فوائد وہ ہیں جو مجرد

رہ کر عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے والوں اور تمام دنیا کو صرف اپنی ذات خاص یا اپنے چند یاران سرپل تک ہی محدود دیکھنے والوں کو کبھی خواب میں بھی نصیب نہیں ہو سکتی۔

کئی اصحاب تو صرف اس لئے شادی کے نام سے خوف زدہ ہو جاتے ہیں کہ آئے دن خانگی جھگڑوں اور تفکرات میں پھنسا رہنا ہے۔ ایسے بزدل النسانوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ بیشک شادی نہ کرائیں کیونکہ جن انسان نما حیوانوں کے دل و دماغ ۔ ہمت و جرأت و ہمدردی و فراخ دلی کے نہایت ضروری اوصاف و عناصر سے اس درجہ خالی و عاری ہیں۔ ان کی اولاد سے اس دنیا اور بالخصوص ان کے ملک و قوم کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے دنیا یا قوم ان کی اور ان کی اولاد کی بھی ضرورت ہی کیا ہے۔

کئی اشخاص اس لئے ڈرتے ہیں کہ اگر عورت ہمارے مزاج و خصلت کے مطابق نہ ہوئی۔ تو یہ زندگی ہمارے لئے ایک مصیبت بن جائے گی۔ لیکن کئی اصحاب ایسے بھی ہیں جو شادی کرنا تو چاہتے ہیں۔ مگر خانگی زندگی کے جھگڑوں اور کشمکشوں۔ طلاقوں اور علیحدگیوں کے واقعات و واردات دیکھ کر ہی شادی کے نام سے خوف کھانے لگتے ہیں۔ وہ اگر اس کتاب کا بغور مطالعہ کریں گے تو ان کے یہ سب خیالی وہمی خطرات خود بخود دور ہو جائیں گے اور انہیں یہ زندگی سرور و مسرت سے پر نظر آنے لگے گی۔

عالم شباب میں شادی کرنا محض قدرتی ہے۔ ہر ایک انسان مرد یا عورت کے لئے اپنی زندگی خوشی اور آرام سے بسر کرنا ہی اس کی زندگی کی کامیابی ہے۔ یہ ایک ایسی قدرتی ضرورت ہے جسے ثابت کرنے کے لئے کسی بھی دلیل کی حاجت نہیں اور جو کسی خدائی یا انسانی کتاب کے حوالے کی ہی

محتاج ہے۔ جو انسان اپنی بھری جوانی میں ہی اس پاک فرض کو پورا نہیں کرتا اور اس کی ادائیگی سے جی چُراتا ہے وہ انسان کہلانے کا مستحق ہی نہیں۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔

انسانی زندگی کی سب سے بڑی خواہش اور سب سے بڑا مقصد خوشی اور سکھ حاصل کرنا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے سب سے پہلے مرد کو عورت اور عورت کو مرد کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ ان کی زندگی ایک دوسرے کے بغیر نامکمل ہے۔ اسی لئے ہندو شاستروں میں عورت کو مرد کی اردھانگنی یعنی نصف جسم کہا ہے اور انگریزی میں اسی خیال پر اضافہ کر کے عورت کو بیٹر ہاف (یعنی بہتر نصف) اور فیئر سیکس یعنی جنس لطیف کہنے لگے ہیں۔ لیکن زمانہ حال میں مروج طلاق علیحدگی کی وارداتوں پر غور کر کے یہ شک و شبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ اس طرح مرد و عورت کے درمیان یہ رشتہ محبت قائم ہونے پر یہ مقصد یعنی خوشی اور سکھ کا پایہ تکمیل کو پہنچ سکتا ہے یا نہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ان سب بدمزگیوں اور شکایتوں کی حقیقی وجوہات ایسی نہیں جن کا کچھ علاج ہی نہ ہو سکتا ہو۔ بلکہ وہ سب کی سب ہی قابل علاج ہیں اور ان سے اس مقصد کی تکمیل میں کوئی رکاوٹ نہیں پڑنی چاہیئے۔

اس مقصد یعنی لطف حیات کے حصول میں سب سے ضروری چیز اپنی صحت جسمانی ہے۔ اس نقطہ خیال سے بھی اگر دیکھا جائے تو انسان کا مجرّد یا غیر شادی شدہ رہنا قانون قدرت کے قطعی خلاف ہے۔ اس سے یعنی مجرد رہنے اور شادی نہ کرانے سے بھی اس کی صحت برقرار نہیں رہ سکتی اور نہ ہی اُسے عمر لمبی نصیب ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت اب پایہ ثبوت تک

پہنچ چکی ہے۔ کہ جن لوگوں نے دنیا میں لمبی عمریں حاصل کی ہیں۔ وہ زیادہ تر شادی شدہ اور خانہ دار ہی ہو گذرے ہیں معمولی طور پر ہر شخص کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ دولت اور دیگر ضروری ساز و سامان کی حصولی و موجودگی ہی خوشی و آرام کا باعث ہوتی ہے۔ لیکن اسے صحیح مانتے ہوئے بھی یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ اُن سے بھی اتنی مکمل خوشی نصیب نہیں ہوتی۔ جتنی کہ شادی خانہ آبادی سے۔ مگر یہ یہ خیال رہے کہ یہاں لفظ شادی سے ہماری مراد صرف اُس پاکیزہ تعلق سے جو یکساں عادات وخصلات۔ صفات و قابلیت اور جسمانی صحت و تندرستی والے مردوں اور عورتوں کے درمیان مدت العمر کے لئے قائم ہو۔ اس میں شک نہیں کہ شادی کرنے سے مالی و دولت اور ساز و سامان جمع کرنے کے متعلق خود غرضی و مطلب پرستی سے پُر خواہشات بہت بڑھ جاتی ہیں اور تیز ہو جاتی ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ ان سب چیزوں کو دوسروں کے ساتھ بانٹ کر کھانے۔ ان میں تقسیم کرنے اور ان سے فائدہ اُٹھانے کی عادت بھی شادی کی بدولت ہی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اسی کو تیاگ یا قربانی کہتے ہیں اور عمر کے ساتھ ہی ساتھ جیسی کہ دنیا کے ساز و سامان زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی خواہش بڑھتی جاتی ہے۔ ویسے ہی یہ تیاگ و قربانی کی عادت بھی ترقی کرتی جاتی ہے اور اکثر اتنی بڑھ جاتی ہے۔ کہ آخر میں دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں خود فائدہ اُٹھانے سے بھی بدرجہا زیادہ لطف آنے لگتا ہے اور ایسے ہی انسان دنیا میں قربانی مجسم کہلا کر دیوتوں اور فرشتوں کے مانند ہو جاتے ہیں۔

نوجوان مرد و عورت بسا اوقات شادی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے سے ہو کر اپنا وقت اور طاقت بہت کچھ فضول باتوں میں ضائع کرتے

رہتے ہیں۔ مگر شادی ہو جانے پر انھیں اپنے سوا کم از کم ایک دوسری ہستی کے
ایسی وابستگی اور اُنس پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کی مثال ڈھونڈے بھی نہیں ملتی۔
پھر اس محبت کا دائرہ روز بروز وسیع ہوتا چلا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ
ان کی خوشی و مسرت اور اس کے ذریعے حصول ساز و سامان بھی بڑھتے جاتے ہیں
اس لئے جن نوجوان مردوں کے پاس اپنی خانگی ضرورت کی تکمیل کے لئے کافی
ووافی مال و دولت موجود ہے اور وہ گلشن حیات کی رنگینیوں اور دلآویزیوں
سے پورا پورا لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں۔ انھیں سب سے پہلے اپنے لئے کسی
ایسے رفیق یا رفیقۂ حیات کی تلاش کرنی چاہیئے۔ جو خواہ بہت دولتمند و مالدار
نہ ہو۔ لیکن نیک خصلت و خوش خو ہو۔ جس کے ساتھ ان کی اپنی عادات و
خصلات کی پوری پوری مطابقت ہو اور اختلاف بہت کم۔ تاکہ دونوں ایک
دوسرے کی صحبت و معاونت سے پورا پورا لطف زندگی حاصل کر سکیں۔

یہ ایک قدرتی بات ہے کہ تنہا کھانے پینے یا سیر و تفریح میں کسی کو
بھی کبھی پورا پورا لطف حاصل نہیں ہوتا۔ بھوک کم ہو جاتی ہے اور طبیعت
پریشان۔ لیکن اگر کوئی یار غمگسار اور دوست عزیز ساتھ ہو تو ہر چیز کا لطف دوبالا
ہی نہیں بلکہ ہزار گنا زیادہ ہو جاتا ہے۔ اب آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ مرد کے
لئے بیوی سے زیادہ اور عورت کے لئے شوہر سے بڑھ کر رفیق شفیق اور مونس و
غمگسار کون ہو سکتا ہے؟ نیز ماں باپ کے لئے اپنے بچوں سے زیادہ عزیز کون
ہے؟ اسی لئے ان کی شرکت ہر سیر و تفریح اور خورد و نوش کے لطف کو ہزار
گنا بڑھا کر انسان کی صحت و تندرستی کے لئے ہمیشہ ممد و معاون ثابت ہوتی
ہے اور سخت سے سخت مصیبت میں بھی اپنے عزیزوں کی موجودگی سے
بڑا حوصلہ ہوتی ہے جو غربت و تنہائی کے عیش و مسرت سے بھی بہتر ہے۔

میسر نہیں آ سکتی۔

جیسے دولت کمانے کی خواہش ہر وقت انسان کے دامنگیر رہتی ہے ویسے ہی دیگر محسوسات زندگی کے متعلق گوناگوں سامان حاصل کرنے کی خواہشوں میں بھی انسان شب و روز مبتلا رہتا ہے اور یہی خواہشات و ضروریات اکثر اس کی تکلیفات میں بے حد اضافہ کرتی رہتی ہیں۔ اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ان خواہشات کو ہمیشہ خاص حدود کے اندر محدود رکھا جائے اور کبھی حد مناسب سے باہر پیر نہ پھیلانے دئے جائیں۔ تب ہی ان سے کچھ لطف حاصل ہوتا ہے۔ ورنہ یہ ہی بذات خود لامحدود مصیبتوں اور آفتوں کا باعث بن جاتی ہیں۔ بالکل یہی صورت مرد و عورت کے تناسلی و ازدواجی تعلقات یعنی فعل مباشرت اور اولاد پیدا کرنے کی بھی ہے جو جائز و مناسب حدود کے اندر اندر ہی تو ہر طرح نہایت صحت بخش و لطف انگیز ثابت ہوتے ہیں۔ مگر اس سے بڑھ کر صرف صحت و دولت کی تباہی کے ہی نہیں۔ بلکہ ہر طرح کی آفت و مصیبت کے باعث بھی بن جاتے ہیں اور زندگی وبال کر دیتے ہیں۔

اس طرح شادی کرنے اور شادی شدہ زندگی میں مناسب پابندیوں اور احتیاطوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے سے جہاں ایک طرف انسان خانگی مسرتوں اور مجلسی اغراض و مرتبہ سے بہرہ اندوز ہو جاتا ہے۔ وہاں دوسری طرف اپنے جذبات و خواہشات کو قابو میں رکھ کر اپنی جسمانی و روحانی طاقتوں کو بھی بڑھاتا ہوا اپنی حالت کو ہر پہلو سے بہتر بنا سکتا ہے۔ جو کہ اور کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ لیکن جو بدنصیب انسان ان باتوں کا خیال نہیں اور افراط و تفریط میں پھنس جاتے ہیں ان کی حالت شادی کے بعد بھی ناقابل رشک ہی رہتی ہے اور وہ ناگفتہ بہ پریشانیات سے دوچار ثابت ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے

کہ آج ہندوستانی اتنے ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔

شادی کا مقصد ومدّعا

اکثر اشخاص مرد وعورت دونوں ہی ایسے اغراض ومقاصد کو مدِّنظر رکھ کر شادی کرتے ہیں جو سر بسر لغو اور خود غرضی ونفس پرستی پر مبنی ہوتے ہیں اور ما انجام کار ان کی اپنی حقیقی مسرّت وتندرستی کے لئے بھی سم قاتل ثابت نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کی اولاد بھی ایسے ہی ذلیل کمینہ وناپسندیدہ جذبات کے ماتحت پیدا ہوکر حرص وطمع۔ دولت۔ عزت۔ خطاب وغیرہ کی خواہش خود رائی۔ خودسری۔ ماں باپ وغیرہ بزرگوں کی نافرمانبرداری۔ غم وغصہ۔ بغض وکینہ۔ عزیز واقارب سے علیحدگی۔ عداوت۔ عدم برداشت۔ اپنے سے سچی اور دلی محبت کرنے والوں کے خلاف بھی بے سروپا شک وشبہ۔ نفرت وحقارت۔ افلاس۔ ناداری غرض مندی احتیاج وغیرہ وغیرہ کا شکار رہتی ہے اور کبھی آرام نہیں پاتی۔ اندھا دھند تقلید وضعیف الاعتقادی کے کمزور کُن حالات کے ماتحت بہت کم بچوں کا استقرار حمل ایسے اوقات وحالات میں قائم ہوتا ہے۔ جب کہ مرد وعورت دونوں کے دل نہایت ہی پاکیزہ۔ پسندیدہ۔ اعلیٰ اور نیک جذبات مثلاً راست بازی۔ صداقت۔ شاعری۔ حق پرستی ہمدردی۔ حب الوطنی۔ دیش بھگتی ایشور بھگتی۔ انصاف پسندی۔ والدین کی فرمانبرداری وعزت واحترام سے لبریز ہوں۔ اسی لئے آج کل ۹۰ فیصدی بچے تمام نیک۔ پسندیدہ جذبات سے عاری اور ناخوشگوار وناپسندیدہ عادتوں اور خصلتوں کا

شکار ہوتے ہیں۔ کیوں کہ جیسا بیج بویا جاتا ہے۔ ویسا ہی درخت اگتا ہے اور اس میں پھل بھی ویسا ہی لگتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آج کل شادی بھی بہت ہی کم حالتوں اور صورتوں میں خالص محبت اور الفت آمیز جذبات کے زیر اثر کی جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سچی محبت یا الفت ماں باپ یا کسی بزرگ کے حکم و فرمان سے پیدا نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر لڑکے اور لڑکی دونوں کے دل جذبات فاسد سے خالی اور نیک خیالات سے بھرپور ہوں تو پھر بھی ان میں بہت کچھ یک رنگی و یکسانیت ہمدردی و کشش پیدا ہو کر دونوں کے دلوں میں سچی محبت پیدا کرنے کا باعث بن سکتی ہے۔ لیکن اگر برخلاف اس کے دونوں خود غرضی اور مطلب پرستی کی جیتی جاگتی تصویریں ہوں۔ تو ان میں ہمدردی و محبت پیدا ہونا سراسر ناممکن ہے۔ پھر جب مرد اور عورت میں اُلفت و ہمدردی ہی نہ ہو۔ تو ان کے لئے زندگی وبال جان ہو جانا محض قدرتی ہے۔

آج کل یہ دیکھا جاتا ہے کہ دنیا میں انسان کوئی بھی کام ایسے غلط مدعا و منشا کو پیش نظر رکھ کر نہیں کرتا۔ جیسا کہ شادی اور بیاہ۔ حالانکہ ایسے مرد و عورت میں ایک کبھی نہ ٹوٹ سکنے والا تعلق اور رشتہ سمجھا جاتا ہے۔ مرد کے لئے عورت اور عورت کے لئے مرد کی تلاش و انتخاب میں جتنی لاپرواہی، غلطی اور ہٹ دھرمی سے کام لیا جاتا ہے۔ اتنا شاید دنیا بھر کے اور کسی بھی کام میں نہیں لیا جاتا ہر ایک کام جس سے کسی انسان کے نفع و نقصان۔ نیک نامی و بدنامی۔ عزت و رسوائی کا کچھ ذرا سا بھی تعلق ہو۔ اس کے شروع کرنے سے پہلے وہ کتنے سوچ و چار۔ چھان بین اور جانچ پڑتال سے کام لیا کرتا ہے۔ نیز اپنی کتنی دُور اندیشی، معاملہ فہمی، ہوشیاری اور دانشمندی کو کام میں لایا کرتا ہے

مگر شادی و مباشرت کے وقت یہ سبھی دُور بینیاں و مآل اندیشیاں بسا اوقات نظرانداز کردی جاتی ہیں اور کچھ دُوسرے ہی خیالات و جذبات اس وقت انسان کے دامنگیر ہوجاتے ہیں اور وہ اس بارے میں اندھا دھند بھیڑ چال کی پیروی کرنا اور ہر طرح کی دانشمندی و دُور اندیشی کو بالائے طاق رکھ دینا ہی جائز و مناسب خیال کرتا ہے اور اس طرح گھر پھُونک تماشہ دیکھنے پر ہی ہر شخص ناز و فخر کرتا ہُوا دکھائی دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل ۹۹ فیصدی حالات میں شادی صحیح معنوں میں شادی خانہ آبادی ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ خانہ بربادی ہی ثابت ہوتی ہے۔

کئی نوجوان محض گوری چِٹی شکل و صورت پر ہی لٹو ہو جاتے ہیں یا کسی خاص ناز و ادا کا شکار بن جاتے ہیں۔ کوئی کسی ایک صفت کو ہی مدِ نظر رکھ کر دیگر ہزار عیوب کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ حالانکہ سب سے ضروری بات یہ ہے۔ کہ طرفین کے خیالات۔ عادات۔ خصلات اور مزاج کی یگانگت و یکسانیت کی طرف توجہ دی جائے۔ مگر اکثر تو کچھ دیکھا ہی نہیں جاتا اور سب کچھ قسمت پر ہی چھوڑ دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر کبھی کچھ دیکھتے بھی ہیں۔ تو صرف نرم و نازک اور چھوٹے چھوٹے خوبصورت دست سیمیں۔ چندے آفتاب چندے ماہتاب چہرہ۔ گل رخسار۔ دُر دنداں۔ غنچہ دہن۔ سرو قد۔ پتلی کمر۔ محشر خیز چال۔ متاع ہوش و خرد اور صبر و شکیب پر ڈاکہ ڈالنے والی ترچھی نظر۔ مُردوں کو زندہ کرنے والی مُسکراہٹ وغیرہ وغیرہ۔ وہ کبھی بھُول کر بھی یہ نہیں سوچتے کہ ایک خوبصورت ناگن بِس بھری ہوتی ہے اور کوڑیالے سانپ کا ڈسا کبھی پانی نہیں مانگتا۔ ظاہرا شکل و صورت اور حسن و جمال ہی ایک ایسا وصف نہیں جس کے مقابلہ میں اور سب اوصاف یا عیوب کو

بالکل ہی نظر انداز کر دیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بہت ہی جلد میاں بیوی میں ان بن ہو کر کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے اور دونوں کی زندگی وبال جان بن جاتی ہے۔

ایک اور خیال جو بعض اوقات شادی کا محرک ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بعض لوگ شادی کو چند بیماریوں کا علاج سمجھ بیٹھے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ بیاہ کرنے سے وہ امراض اگر بالکل دُور ہی نہیں ہوتے تو ان میں کچھ نہ کچھ افاقہ تو ضرور ہی ہو جاتا ہے۔ مگر اس سے غلط اور نقصان دہ خیال کوئی دُوسرا نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ اکثر یہ ہی دیکھا گیا ہے کہ شادی ہو جانے کے بعد ایسے لوگوں کے امراض ہیں افاقہ تو درکنار بہت کچھ اضافہ ہی ہو جاتا ہے اگر ہمارے اس بیان میں کچھ مبالغہ یا شک وشبہ بھی کیا جائے۔ تو اتنا تو ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں۔ کہ تندرست مرد اور بیمار عورت یا بیمار مرد اور تندرست عورت کو ایک دُوسرے کے گلے منڈھ دینا کسی طرح بھی انسانیت نہیں۔ یہ سراسر فریق ثانی پر ایک ظلم شدید ہے۔ پھر ایسے مریض مرد یا عورت سے تندرست اولاد بھی کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟ یہ ناکردہ گناہ معصوم بچوں کو پیدائش سے ہی گوناگوں بیماریوں کا شکار بنانا بھی تو ہر طرح بعید از انسانیت اور ایک قابل نفرت گناہ ہے۔ اس لئے ایسے مردوں اور اور عورتوں کو اُس وقت تک بھول کر بھی شادی کا خیال اپنے دل میں نہ لانا چاہئے۔ جب تک وہ پوری طرح صحتیاب نہ ہو جائیں۔ انھیں ہمیشہ اپنے ساتھ کسی دُوسرے کی بھی زندگی خراب کرنا اور دائم المریض اولاد پیدا کر کے اپنی اور اس کی جان پر ایک اور وبال در وبال نازل کرنا دُنیا میں سب سے بڑا گناہ ماننا چاہیئے۔ [illegible] سمجھتے ہیں [illegible] اپنی دنیا و عاقبت کی

بہتری خیال کرنا چاہئے۔
اس لئے شادی کا سچا اور سب سے پاکیزہ و برتر مقصد صرف یہی ہوسکتا ہے کہ ایک مرد اور عورت آپس میں مل کر آرام و آسائش صحت و تندرستی اور نیکی و پاکیزگی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرتے ہوئے تندرست مضبوط۔ طاقتور۔ جری ہمت۔ دلیر اور نیک اطوار بچے پیدا کر کے اپنی نسل کو قائم رکھیں اور قوم و ملک کی طاقت میں روز افزوں اضافہ کرنے کا باعث ثابت ہوں اس پاک فرض کی ادائے گی ان کے لئے ہر برکت کا موجب ہوسکتی ہے۔ کیوں کہ اولاد پیدا ہونے سے ہی زن و شوہر کے رشتہ اُلفت کو تقویت و پائداری نصیب ہوتی ہے اور انھیں گھر میں بہشت و جنت کا سا لطف حاصل ہوتا ہے سوائے اس کے کسی دوسری طرح نہیں۔

دوسرا باب

شادی کے لئے موزوں ترین عمر

دنیا کے اکثر مہذب ملکوں میں وہاں کے رسم و رواج اور قوانین کی رو سے بیاہ و شادی کے لئے خاص خاص عمریں ممنوعہ قرار دی گئی ہیں۔ یہ ممنوعہ عمریں وہی ہیں جن میں شادی کرنے سے ان کی صحت جسمانی کی ترقی و مضبوطی کو نقصان پہنچنے کا احتمال رہتا ہے۔ کیوں جو طاقتیں اور علامتیں مردوں اور عورتوں کے جسم میں بھری جوانی میں نمودار ہوتی ہیں۔ وہی بقائے نسل اور پیدائش اولاد کے لئے نہایت لازمی و ضروری ہیں۔ اسی لئے وہی عمر شادی کے لئے موزوں ترین کہی جا سکتی ہے۔

جن ممالک کی آب و ہوا معتدل ہے۔ وہاں لڑکیاں بالعموم ۱۳ سے ۱۴ سال تک اور لڑکے ۱۵ سے ۱۸ سال تک کی عمریں بالغ خیال کئے جاتے ہیں۔ لیکن بلوغت لڑکوں اور لڑکیوں کی ذاتی عادات و خصلات اور طرز زندگی اور طریق رہائش پر ہی بہت کچھ منحصر ہے۔ اعلیٰ اور زیادہ طاقت بخش و مقوی غذا۔ گرم مصالحے۔ چٹنی۔ اچار۔ چائے۔ کافی۔ شراب۔ تمباکو وغیرہ کا استعمال کرنے۔ بڑے بڑے شہروں میں سینما۔ تھیٹر۔ ناچ۔ رنگ۔ کھیل۔ تماشے وغیرہ کے اور جذبات ابھارنے والے گانے ہیں۔ وغیرہ پڑھنے سننے سے

یا ان سب باتوں سے پرہیز واحتراز رکھنے سے نیز شدت گرمی یا سردی کے لحاظ سے سن بلوغت متذکرہ بالا میعاد میں نمایاں کمی وبیشی ہوسکتی ہے

جس طرح تمام جسم میں گرمی اور سردی کی مقدار سانسوں کی طاقت کو گھٹاتی یا بڑھاتی ہے۔ ویسے ہی یہ ظہور جوانی کی عمر کو بھی کم وبیش کرتی ہے۔ اسی لئے تمام گرم ممالک میں عورتیں بہت جلد جوان ہو جاتی ہیں اور ٹھنڈے ملکوں میں بہت دیر میں۔ مگر پھر بھی کسی صورت میں بھی نہایت کم عمری کی حالت میں پیدائش اولاد کے افعال و ذرائع کا استعمال مفید و صحت بخش نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے ابتدائے جوانی میں بہر حال پرہیز لازمی ہے کیونکہ افعال و اعمال سے سوائے نقصان کے کوئی بھی فائدہ نہیں ہوسکتا +

جو مرد یا عورت جلد جوان ہو جاتے ہیں۔ انھیں بڑھاپا بھی جلدی ہی آگھیرتا ہے اور لازمی طور پر عمریں بھی وہ کم ہی پاتے ہیں۔ ان کے زیادہ عمر تک زندہ رہنے کا ذریعہ سوائے اس کے اور کچھ بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ جسقدر بھی زیادہ عرصہ تک ممکن ہو مجرد رہیں۔ اور اپنے برہم چریہ کا پالن کریں۔ یعنی کبھی خواب و خیال میں تناسلی تعلقات یا بہ الفاظ دیگر اولاد پیدا کرنے کا خیال اپنے دل میں نہ لائیں۔ انھیں اپنے جوہر حیات یعنی رطوبت منی کو جو کہ ہر طرح کی قوت و طاقت کا سرچشمہ ہے ایسا محفوظ و مامون رکھنا چاہیئے۔ جیسا کہ کوئی کنجوس اپنے خزانوں کو رکھتا ہے۔ کیونکہ اسی جوہر نشاط پر انسان کی عیش و عشرت آرام و آسائش۔ صحت و تندرستی۔ فہم و فراست۔ ذہن و یادداشت اور سب سے بڑھ کر خوبصورتی و دلفریبی کا انحصار ہے اور اس کے بغیر انسان جلدی ہی گوناگوں امراض کا شکار ہو کر نہ صرف اپنے حسن و جمال کو ہی کھو بیٹھتا ہے بلکہ ... استقلال و یادداشت اور سمجھ بوجھ سے بھی

محروم ہو جاتا ہے اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر نہایت تکلیف و صعوبت سے روتا دھوتا کف افسوس ملتا اس دنیائے فانی سے کوچ کر جاتا ہے ؛

برخلاف اس کے اگر وہ آہستہ آہستہ جوان ہو اور دولت شباب سے مالا مال ہو کر بھی اسے بے دریغ ہوس پرستی میں لٹانے سے احتراز رکھیں تو اس کا زور و طاقت ۔ جلال و جمال تادم مرگ قائم رہتا ہے ۔ بڑھاپے میں بھی وہ ہر طرح کے امراض سے محفوظ رہ کر نہایت آرام و اطمینان سے نیک۔ فرمانبردار ۔ ہونہار ۔ صاحب اقبال اولاد پیچھے چھوڑ کر عالم جاودانی کی طرف سدھارتا ہے ؛

غرض یہ کہ آج کل شادی کے لئے موزوں وقت کا فیصلہ کرنے میں ہم سے سب سے بڑی غلطی یہ ہو رہی ہے کہ ہم جوانی کا زمانہ اس کے خاص وقت سے پہلے ہی سمجھ لیتے ہیں ۔ یعنی جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ لڑکا یا لڑکی اب بالغ ہو کر اب اولاد پیدا کرنے کے قابل ہو گئے ہیں ۔ اس لئے ان کا بیاہ کر دینا چاہئے ۔ اس وقت وہ درحقیقت اس فعل کے قطعی ناقابل ہوتے ہیں اور ان کی وہ رطوبات جسمانی جو تولید نسل کا باعث ہوتی ہیں قطعی خام و ناپختہ حالت میں رہتی ہیں ۔ کیونکہ فعل تولید یعنی جماع و مباشرت ہمیشہ اس جوڑے میں ہونی چاہئے ۔ جو پوری طرح جوان ہو یعنی جن کے جسم ہر پہلو سے اپنی پوری پوری نشو و نما حاصل کر چکے ہوں اور مکمل طور پر تندرست و صحت مند ہوں ؛

جسمانی نشو و نما کی تکمیل سے مراد یہ ہے کہ مرد و عورت دونوں کے عضو عضو نور کے سانچے میں ڈھلا ہوا نظر آنے لگے ۔ ان کے اعضائے تولید میں کسی طرح کی خامی یا نقص نہ ہو ۔ ہر طرح جوانی آ گئیں اور مرادوں

کے ملن ہوں۔ طرفین کے دلوں میں جوش شباب سے ایک ہیجان وطوفان بپا ہو۔ یہ وہ حالت ہوا کرتی ہے۔ جو لاکھ پردوں میں بھی چھپائے نہیں چھپتی ورنہ جب پہلے پہل ہی جوانی کے آثار نمودار ہوتے ہیں۔ یعنی آغاز جوانی ہوتا ہے تو جسم کے اُبھار۔ بڑھاؤ اور تناؤ اچھی طرح ظاہر نہیں ہوتے اور نہ ان وہ جوانی کا سارنگ روپ ہی پوری طرح جھلکتا ہے۔ البتہ ایک طرح کی دلفریبی و دلآویزی ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔ جسے غلطی سے جوانی سمجھ لیا جاتا ہے۔ امر حقیقت تو یہ ہے کہ موجودہ گناہ آلود اور پرلوث فضا میں جبکہ چاروں طرف سے ایسی ایسی باتیں نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے کانوں میں پڑتی ہیں اور ایسے ایسے واقعات ان کی نظروں کے سامنے سے گذرتے ہیں۔ جو برہمچریہ اور تجرّد کے لئے سم قاتل کا اثر رکھتے ہیں۔ حقیقی اور اصلی جوانی ہمارے ملک کے نوجوان مردوں اور عورتوں کے حصے میں آتی ہی نہیں۔ وہ اس مسموم فضا کی بدولت حقیقی معنوں میں جوان ہونے سے پہلے ہی بوڑھے ہو جاتے ہیں اور ان کے اعضاء اپنے پورے پورے اُبھار بڑھاؤ۔ اکڑاؤ اور تناؤ کو حاصل کرنے سے پہلے ہی ڈھیلے پڑ کر پژمردہ ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ یہی تو وہ عضو ہیں جن کی نشوونما پر جسم کی رگوں۔ پٹھوں انتڑیوں وغیرہ نیز زور وطاقت بخشنے والے دیگر اعضاء مثلاً معدے۔ دل دماغ۔ جگر۔ پھیپھڑے وغیرہ کے تمام اعمال وافعال کا انحصار ہے۔ اس لئے جب اعضائے تولید اپنی پوری پوری نشوونما حاصل کرنے سے پہلے ہی بے اعتدالی کے ساتھ استعمال کئے جانے لگتے ہیں۔ تو تمام جسم ان کی نشوونما کی خامی اور قدرتی ضروریات سے بدرجہا زیادہ استعمال کی خرابیوں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا اور جلد ہی اس غلطی اور بدعنوانیوں کا اثر

ان کی صحت وتندرستی پر پڑنے اور ظاہر ہونے لگتا ہے۔

ماسوا اس کے ہمارے جسم میں بہت سی ہڈیاں بھی ایسی ہیں۔ جو ۲۵ سال کی عمر تک پوری پوری نشوونما نہیں پاتیں۔ مثلاً حلق کی ہڈی جو جسم کی دوسری ہڈیوں سے پہلے ظاہر ہوتی ہے۔ ۱۰ برس کی عمر تک پوری طرح نہیں بڑھتی۔ ایسے ہی کندھوں کی ہڈیاں جو ۲۵ سال کی عمر سے پہلے اپنی مکمل صورت اختیار نہیں کر سکتیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس ٹانگوں اور کولہوں کی ہڈیاں۔ ان حالات میں کیا یہ کہنا مناسب نہ ہوگا کہ ۱۴ سے ۱۸ سال کی عمر تک جوان ہو جانا بھی اس امر کی کوئی دلیل نہیں کہ کسی لڑکے یا لڑکی کا جسم اپنی نشوونما کی تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔ اگر اس سوال پر پوری پوری سنجیدگی سے غور و خوض کیا جائے تو یہ ہی معلوم ہوگا۔ کہ معتدل آب و ہوا والے ملک میں بھی عورتیں ۲۴ سال کی عمر میں کہیں بڑی اور مکمل جوانی کی حالت کو پہنچتی ہیں اور ان کے جسم خواہ اپنی لمبائی کے لحاظ سے ۱۶ سے ۱۸ سال کی عمر تک ہی مکمل ہو جائیں۔ مگر پھر بھی ان کی نشوونما ۲۴ سال کی عمر تک برابر جاری رہتی ہے۔ اس لئے اب یہ باسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر نشوونما مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ جماع و بچہ کشی شروع کر دیں۔ تو اس سے ان کے جسم کی نشوونما میں کتنا ہرج و نقص واقع ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہندوستان میں عورتیں اکثر شادی کے بعد بہت جلد بوڑھی نظر آنے لگتی ہیں اور نسل انسانی کیا بلحاظ جسامت اور کیا بلحاظ دماغی قابلیت روز بروز گرتی جا رہی ہے اور اس میں اس وقت تک کوئی نمایاں ترقی نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس طرف پوری پوری توجہ دے کر اس بدعت کو نہ روکا جائے۔

اسی طرح مردوں کی نشوونما کی تکمیل ۲۰ سے ۳۰ سال تک کی عمر میں ہوتی ہے۔ کم عمری میں ہی شہوات نفسانی کا شکار ہو جانے سے ان کی بھی زندگی میں اور نشوونما میں ایک بہت بڑی رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے اور ان کے کمر بہت

کے ان نامناسب طریقوں اور غلط راستوں پر پڑ جانے کا انجام یہ ہوتا ہے۔ کہ ان کے جسم کمزور اور نشو و نما کے لحاظ سے نامکمل رہ جاتے ہیں اور وہ جوانی میں ہی بوڑھے ہو کر جلدی ہی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

غرض یہ کہ معلومات جدید کی رُو سے عورتوں کا ۱۸ سال کی عمر سے پہلے حاملہ ہو جانا ان کے لئے حد نقصان دہ ہے۔ چونکہ ان کی طاقت نشو و نما جو جسم کی تکمیل و بلوغت تک برابر بڑھتی رہتی ہے۔ سب سے پہلا مقصد یہ ہے۔ کہ وہ ان کے اپنے پہلے جسم کی پرورش کے لئے کام آئے اور پھر اُن کی اولاد کے۔ لیکن جب تک ایک ماں کا جسم اپنے آپ ہی پوری نشو و نما پا کر مکمل و مضبوط نہیں ہُوا۔ تو وُہ اپنے بچے کی ابتدائی نشو و نما کو اتنا مکمل و مضبوط کس طرح کر سکتا ہے۔ جتنا کہ اُسے ہونا چاہیئے۔ اسی لئے کم عمر اور کمزور ماں سے پیدا شدہ اولاد بھی ہمیشہ کمزور اور دائم المریض رہتی ہے اور اپنی عمر طبعی کو پوری طرح نہیں پہنچ سکتی خواہ وہ دیکھنے میں کیسی بھی تندرست و توانا کیوں نہ معلوم ہو۔ لیکن درحقیقت پیدائش سے ہی اس کے جسم میں ایک ایسا گھن لگ جاتا ہے۔ جو اُسے کبھی پنپنے نہیں دیتا اور اچھی طرح جوان ہونے سے پہلے بوڑھا بنا دیتا ہے۔

اس طرح بیش از وقت جماع و مباشرت کا شکار ہو کر حاملہ ہو جانے پر عورت کی جسمانی نشو و نما رُک جاتی ہے۔ اس کا جسم روز بروز کمزور ہو کر اس کی صحت بد سے بدتر ہوتی جاتی ہے اور اُسے طرح طرح کے امراض گھیر لیتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک مشہور حکیم کا قول ہے۔ کہ "جو عورت ۲۰ برس کی عمر سے ماں بن جاتی ہے وہ ۱۰۵ [illegible] قدرتی عمر سے تین برس پہلے یہ مقدس درجہ حاصل کرتی ہے اور اُ[illegible] کے ناقابل ہوتی ہے۔"

اسی طرح جو مرد ۲۸ سال سے پہلے باپ بن جاتا ہے اور [illegible]

کا ناش کرتا ہے۔ وہ اپنی جسمانی تندرستی کو جلد ہی تباہ کر کے اپنی طاقت وقوت کو کھو بیٹھتا ہے۔ اس کے رگ پٹھے ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور نسیں کمزور۔ اس دماغی نشوونما دب جاتی ہے۔ اس لئے ابتدائی عمر میں بہت ہونہار ہوتا ہوا بھی وہ اپنی زندگی میں پوری پوری کامیابی حاصل نہیں کر سکتا اور نہ دنیا میں کوئی غیر معمولی کام سرانجام دے کر شہرت و نیک نامی کا ہی مستحق بن سکتا ہے۔ بلکہ برخلاف اس کے گوناگوں امراض کی دست و برد سے جلد ہی بوڑھا ہو کر پیش از وقت ہی موت کا لقمہ بن جاتا ہے۔

ایک مشہور عالم جرمن ڈاکٹر کا مقولہ ہے۔ کہ کم سنی کی شادی گناہ کبیرہ اور عذاب عظیم ہے۔ جو نوجوان لذات نفسانی اور خواہشات شہوانی کے زیر اثر کم عمری میں ہی اپنا جوہر حیات ضائع کرنے لگتا ہے۔ اس سے بڑھ کر بدبخت و بدنصیب اور کون ہو سکتا۔ کیونکہ وہ عمر بھر کے لئے اس سچی محبت اور بہشتی مسرت سے محروم رہ جاتا ہے۔ جو اس جوہر زندگی کے تحفظ بغیر بنی نوع انسان کو اور کسی طرح بھی دنیا میں نصیب نہیں ہو سکتی۔ وہ اپنی عمر بھر کے سکھ کو دکھ سے اور راحت کو مصیبت سے تبادیل کر لیتا ہے اور بالآخر اسے اپنی زندگی سے بھی نفرت ہو جاتی ہے۔ یہ ناگفتہ بہ حالت اور یہ ناقابل برداشت تکالیف حلقہ انسانی میں جتنی بھی کم ہوں اتنا ہی مبارک ہے۔ مگر بدقسمتی تو یہ ہے۔ کہ یہ کم ہونے کے بجائے الٹا روز بروز روبہ ترقی ہیں۔ ہم آئے دن کم عمر لڑکوں اور لڑکیوں کو جب کہ ابھی ان کے اپنے ہی کھیلنے کودنے اور کھانے پینے کے دن ہوتے ہیں۔ کئی کئی بچوں کے باپ اور ماں بنتے دیکھتے ہیں۔ اس لئے اس اوندھی کھوپڑی والی الٹی دنیا کو راہ راست پر لانے کی نہایت ہی سخت ضرورت ہے۔

ہمارے ... بھائیوں کو

ان الفاظ پر خاص طور سے غور وخوض کرنا چاہیئے۔

پھر وہی ڈاکٹر لکھتا ہے کہ اس میں کسی بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ کہ یہ نوعمر ماں باپ اپنی کمزوری وناتجربہ کاری کی بدولت گرہست کی گراں بار گاڑی کو زندگی کی ناہموار سڑک پر بآسانی کھینچ لے جانے کے قطعی ناقابل ہوتے ہیں اور اس لئے آئے دن طرح طرح کی مصیبتوں اور تکلیفوں میں پھنس کر دکھ اٹھاتے رہتے ہیں نہ تو وہ اپنے بچوں کی پرورش وحفاظت ہی مناسب طریق پر کرسکتے ہیں اور نہ اپنی لاعلمی وناقابلیت کے باعث انھیں ان بچوں کی روزافزوں ضروریات کا ہی خاطر خواہ علم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ سولہ سترہ سال کی لڑکیاں یا ۲۰۔۲۲ سال کے نوجوان لڑکے اس کم عمری میں ہی بغیر کسی خاص تعلیم ومطالعہ کے وہ سب تجربہ وقابلیت حاصل کرلیں جو کہ بچوں کی پرورش ونگرانی اور اُن کی مناسب تعلیم وتربیت نیز ان کے عادات واطوار کو موزوں طریق میں ڈھالنے کے لئے ازبس ضروری ہے۔

پھر وہ کمال پرحسرت لہجے میں لکھتا ہے کہ زمانہ قدیم میں اہل جرمنی ۲۵ سال کی عمر سے پہلے شادی نہیں کیا کرتے تھے اور اس عمر تک وہ پورے پورے برہمچاری رہ کر آئندہ خانہ داری کی زندگی کے لئے پوری پوری قابلیت ولیاقت اپنے اندر پیدا کیے کرتے تھے۔ اس لئے اُن کی اولاد اتنی مضبوط اور تندرست وتوانا ہوا کرتی تھی کہ سب ممالک کے باشندے انھیں دیکھ دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے ایک معمولی سمجھ بوجھ کا انسان بھی یہ جان سکتا ہے کہ ایک مست شباب نوجوان جس نے ابھی نوجوانی کی پہلی منزل میں ہی قدم رکھا ہے اور جس کی ابھی مسیں بھی نہیں بھیگیں اس زور وطاقت کا مالک کس طرح بن سکتا ہے جو ایک ہر طرح مکمل نشو ونما پائے ہوئے نوجوان کا ہی حصہ ہے۔ اسی طرح ایک کم عمر لڑکی جو ابھی پوری طرح

سن بلوغت کو بھی نہیں پہنچی۔ جس کے اعضائے تولید کی نشوونما ہی ابھی ناکمل و ناپختہ ہے۔ اگر وہ پیش از وقت ہی نفس پرستی و شہوت رانی کا شکار ہو کر حاملہ ہو جاتی ہے۔ تو وہ ایام حمل کی مصیبت جھیل کر اور وضع حمل کے وقت ناگفتہ بہ اذیت وصعوبت اٹھا کر بھی اگر کمزور و ضعیف۔ دائم المریض و کم عمر۔ بدصورت و بدشکل اولاد پیدا نہ کرے گی۔ تو مضبوط قوی۔ تندرست و توانا۔ خوبصورت و پرجلال بچوں کی ماں کس طرح بن سکتی ہے؟

اس لئے کسی مرد یا عورت لڑکے یا لڑکی کو اس وقت تک اس خطرناک و نقصان دہ راستہ میں قدم نہ رکھنا چاہئے۔ جب تک کہ اس کے جسم کی نشوونما مکمل ہو کر پوری طرح سحیم شحیم اور مضبوط قوی نہ ہو جائے۔ اسے یاد رکھنا چاہئے۔ کہ مادہ قدرت ہمیشہ اپنے ہر کام میں کمال و جلال کا اظہار پسند کرتی ہے۔ کمزور وضعیف انسان کبھی تندرست و مضبوط اولاد پیدا کرنے کا ذریعہ نہیں بن سکتے اور اپنی غلط کاریوں کی قدرت کے ہاتھوں سخت سے سخت سزائیں پاتے ہیں۔ اس لئے انھیں طاقتور وصحت مند اولاد پیدا کرنے کے لئے پہلے اپنے اندر وہ صفات پیدا کرنی چاہئیں اور اُن قواعد کی تمام و کمال پابندی کرنی مناسب ہے جن کی پیروی تندرست و توانا اولاد پیدا کرنے کے لئے لازمی و لابدی ہے اور کبھی بھی یہ نہ بھولنا چاہئے کہ اپنے اعضائے تولید کا پیش از از وقت اور پیش از ضرورت استعمال نہ صرف ان کی اپنی ہی صحت و تندرستی کے لئے سم قاتل ہے۔ بلکہ اُن کی آئندہ نسلوں کے لئے بھی موجب ہلاکت ہے۔

جو مرد یا عورت اپنی عمر کا کچھ خیال نہ کر کے صرف مال و دولت۔ جاہ و حشمت یا کسی اور ایسے ہی ناقابل تعریف ذلیل و کمینہ خیال کے زیر اثر شادی کر لیتے ہیں۔ اُن کا انجام اذیت وصعوبت اور ذلت و رسوائی کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہوتا۔ بے جوڑ میل سے ان کی طاقت تولید جلدی ہی ضائع ہو جاتی ہے اور وہ دنیا میں بد اعتباری

و بدچلنی پھیلانے کا باعث بنتے ہیں۔ کیوں کہ ان کی اولاد میں جو ان کمینہ خیالات کے ماتحت پیدا ہوتی ہے کبھی نیکی و پاکیزگی کے مقدس جذبات پیدا ہی نہیں ہو سکتے پھر بھی مرد یا عورت دونوں میں سے جو بھی زیادہ کم عمر یا قبول صورت ہوگا۔ اُس کا اپنے جوڑے سے جلد ہی غیر مطمئن ہو کر بدچلن اور بداعتبار ہو جانا محض قدرتی ہے خصوصاً بوڑھے خاوندوں کی جوان بیویوں کے لئے تو یہ خطرہ نہایت ہی زبردست ہوتا ہے۔ اس لئے کبھی کسی شریف شخص کو کسی ایسے تجربہ میں پھنس کر ہرگز اپنی ذلت و رسوائی کا آپ ہی باعث نہ بننا چاہیئے۔ کیونکہ ایسی شادیاں قواعد طب کے قطعی خلاف ہونے کے سبب سے مردوں کے لئے طرح طرح کی مصیبتوں اور اذیتوں کا موجب بنتی ہیں اور تاوقتیکہ کوئی کوتاہ اندیش خود ہی اپنی زندگی سے سیر نہ ہو گیا ہو اور پیش از وقت موت کے منہ میں نہ جانا چاہتا ہو۔ کسی مرد کو کبھی کوئی ایسی غلطی نہ کرنی چاہیئے۔

ایک یورپین عالم مسٹر پرایز کا قول ہے کہ انسان بڑے نقصان دہ اور ضرر رساں کام کرتا ہے۔ کہ تناسب عمر کا خیال نہ کر کے شادی کرنا اتنا نقصان دہ اور ضرر رساں فعل ہے۔ کہ اپنے نقصان اور ضرر کے لحاظ سے دنیا کا کوئی بھی کام اس سے بازی نہیں لے جا سکتا۔

جن عورتوں کے خاوند مالدار لیکن بہت بڑی عمر کے ہوتے ہیں وہ خواہ کتنی بھی عالی خاندان و عالی نصیب کیوں نہ ہوں۔ اُن کے لئے اپنی عصمت و عفت کو برقرار رکھنا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے قدرتاً جوان و کم عمر بیوی کی بدچلنی بوڑھے خاوند کی عزت و حرمت کو ہی نہیں بلکہ اس کی گرہستی زندگی کی راحت و مسرت کو بھی ہمیشہ کے لئے تباہ و برباد کر دینے والی ثابت ہوتی ہے اور بسا اوقات اس کی جان کو بھی خطرہ میں ڈال دیتی ہے۔ اس لئے ہر مرد و عورت کو شادی کرنے کے وقت فریقین کی عمر۔ قابلیت۔ مزاج۔ عادات و خصلات وغیرہ وغیرہ تمام ہی باتوں پر

پورا پورا غور وغوض کر لینا چاہئے۔ کیونکہ ان ہی مناسبت و موافقت پر ہمیشہ میاں بیوی کے آئندہ زندگی بھر کے عیش وآرام اور خوشی و اطمینان کا دارو مدار رہتا ہے۔

ایک بے رحم زر پرست باپ جب اپنی ۱۸ سالہ نوجوان لڑکی کا ایک بوڑھے کھوسٹ سے بیاہ کرنے لگا۔ تو اس نے اپنی عمر بھر کی راحت ومسرت کو اس بے دردی سے پامال ہوتے دیکھ کر سب جھوٹی شرم وحیا کو بالائے طاق رکھ دیا اور رو رو کر نہایت پر درد لہجہ میں یوں نالہ وفریاد کرنے لگی "ہائے ہائے میں اس سے شادی کر کے کیا سکھ پاؤں گی اور یہ بھی مجھ سے بیاہ رچا کر کیا آرام حاصل کرے گا"

اس امر کا اندازہ لگانا کچھ بہت مشکل نہیں کہ تندرستی اور طاقت حیات پر ایسی بے میل شادیوں کا اثر کیا ہوتا ہے؟ جہاں کہ عورت جوان ہو اور خاوند پیر نابالغ۔ ایسے حالات میں یا تو عورت خودکشی کر کے بڈھے میاں کو رنڈوا بنا جاتی ہے اور وہ بدبخت اپنا بہت سا مال وزر اس بے جوڑ شادی پر لٹا کر پھر کف افسوس ملتا رہ جاتا ہے یا بوڑھے میاں کی جوان بیوی بدچلن ہو کر اس کے بڑھاپے میں خاک ڈالتی ہے اور اس بے وقوف کے باپ دادا بلکہ سات پشتوں کا نام اچھالتی ہے۔ درحقیقت اس میں عورت کا قصور بھی کیا ہے۔ اس کی بدچلنی وبد اعتباری کی تمام ذمہ داری یا تو اس شہوت پرست بوالہوس کوتہ اندیش بوڑھے کے سر ہے۔ جو اس بڑھاپے میں بھی اپنی بیٹی بلکہ پوتی جیسی ایک نوجوان عورت کی زندگی اور جوانی خراب کرنے سے باز نہیں آیا یا ان زر پرست اور لالچی ماں باپ کے سر جنہوں نے اپنی بیٹی کی بھری جوانی پر بھی کچھ ترس نہیں کھایا اور اسے ایسے ہی بے دردی کے ساتھ ایک پیر فرتوت بوڑھے کھوسٹ کے حوالے کر دیا۔ جیسے کہ کوئی ناخدا ترس شخص ایک معصوم گائے کو کسی بے رحم قصائی کے سپرد کر دیا کرتا ہے۔ ہمارے سامنے میں تو ان سے بھی بڑھ کر وہ ناکارہ اور کوتہ اندیش سوسائٹی اور سماج اس کی ذمہ وار ہے جو ان سب

ناروا مظالم کو ٹھنڈے دل سے دیکھتی ہوئی بھی ان کے انسداد کے لئے کچھ کوشش نہیں کرتی اور ان بے رحم مجرموں کو قرار واقعی سزا دلانے کی طرف متوجہ نہیں ہوتی جو یہ خرابیاں ملک و قوم میں پھیلا کر اُسے تباہ و برباد کر رہے ہیں۔

اگرچہ جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں جسم کی تکمیل اور مکمل نشو و نما کی میعاد ہر ملک و قوم میں وہاں کی آب و ہوا اور باشندگان کے طرز رہائش و طریق بود و باش کے لحاظ سے مختلف ہے مگر پھر بھی اس میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ کہنا کسی طرح بھی نامناسب نہ ہوگا کہ کسی بھی شخص کو جو درازی عمر کا خواہشمند ہے اور آخر وقت تک اپنی صحت و تندرستی سے اچھی طرح لطف اندوز ہوا چاہتا ہے پچیس برس کی عمر سے پہلے ہرگز شادی نہ کرنی چاہئے۔ بلکہ اس سے بڑی اچھا یہ ہوگا کہ ۳۰ سال کی عمر میں شادی کی جائے۔

گرہستی زندگی میں ایک عورت کو مرد کی بہ نسبت بدرجہا زیادہ ضروری اہم فرائض ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اس لئے شادی کے وقت اس کی صحت و تندرستی اور طاقت و قوت کا خیال بہت زیادہ پیش نظر رہنا چاہئے۔ جس کا اندازہ اس کے جسم کی نشو و نما اُبھار اور تناؤ سے ہی بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ اس لئے کسی لڑکی کو بھی ۱۸ سال سے پہلے کبھی شادی نہ کرنا چاہئے۔ عورتیں اکثر اپنے فرائض خانہ داری کی تکمیل میں اپنے جسم اور صحت و تندرستی کی کچھ زیادہ پرواہ نہیں کرتیں انہیں بار بار اور بسا اوقات نہایت جلد جلد اور بہت کم وقفہ کے بعد حاملہ ہونا پڑتا ہے۔ نیز اکثر وہ اپنے شوہر کی نفسانی خواہشات کو سیر کرنے کے لئے بھی مجبور ہوتی ہے۔ اس لئے مرد کی بہ نسبت بہت جلد وہ بڑھاپے کا شکار بن جاتی ہے۔ اس لئے مرد کی نسبت کم از کم چھ سات سال چھوٹی ہونی چاہئے۔ یعنی اگر ایک طرح تندرست، مضبوط اور طاقتور مرد کی عمر شادی کے وقت تیس، اکتیس سال ہو تو اس کے لئے ویسی تندرست اور ویسے ہی ڈیل ڈول عادات و خصلات اور

صورت وشکل کی ۲۴، ۲۵ ساله عورت تلاش کی جائے تاکہ تقریباً ہم عمر اور ایک ہی جیسی قابلیت، عادات اور حسن جمال ہونے کے باعث دونوں کے دلوں میں سچی محبت پیدا ہو سکے اور دونوں ایک عرصۂ دراز تک دلی اطمینان و آسائش کے ساتھ باہم زندگی بسر کر سکیں۔

تیسرا باب

سوئمبر یعنی انتخاب زوج

یہ ثابت ہو گیا کہ انسان کے لئے عمر بھر مجرد یعنی کنوارا یا بے بیاہا رہنا مناسب نہیں۔ اس کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنے لئے کوئی رفیق زندگی یا رفیقۂ حیات تلاش کرے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ رفیق یا رفیقہ کیسی ہو؟ اس میں کیا کیا اوصاف یا صفات ہونی چاہئیں۔ اس کے انتخاب میں کیا کیا باتیں مدنظر رکھنا مناسب ہیں؟ تاکہ موزوں انتخاب ہو سکے اور اس کا انجام کسی طرح بھی ناپسندیدہ و ناخوشگوار نہ ہو۔

ان سوالات پر غور کرتے ہوئے ایک دور اندیش اور معاملہ فہم انسان کی راہ میں کئی طرح کی الجھنیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بعض لوگ تو نفسانی و شہوانی لطف و مسرت کو ہی سب کچھ سمجھ کر اس انتخاب میں صرف روپیہ اور دنیاوی عزت و رتبہ پر ہی نظر رکھتے ہیں۔ اور جہاں سے کچھ مال و دولت ہاتھ لگنے یا سوسائٹی کی نگاہوں میں اپنی قدر و منزلت بڑھنے کی کچھ امید ہو رہی "ہر چہ باداباد" کے مصداق آنکھیں بند

کرکے پھسل پڑتے ہیں۔ اپنے حقیقی آرام و دلی اطمینان کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ مگر دنیا میں سب سے بڑی حماقت اور سب سے زیادہ فاش غلطی اگر کوئی ہو سکتی ہے تو وہ یہی ہے۔ کیونکہ اس دنیا میں ہر طرف ایشور کی عظمت و بزرگی کا اظہار اس کے قائم کردہ قوانینِ قدرت اور ان کے ہر طرف پھیلے ہوئے عمل و تسلط سے ہو رہا ہے اور کس کی مجال ہے کہ ان قوانین سے ذرہ بھر سرتابی کر کے اپنے اعمال و افعال کی سزا سے بچ سکے۔ اس لئے اس بارے میں بھی جو انسان اپنی سفلی اور کمینہ خواہشات کے زیر اثر آکر اپنے نیک و پاکیزہ فرائض کو نظر انداز کر دیتا ہے وہ اس کی سزا سے کبھی نہیں بچ سکتا اور اپنی آئندہ زندگی میں کبھی عیش و آرام نیز سکون و اطمینان حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ صرف اُن ہی لوگوں کا حصہ ہے جنہوں نے اس انتخاب میں کبھی حظی جذبات کو مدنظر نہیں رکھا۔ بلکہ اسے اپنا ایک مقدس فرض سمجھ کر کمال پاک نفسی و بے لوثی سے پورا کیا ہے۔ نیز حتی الوسع ان قواعد اور اصولوں کی پیروی کی ہے جو اس بارے میں دور اندیش، دانشمند اور نکتہ شناس بزرگ مقرر کر گئے ہیں اور جن کی کچھ پرواہ نہ کر کے ہی آج ہم ان ناگفتہ بہ مصیبتوں میں گرفتار ہیں کہ گرہست اور خانہ داری کی زندگی بھی ہمیں دوزخ سے بدتر نظر آنے لگتی ہے۔

لیکن پیشتر اس کے کہ ہم ان پاک اصولوں اور قواعد کا جو ہمارے بزرگوں نے اس بارے میں مقرر کئے تھے کچھ ذکر کریں ہم غیر ممالک کی کچھ دلچسپ رسومات شادی یہاں درج کر دینا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ آپ خود اندازہ لگا سکیں کہ ہمارے قواعد کتنے برتر اور کیسے اعلیٰ تھے جنکو آج ہم اپنی حماقتوں اور بے وقوفیوں سے کچھ کا کچھ بنا چکے ہیں

زمانہ قدیم میں اسیریا کے لوگ مختلف مرکزوں میں میلے لگا کر وہاں قابلِ شادی نوجوان لڑکیوں کا اجتماع کیا کرتے۔ پہلے ان میں سے حسین و جمیل لڑکیوں کو الگ منتخب کر کے بازار شادی میں ان کے نیلام کی باقاعدہ بولی دی جاتی تھی جو بھی ذی ثروت

اور صاحب حیثیت شخص کسی حسینہ کے لئے سب سے زیادہ رقم پیش کیا کرتا تھا اور وہی بغیر کسی اور لحاظ وتمیز کے اس کا مستحق سمجھا جاتا تھا اور وہ لڑکی اسی کو اپنا نوشتہ قسمت سمجھ کر بے چون وچرا منظور کرنے پر مجبور ہو جاتی تھی۔

خوب صورت لڑکیوں کی خرید وفروخت اس پایۂ تکمیل تک پہنچ جانے کے بعد پھر بدصورت لڑکیوں اور عورتوں کی باری آتی تھی انکی بولی الٹی چلتی تھی یعنی پہلے زیادہ سے زیادہ قیمت لگا کر پھر اسے گھٹایا جاتا تھا اور جو شخص لڑکی والے سے سب سے کم روپیہ لینا منظور کر کے اپنی بیوی بنانا پسند کرتا تھا وہ اسی کے حوالے کر دی جاتی تھی اسی طرح جس گھر میں دو لڑکیاں ہوتی تھیں۔ ایک خوب صورت اور دوسری بدصورت اس کا حساب کتاب تقریباً برابر رہتا تھا جو بدصورت لڑکیوں کے والدین ہمیشہ نفع میں رہا کرتے تھے اور بدصورت لڑکیوں کے گھاٹے میں۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو آج کل ہم ہندوستانی بھی اپنے واجب التعظیم بزرگوں کی سب نیک وپاک رسموں کو بھول کر اور بالائے طاق رکھ کر زمانہ جاہلیت کے باشندگان اسیریا کی اسی رسم کی پیری کر رہے ہیں۔ کبھی تو شادی کے موقعہ پر ہونہار، قبول صورت، صاحب اقبال لڑکوں یا ان کے والدین کو جہیز یا کسی اور صورت میں انکی منہ مانگی قیمت ادا کر کے اپنی لڑکی ان کے پلے باندھ دیتے ہیں۔ کبھی لڑکیوں کی زیادہ سے زیادہ قیمت جو اُن کے ولی وسرپرست طلب کرتے ہیں ور کی طرف سے ان کو نذر کی جاتی ہے اور اس سودے میں لڑکی یا لڑکے کے حقیقی اوصاف وغیرہ کی تو بات ہی کیا ہے اکثر ان کی ذاتی منظوری وپسندیدگی کی طرف بھی کچھ توجہ نہیں دی جاتی اور ان کو بالکل اسی طرح خریدار کے سپرد کر دیا جاتا ہے جیسا کہ بھیڑ بکریوں کو یا اور کسی بے جان چیز کو۔

۲۔ چین میں اب بھی اسی طرح لڑکیوں کی خرید وفروخت ہوا کرتی ہے گو اب کہیں کہیں

اس وحشیانہ طریقے میں کچھ اصلاح شروع ہو گئی ہے۔

۳- مور قوم کے لوگ بھی کم سنی میں ہی اپنی لڑکیوں کی منگائی کر دیتے ہیں۔ خواہ وہ اسے پسند کریں یا نہ کریں۔ اگر مرد کا چال چلن اچھا ہے اور وہ لڑکی کی قیمت ادا کر دیتا ہے مگر لڑکی پھر بھی اسے پسند نہیں کرتی تو اس لڑکی کو بیوقوف و کم عقل سمجھا جاتا ہے اور اس کی رائے کو کوئی وقعت نہیں دی جاتی۔

۴- سماٹرا میں بھی عورتوں کی خرید و فروخت اسی طرح جاری ہے۔ لیکن اگر بعد میں مرد کو پتہ لگ جائے کہ اس نے اپنی بیوی کی خرید میں کسی طرح دھوکا کھایا ہے تو وہ اسے جوئے میں ہار جاتا ہے یا اونے پونے فروخت کر ڈالتا ہے۔

۵- ترکوں میں بھی پہلے چار عورتوں تک سے نکاح کرنے کی اجازت تھی۔ مگر پسند کرنے یا نہ کرنے کا اختیار مرد کو تھا نہ عورت کو۔ کیونکہ پردہ اس بارے میں سخت حائل آتا تھا۔ لیکن اب چند سال سے وہاں یہ نقشہ بدلتا جا رہا ہے کیونکہ ترکوں نے پردے کو خیرباد کہہ کر یورپی تہذیب اختیار کر لی ہے اور عورتوں کو آزادی کامل حاصل ہوتی جا رہی ہے۔

۶- مغربی تاتاریں عورتوں کی قیمت ۲۰ روبل (روسی سکہ) سے پانچسو روبل تک پڑتی ہے۔ چرواہوں کی لڑکیاں اگرچہ بہت خوبصورت ہوتی ہیں مگر پھر بھی دو، دو چار چار روبل میں مل جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ اکثر غیر مہذب اور غریب ہوتی ہیں۔

۷- تاتار کی نسوگنا نامی قوم میں شادی کا طریقہ یہ ہے کہ عورت ایک تیز گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑتی ہے اور اس کا خواہاں اپنے گھوڑے پر اس کے تعاقب میں جاتا ہے۔ اگر اس گھوڑ دوڑ میں اس نے لڑکی کو پکڑ لیا تو وہ اسے اپنے خیمہ میں لے جاتا ہے اور اسی روز سے وہ اس کی بیوی مانی جانے

لگتی ہے۔ اور اس موقعہ پر ور کی طرف سے سوائے شادی کی دعوت کے اور کوئی رسم ادا نہیں کی جاتی۔

۸۔ سابریا میں شادی کے لئے مدعو گئے جانے پر جب مرد عورت کے گھر جاتا ہے تو وہ اس کے بوٹ اُتارتی ہے جس سے کہ اس کے عجز و انکسار کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک حصۂ ملک میں لڑکی کا ولی اور سرپرست جہیز کے دیگر ساز و سامان کے ساتھ ایک چابک بھی داماد کی نظر کرتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ آپ فرماں بردار نہ رہے تو آپ یہ چابک بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

غرضیکہ اس طرح تمام جنگلی، غیر مہذب اور نیم مہذب اقوام کے رسم و رواج کی جانچ پڑتال کرنے سے یہی معلوم ہوگا کہ زمانۂ قدیم میں اور اب بھی بہت سے مہذب و نیم مہذب ممالک میں عورتوں کو ایک طرح سے مرد کی ملازمہ و خدمت گار ہی سمجھا جاتا ہے۔ اس سے یہی پتہ لگتا ہے کہ پچھلے زمانے میں جب لوگوں میں اپنی اپنی ذاتی جائداد الگ الگ بنانے کا خیال پیدا ہوا تب ہی سے عورتوں کی خرید و فروخت کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ اور مردوں نے اپنے بیوی بچوں کو بھی اپنی ذاتی جائداد ہی سمجھنا شروع کر دیا۔ یہاں تک زمانہ حال میں بھی اس کا اثر بہت کچھ موجود ہے اور اکثر مرد اپنے بیوی بچوں کی حیثیت اپنی ذاتی جائداد سمجھنے اور ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مگر اس کے برعکس ہمارے ہندوستان میں لاکھوں برس سے سوئمبر اور گندھرب بواہ کا سلسلہ جاری تھا۔ جس کا ثبوت رامائن اور مہابھارت جیسے قدیم گرنتھ زبانِ حال سے پکار پکار کر دے رہے ہیں سیتا جی کے سوئمبر کا حال تو ہندوستان کے بچے بچے کی زبان پر ہے۔ اور یہ امر حقیقت بھی ہندو اتہاس کے ناظرین سے کسی طرح پوشیدہ نہیں کہ مہاراجہ

دشینت نے رشی کنیا شکنتلا سے بن میں گندھرپ بواہ کیا تھا۔ اسی شکنتلا کے بطن سے وہ مہاراجہ بھرت پیدا ہوئے جن کے خاندان میں کئی نسلوں کے بعد مہاراجہ دشرتھ نے جنم لے کر مریادا پرشوتم بھگوان رام کے کارناموں سے امرپد (حیات جاوید) حاصل کیا۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے موجودہ بیاہوں اور شادیوں کا کیا حال ہے اور وہ کن اغراض و مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کئے جاتے ہیں؟ یہ راز کچھ ایسا نہیں جو کسی سے پوشیدہ ہو۔

اگر ان شادیوں کا جو آج کل مہذب کہلانے اور صاحب تہذیب ہونے کا دعوےٰ کرنے والے حضرات میں ہوتی ہیں غیر مہذب اور جنگلی کہلانے اور سمجھے جانے والے لوگوں کی شادیوں سے مقابلہ کیا جائے تو باوجود اس تمام مہذبانہ طمطراق اور نمائش کے ان کے اغراض و مقاصد میں کچھ بہت زیادہ فرق نظر نہ آئے گا زمانہ حال میں بھی زمانہ قدیم کی مانند ہر مرد کی یہی خواہش ہے کہ اس کی بیوی گھر میں رہ کر روٹی پکانے والی، کپڑے دھونے والی اور گھر کے دیگر کام کاج کرنے والی یا کم از کم ان کی نگرانی رکھنے والی ہو۔ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ عورت مسرت بخشنے اور اس کی نفسانی خواہش کو سیر کرنے والی بھی بنی رہے۔ اسی لئے وہ اس سے محبت اور پیار کرتا ہے اور اس کی صحبت و ہم بستری کا خواہاں ہے۔ اسی دوران میں اگر قانون قدرت کی رو سے اولاد پیدا ہو جائے تو انسان اسے مرضی مولا۔ اور ہری اچھا سمجھ کر خواہی نہ خواہی اس کے سامنے سر جھکا دیتا ہے۔ ورنہ بہت ہی کم ایسے ہیں جو شہوات نفسانی سے قطع نظر محض اولاد حاصل کرنے کی نیت سے عورت کے ساتھ صحبت کرتے ہیں اور اس کے حاملہ ہو جانے کے بعد اس سے ایسی خواہش کرنا گناہ کبیرہ خیال کرتے ہیں۔

مگر ہماری قدیم آریہ تہذیب نے مرد و عورت کے تعلقات باہمی کی

بنیاد صرف جسمانی لطف و مسرت پر ہی نہیں بلکہ روحانی ترقی پر رکھی تھی۔ اس لئے اس نے عورت کو مرد کی جائداد نہیں بلکہ اس کی اردھانگنی یعنی نصف جسم قرار دیا تھا اور مرد و عورت دونوں کی مشترکہ ہستی کو ہی ایک مکمل ہستی مانا تھا صرف یہ ہی نہیں بلکہ ہمارے وید مقدس میں تو جس کے متعلق ہمارا اور ہمارے بزرگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ابتدائے آفرینش میں ہی نازل ہوئی ہیں صاف الفاظ میں یہ لکھا ہے

پرماتمانے صرف بقائے نسل کیلئے ہی عورتوں کو پیدا کیا ہے نہ کہ شہوت رانی اور لذات نفسانی کے حصول کیلئے

اسی لئے ماں باپ وغیرہ بزرگوں کے قرض یعنی پتری ان کی ادائگی کی صورت ہی خالی گئی ہے کہ انسان اولاد پیدا کر کے اس کی پرورش و تربیت میں اس سے بھی زیادہ محنت و مشقت کرے جو اس کے بزرگوں نے اس کی پرورش و تربیت میں کی تھی اور اپنی اولاد کو اپنے سے بھی زیادہ مضبوط، نیک اور صاحب اقبال اور خداترس بنانے کی کوشش کرے۔ بغیر اس کے کوئی شخص اپنے ماں باپ کی خواہ کتنی بھی کیوں نہ خدمت کرے وہ ان کے بار احسان اور قرض سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ لیکن آج شادی کے اس روحانی پہلو کو بالکل ہی نظر انداز کر کے اس کی نفسانی یا زیادہ سے زیادہ مجلسی یعنی بھائی برادری کی خوشنودی حاصل کرنے کے پہلو کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ نیز اسے دنیادی مال و دولت اور عزت و مرتبہ حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا جاتا ہے اور اس کی مدد سے اپنے اخلاق و صحت اور روحانی حالت کو بہتر بنانے یا اچھی مضبوط، تن درست، نیک خصلت اور اوصاف حمیدہ سے مزین اولاد پیدا کر کے قوم و ملک کی حالت کو بہتر بنانے کا مبارک خیال کسی کے دل میں کبھی پیدا نہیں ہوتا گویا کہ شادی کے اصل مقصد اور لین کو تو لاکھوں سال پہلے ہمارے واجب التعظیم بزرگوں نے دنیا کے

سامنے پیش کیا تھا۔ آج ہر ایک قوم نے ایک طرح سے بالکل ہی نظر انداز کر دیا ہے اور یہ ہی وجہ ہے کہ دنیا میں کہیں بھی راحت و مسرت اور امن و چین نہیں۔ اس لئے ہم بھی اس مقصد کی رو سے عظمت و عروج کی طرف بڑھنے کے بجائے اسے بھول کر اور رسم شادی کے غلط استعمال کے باعث روز بروز ذلت و پستی میں ہی گرتے چلے جا رہے ہیں۔

آج کل بیاہ اور شادی کے لئے لڑکے، لڑکی کا انتخاب، یا تو قسمت کی بازی ہے یا بازار کا سودا جس میں پاک روحانی تعلقات اور دلی لگاؤ کا کہیں بھی کوئی گذر و دخل نہیں۔ لڑکے، لڑکی کے گن، کرم، سبھاؤ یعنی اوصاف مزاج اور عادات کا تو کسی کو بھی کچھ خیال نہیں رہتا۔ دیکھی جاتی ہے ان کے ماں باپ کی مالی حیثیت اور جاہ و ثروت۔ یا لڑکے لڑکی کا رنگ و روپ، چٹک مٹک۔ اب افلاس و ناداری اور بے روزگاری و بے کاری کی کثرت کے باعث کوئی کوئی سمجھدار اور دور اندیش والدین یہ بھی دیکھنے لگے ہیں کہ لڑکا جس کے پلے وہ لڑکی کو باندھ رہے ہیں کچھ کھانے کمانے کی بھی قابلیت رکھتا ہے یا نہیں۔ مگر بدقسمتی سے آج کل سکولوں اور کالجوں کی تعلیم کی ہندوستان میں کچھ بھی قدر و قیمت نہیں رہی۔ بی، اے اور ایم، اے بیس بیس اور پچیس پچیس روپیہ کی نوکری کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں مگر پھر بھی لڑکی والوں والوں کی نظر انہی پر پڑتی ہے۔ وہ اپنا گھر بار نیلام کر کے بھی انہی سے رشتہ پسند کرتے ہیں۔ کسی کھاتے کماتے ہنرمند کاریگر یا دکاندار کو پسندیدگی کی نظر سے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ یا پھر مالدار گھر تلاش کرتے ہیں۔ جہاں سے خوب جہیز ملے اور چڑھاوا چڑھے۔ ایسی شادیوں میں لڑکے اور لڑکی کی اپنی رغبت و رجحان دیکھنے کی کچھ بھی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ ان بے چاروں کے لئے تو نہ صرف قسمت کا سودا ہے۔ بُرا بھلا جیسا گلے منڈھا گیا۔

نبھانا ہی پڑے گا چاہے عمر بھر جوتیوں میں ہی دال بٹتی رہے۔ اس کا نتیجہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ لڑکا بدچلن ہو کر اپنی دل بستگی کا سامان کہیں اور تلاش کر لیتا ہے اور لڑکی گھر میں پھوٹی قسمت کو روتی رہتی ہے۔ سب سے بڑھ کر افسوس تو یہ ہے کہ جن خوش قسمت لڑکے یا لڑکیوں کو اپنی پسند سے شادی کرنے کا موقعہ بھی ملتا ہے۔ وہ بھی اس بارے میں کچھ زیادہ دانائی اور دانشمندی سے کام نہیں لیتے۔ بلکہ محض گوری چٹی چمڑی اور ظاہرا نمود و نمائش پر ہی لٹو ہو جاتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ دونوں کے گن کرم سبھاؤ ملتے ہیں یا نہیں۔ انجام یہ ہوتا ہے کہ چار دن میں جوانی کا نشہ سر سے اُتر جانے پر دونوں ہی اپنی اپنی بے وقوفی اور حماقتوں پر پچھتاتے ہیں یا اپنے ماں باپ کو گالیاں دیتے ہوئے اپنی قسمت کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ غرضیکہ بمشکل دس پانچ فی صدی ہی خاوند بیوی ہندوستان کیا دنیا میں ایسے خوش قسمت ملیں گے جو آخر دم تک ایک دوسرے سے ہر طرح سے مطمئن رہیں اور زندگی دلی سکون و اطمینان اور محبت و الفت سے بسر کر سکتے ہیں۔

بدقسمتی سے ہم اتنے کوتہ اندیش و کم عقل ہو گئے ہیں کہ یہ نہیں سمجھتے کہ شادی بیاہ کا تعلق جنم بھر کے لئے ہوتا ہے اور اسی پر مرد و عورت کے سکھ [illegible] انحصار ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان کی آئندہ نسلوں کی بہتری و بہبودی اور [illegible] و عروج کا دار و مدار بھی اسی ایک بات پر ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے سے مطمئن اور خوش رہیں۔ جس ملک اور قوم کے گرہستی اپنی خانگی زندگی میں جتنے آسودہ حال اور خوش و خرم ہوں گے۔ وہ ملک و قوم اتنے ہی ترقی یافتہ اور بر سر عروج ہوں گے۔ اسی لئے ہمارے سرمایہ ناز و واضع قوانین بھگوان منو نے لاکھوں سال پہلے اپنے دھرم شاستر میں یہ لکھ دیا تھا کہ جس خاندان اور جس

ملک میں عورتوں کی عزت ہوتی ہے اور وہ ہر طرح خوش و مطمئن رہتی ہیں۔ وہاں ہی دیوتاؤں یعنی صاحب علم اور نیک و افضل عادات و خصلات والے انسانوں کا قیام رہتا ہے اور وہ گھر اور ملک ہر طرح سے صاحب اقبال ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے جن گھروں اور ملکوں میں عورتوں کی بے قدری ہوتی ہے اور وہ ہر وقت جلتی کڑھتی اور روتی دھوتی رہتی ہیں وہاں فلاکت و تباہی ہی گھر کر لیتی ہے اور وہ ہمیشہ رو بہ زوال رہتے ہیں۔ یہی باعث ہے کہ زمانہ قدیم میں ہمارے ہندوستان کے اندر سوئمبر کی رسم جاری تھی یعنی ہر لڑکی کو یہ اختیار تھا کہ وہ خود اپنے لئے رفیقِ حیات منتخب کر لے اور اچھی طرح اپنے خیر اندیش بزرگوں کے سامنے اس کی لیاقت۔ قابلیت۔ گن۔ کرم اور سبھاؤ کا امتحان لے کر اسے اپنے سکھ دُکھ کا ساتھی بنا لے۔ بیاہ سے پہلے لڑکیوں کو ان کی قسمت پر بھروسہ کر کے بھیڑ بکری کی طرح زیادہ سے زیادہ قیمت ادا کرنے والے مرد کے سپرد نہیں کر دیا جاتا تھا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اب بھی رشتے ناطوں کے موقعوں پر لڑکے لڑکیوں کے گن۔ کرم اور سبھاؤ کی موافقت اور مناسبت کا ویسا ہی خیال رکھا جائے اور انھیں بھی ایک دوسرے کو پسند کرنے کا پورا پورا موقعہ دیا جائے۔

ہندوؤں میں شادی بیاہ کے موقعوں پر جو وید منتر پڑھے جاتے ہیں۔ اُن کے مطلب و معنی پر اگر غور کیا جائے۔ تو ان سے بھی شادی کی اہمیت و عظمت پوری پوری ظاہر ہوتی ہے۔ مگر افسوس کہ اب ہم نے اس اہمیت کو بالکل ہی نظر انداز کر کے اور ان منتروں کے منشا و مدعا کو بالکل ہی بھول کر شادی کے موقعے پر صرف طوطے کی طرح ان کا غلط بسلط رٹ لیا جانا ہی کافی سمجھ لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم ویدوں اور شاستروں کی تمام پاکیزہ تعلیمات سے بے فیض ہو کر گوناگوں مصیبتوں اور آفتوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور دنیا میں آرام و آسائش کے سب

سازو سامان رکھتے ہوئے بھی ان سے محروم ہیں۔

ہم اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جب کوئی شخص کسی کھیت کو مول لینے لگتا ہے تو اُس کی آراضی کا موقعہ۔ پیداوار۔ زمین کی زرخیزی وغیرہ کا اندازہ ماہرین کے مشورہ سے پورا پورا لگا کر رجسٹری کرانے سے پہلے ہی ہر طرح اپنا اطمینان کر لیتا ہے اور ہرگز کوئی ایسا سودا نہیں کرتا جس میں اُسے آئندہ گھاٹے اور نقصان کا احتمال ہو۔ مگر ہم اپنی اور اپنے لڑکے لڑکیوں کی شادی بیاہ کے ذریعے ان کے عمر بھر کے آرام و آسائش اور اُن کی آئندہ نسلوں کی بہتری و بہبودی کا سودا کرتے ہوئے ایسے اندھے ہو جاتے ہیں کہ دیکھتے ہوئے بھی کچھ نہیں دیکھتے اور سمجھتے ہوئے بھی کچھ نہیں سمجھتے۔ انھیں اندھا دھند الگل پچو ہی جس کے ساتھ چاہتے ہیں ایسا جکڑ جکڑ کر باندھ دیتے ہیں کہ خواہ کتنی بھی آفت و مصیبت اُن کے سروں پر کیوں نہ نازل ہوتی رہیں وہ اس گٹھ بندھن سے کسی طرح بھی چھٹکارا نہیں پا سکتے۔ اس سے بڑھ کر ہماری حماقت و بے وقوفی اور کیا ہو سکتی ہے۔

اس غلطی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنی حماقت سے شادی اور بیاہ کو محض ایک جسمانی و شہوانی تعلق سمجھ بیٹھے ہیں اور اس کے پاکیزہ و روحانی پہلو کو بالکل ہی بھول گئے ہیں۔ کیونکہ اس روحانی پہلو کا خیال تو صرف اُسی وقت پیدا ہو سکتا ہے۔ جبکہ اس تعلق سے ہمیں ذلیل مالی فائدہ کی خواہشات نفسانی کی سیری مدنظر نہ ہو۔ بلکہ ہم بیاہ شادی کو اپنا ایک نہایت ہی متبرک و مقدس فرض سمجھیں۔ اپنی روحانی بہتری و بہبودی کا ذریعہ خیال کریں اور اس کی مدد سے اپنے جیون کو یگیہ مے بنانا یعنی اپنی زندگی کو ملک و قوم نہیں نہیں بلکہ بنی نوع انسان اور اس سے بھی بڑھ کر تمام جانداروں کی خدمت میں ہی گذارنا اپنا فرض سمجھیں۔ جیسا کہ ہمارے پوجیہ رشی منیوں

کے قائم کردہ ان پانچ مہایگیوں کے طریق سے صاف ظاہر ہے۔ جن کی روزانہ ادائیگی کسی زمانہ میں ہر گرہستی پر فرض سمجھی جاتی تھی اور اس یگیہ چکر کو دنیا میں جاری رکھنے کے لئے ہی ہر ایک گرہستی جوڑے کا یہ فرض تھا کہ وہ دنیا میں نیک۔ تندرست۔ جری اور بہادر اولاد پیدا کرے۔ جو اپنے خاندان ہی نہیں بلکہ ملک و قوم کی سیوا کرنا اپنی زندگی کا مقصد اعلیٰ سمجھ کر نوع انسان کے لئے بہر طور قابل تقلید نظیر بننے کی کوشش کرے۔

مگر آج کل تو صورت حال بالکل ہی اس سے مختلف ہے۔ ان پاکیزہ و مقدس خیالات کو دقیانوسی کہہ کر ان کا مذاق اُڑایا جاتا ہے اور زیادہ تر ایسے گرہستی پیدا ہو رہے ہیں جنھیں مذہب اور سوسائٹی کی تمام پابندیاں وبال جان معلوم ہوتی ہیں اور جو اپنی زندگی کا مقصد جانوروں کی مانند کھانے پینے اور موج اُڑانے کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتے۔ لیکن اگر وہ حقیقتاً ہر طرح کے سکھ اور آرام بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ساتھ ہی ساتھ اس کے انھیں یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ اصلی آرام و آسائش خواہشات نفسانی کی اندھا دھند پیروی سے حاصل نہیں ہو سکتے بلکہ انھیں ضبط میں رکھ کر ان سے مناسب طریق پر فائدہ اُٹھانے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لئے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انھیں سب سے پہلے اپنے ہی جیسے پاکیزہ خیال رفیق حیات کی تلاش کرنی چاہئے جو اس مقصد کے حصول میں ہر طرح ان کی معاونت کرے اور کسی طرح بھی رکاوٹ ثابت نہ ہو یعنی اُن دونوں کی عادات و خصلات میں ہر طرح موافقت و موانست ہو۔ ورنہ اگر کسی شہوت پرست شخص کی شادی کسی دھرماتما اور نیک خیال عورت سے ہو جائے تو ان میں کشمکش پیدا ہونا محض لازمی ہے۔ اس لئے حتی الوسع اس کا موقع ہی درپیش نہ

آنے دینا چاہیئے۔
اگر آپ شادی خانہ آبادی کے ذریعے ایک جسم کا دوسرے جسم سے محض مادی تعلق نہیں بلکہ ایک روح کا دوسری روح سے روحانی تعلق پیدا کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ تو آپ کو لازمی ولابدی طور پر مرد و عورت کی عادات و خصلات میں یکسانیت و موافقت مدنظر رکھنی پڑے گی۔ اگر مرد خدمتِ ملک کو اپنا فرض سمجھتا ہے تو عورت کے سر میں بھی وہی سودا ہونا چاہیئے۔ اگر خاوند سنجیدہ مزاج۔ دُور اندیش اور معاملہ فہم طبیعت کا ہے تو بھلا اس کا گذارہ کسی چھچھوری۔ چلبلی۔ کوتہ اندیش۔ خودسر عورت کے ساتھ کیسے اور کب تک ہو سکتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اگر مرد میں دولت کمانے کی طاقت و قابلیت تو ہے۔ مگر وہ اسے سنبھال کر حفاظت سے نہیں رکھ سکتا۔ اس کی بیوی اگر کفایت شعار اور منتظم ہوگی تو وہ اس کے لئے ہر طرح آرام و آسائش کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ لیکن اگر وہ کفایت شعار و منتظم ہونے کے ساتھ ہی حد درجہ خسیس اور کنجوس بھی ہو اور کمانے والے کے مناسب جائز اخراجات میں بھی دست اندازی کرے۔ تو اس کے لئے جلد ہی وبالِ جان بن جائے گی۔ اس لئے گرہست کی گاڑی کو امن و امان سے منزلِ مقصود تک پہنچانے کے لئے نہ صرف یہی ضروری ہے کہ مرد و عورت کے مزاج۔ اوصاف و عادات ہی یکساں ہوں۔ بلکہ اگر ان میں کہیں کچھ جزوی سا اختلاف بھی ہو تو وہ اتنے دُور اندیش۔ معاملہ فہم اور موقعہ شناس بھی ہونے چاہئیں۔ کہ تحمل و برداشت سے ایک دوسرے کو سنبھالے چلے جائیں اور بات بے بات جوتم پیزار نہ کرتے رہیں۔ بالخصوص عورتوں میں تو یہ رواداری اور برداشت کی صفت

جتنی بھی ہو اُتنی ہی زیادہ ان کے لئے مفید اور منفعت بخش ہے۔ اس کی مدد سے وہ ذرا سی دانشمندی و دُور اندیشی کے ساتھ بڑی سے بڑی مشکلات و آفات کا سامنا کر سکتی ہے اور سخت سے سخت مزاج مرد کو بھی باسانی اپنے قابو میں لاکر کٹھ پتلی کی مانند نچا سکتی ہے۔ اسی صفت کو سنسکرت میں شیل کہا ہے اور اسی صفت سے متصف دیوی دنیا میں سوشیلا کہلا کر ہر جگہ عزت اور پوجا کی مستحق سمجھی جاتی ہے۔ ورنہ فرض کیجئے ایک شخص نہایت ہی شہوت پرست ہے۔ اگر اس کی بیوی بھی بے حیوں وچرا ویسی ہی بن جائے تو دونوں بہت ہی جلد اپنی صحت کا ستیاناس کر کے طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جائیں گے اور ان کی اولاد میں بھی یہ عیب اُن سے بدرجہا زیادہ رونما ہوگا۔ لیکن اس کے برعکس اگر وہ ایسی نہ ہو اور سخت مزاج ہونے کے باعث تحمل اور برداشت سے بھی بالکل عاری ہو رہے۔ تو وہ یقیناً بہت ہی جلد اپنے خاوند کی محبت والفت سے ہاتھ دھو کر اپنے گرہست کو تباہ و برباد کرلے گی۔ لیکن اگر وہ دانا و دُور اندیش ہے اور اس میں ذرا بھی تحمل و برداشت کا مادہ موجود ہے۔ تو وہ ایسی دانشمندی و خوبصورتی سے جلد ہی خاوند کو راہ راست پر لے آئے گی اور اس کی صحت و تندرستی تباہ نہ ہونے دے گی اور ساتھ ہی اس کے وہ اپنی اولاد کی صحت بھی برباد ہونے سے بچالے گی اور سب کو گوناگوں عیوب سے ہر طرح محفوظ رکھنے کا باعث ثابت ہوگی۔

اس لئے یہی مناسب ہے کہ عورت اپنے آپ میں تحمل و برداشت کے پاکیزہ صفت کو زیادہ سے زیادہ نشوونما دے اور مرد بھی اس کی طرف سے کبھی لاپرواہ نہ رہے۔ بلکہ یہی کوشش کرے کہ اس میں اس کی مقدار روز بروز بڑھتی جائے۔ تاکہ وہ اپنے سے مختلف مزاج والے آدمیوں کے ساتھ بھی

بہ سہولت گذارہ کر سکے۔ جس مرد میں اس وصف کی کمی ہو اور دیگر عیوب یا کمزوریوں کی زیادتی ہو اسے تو خاص کوشش جستجو اور تلاش سے کسی بردبار اور متحمل مزاج عورت کو اپنی زوجیت کے لئے منتخب کرنا چاہیئے۔ تاکہ اس کا گھر جلدی ہی تباہ و برباد نہ ہو جائے۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو سکے اپنے مزاج کو ٹھیک کئے بغیر کسی شادی کا خیال تک بھی دل میں نہ لانا چاہیئے۔ اس کے لئے شادی کبھی خوشی و اطمینان کا موجب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آج کل کے زمانہ میں ایسی نیک سیرت عورت ملنا نہایت دشوار ہے۔ جس میں برداشت تحمل کا مادہ اتنا زیادہ ہو کہ وہ اپنے خاوند کے ہاتھوں ہر طرح کی سختی و بدسلوکی برداشت کر کے بھی اس کی بہتری و بہبودی کا خیال رکھے اور بالآخر اس مزاج کو راہ راست پر لانے میں کامیاب ہو جائے۔

اسی طرح سمجھ بوجھ اور کاروباری معاملات میں بھی میاں بیوی میں اتفاق و اتحاد رہنا لازمی ہے۔ مثلاً جس شخص میں نفس پرستی کی زیادہ خواہش ہے۔ جو بہت سی اولاد چاہتا ہے یا اپنے گھربار کے کام کاج میں زیادہ مصروف رہتا ہے اس کے خیالات و خواہشات بھی ہمیشہ بدلتی رہتی ہیں۔ بیرونی دنیا کی لذتوں کی طرف اس کا دھیان بہت کم جاتا ہے اُسے عورت بھی ایسی ہی ملنی چاہیئے جس کے دل میں ایسی ہی ترنگیں اُٹھتی رہیں ؎

خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

جارج سیرٹن صاحب نے اپنی ایک کتاب موسومہ "شادی کیسے کرنی چاہیئے" میں خانہ داری کے عیش و آرام حاصل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اصول قائم کئے ہیں۔ جن پر مردوں اور عورتوں کو پورا پورا غور کرنا چاہیئے۔

۱۔ اپنا جوڑا ایسا تلاش کرو جس سے تم یک جان و دو قالب بن سکو یعنی جو گن۔کرم اور سبھاؤ میں بالکل تمہارے مشابہ ہو اور جس کی تندرستی بھی تمہارے ہی جیسی ہو۔

۲۔ عمر کے لحاظ سے جوان اور بوڑھے کا تعلق بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ رنگت کے لحاظ سے گورے اور کالے کا۔

۳۔ دھرم کرم کا خیال رکھنے والے مذہب پرست لوگوں کو اپنے جوڑے کے لئے ایسے شخص کو ہرگز منتخب نہ کرنا چاہئے۔جو کھاؤ۔پیو اور موج اڑاؤ کے اصول کا پیرو ہو۔کیونکہ

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

۴۔ عقل و تمیز کے لحاظ سے بھی ایک بدھو لفر کا صاحب علم کے ساتھ کیا میل؟ بلبل اور کوے کا جوڑا کب موزوں ہوسکتا ہے؟

کبوتر با کبوتر باز با باز

کا اصول بھی نظر انداز نہ ہونا چاہئے۔

۵۔ مذہبی نقطہ خیال سے بھی اگر مرد و عورت دونوں ایک ہی مذہب کے پیرو ہوں یا ایک ہی جیسے خیالات رکھتے ہوں۔تب ہی ان کی آرام سے گذر سکتی ہے۔ ورنہ کشاکشی ضرور رہے گی۔

۶۔ عادات و خصلات کے لحاظ سے گوشت خور اور سبزی خور کا نبھاؤ بھی مشکل ہی ہے۔ اسی طرح اور بھی عادتوں کو سمجھ لیجئے۔شرابی کی سرابی سے اور افیونی کی افیونی سے ہی خوب گھٹتی ہے۔ شرابی اور افیونی کی کھٹا پٹی لازمی ہی ہے۔

۷۔ دونوں کا مقصد زندگی بھی مختلف نہ ہونا چاہئے جس کے دل

شہرت و ناموری کی خواہش ہو۔ اس کا میل کسی ایسے شخص سے کب تک نبھ سکتا ہے۔ جو بے غرضانہ خدمت کی عظمت کا معتقد ہو۔ ایسا شخص تو اگر شادی نہ کرے۔ تب ہی مزے میں رہ سکتا ہے۔ ورنہ اُسے اپنا جوڑا کوئی ایسا تلاش کرنا چاہیئے جس کی زندگی کا مقصد کچھ بھی نہ ہو اور جو بآسانی اس کے رنگ میں رنگا جا سکے۔

۸۔ یہ مشہور ہے کہ مکمل اور بہترین شادی کے لئے مرد و عورت دونوں کے دلوں کا ملنا اور دونوں میں سچی اور پاک محبت ہونا نہایت ضروری ہے لیکن آج کل دنیا میں یہ ہی سب سے مشکل بات ہے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ جیوتش۔ نجوم اور ہست ریکھا (ہتھیلی کے خطوط سے نوشتہ قسمت کا پتہ لگانا) وغیرہ علوم اس بارے میں بہت کچھ مدد دے سکتے ہیں۔ لیکن ان خیالات کے معتقد لوگوں کی حالت دیکھ کر تو یہی کہنا پڑتا ہے کہ

ایں خیال است و محال است و جنوں

اوّل تو یہ خیال ہی لغو و فضول ہے اور اگر اس میں کچھ حقیقت بھی ہو تو ان علم کا ماہر ہونے والے ہزار دعویداروں میں بمشکل کوئی ایک سچا نکلتا ہے باقی ۹۹۹ تو ٹھگ اور دھوکہ باز ہی ملتے ہیں۔ اس لئے ان کے جال میں نہ پھنسنا ہی اچھا ہے۔

چوتھا باب

عشق و محبّت

اگر شادی کے لئے مرد یا عورت کے انتخاب میں علم تشریح الاجسام (اناٹومی اور فزیالوجی) یا علم کیفیات دماغی (سائیکوجی) سے کچھ مدد لی جا سکے تو طرفین میں شادی سے پہلے عشق و محبت ہونے کی کوئی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ چونکہ اصلی اور بناوٹی محبّت اور دلی و جذباتی عشق کی پہچان ایک بہت ہی ٹیڑھی کھیر ہے۔ اس لئے یہ تام نہاد محبت شادی کے متعلق انتخاب میں کچھ بہُت معاون بھی ثابت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اکثر دھوکہ اور فریب ہی ظاہر ہو کر موجب نقصان و زیان بن جاتی ہے اسی لئے بڑے بڑے ملک الشعرا سے لے کر معمولی دیہاتی تک بھی عشق و محبت کی کرشمہ سازیوں پر اپنی اپنی جولانی طبع دکھائی ہے اور اس کے نفع و نقصان کو مختلف صورتوں میں پیش کیا ہے فلموں۔ ناٹکوں اور معمولی قصہ کہانیوں کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ ان میں تو اس کے سوا اور کچھ چرچا ہی نہیں ہوتا۔ لیکن بھی بہت ہی کم مصنّف یا شاعر ایسے ہیں جو اس عشق و محبت کے اصلی راز کو کچھ سمجھ سکیں یا محسوس کرنے میں کچھ کامیاب ہوئے ہیں۔

اکثر اس لفظ کا استعمال بہت ہی غلط طور پر کیا جاتا ہے۔ بہ نظر غور اگر دیکھا تو شادی بیاہ کے معاملات میں تو اس کا ذکر ہی فضول ہے۔ اس میں تو اکثر بناوٹی اور مطلب کی محبت کو ہی اصلی محبت ظاہر کر کے بھولے بھالے فریق ثانی کو اپنی خود غرضی اور مطلب براری کے جال میں پھنسا لیا جاتا ہے۔ اس لئے شادی کے خواہاں دور اندیش و معاملہ فہم اشخاص کو اس بارے میں بڑا محتاط و ہوشیار رہنا چاہیئے۔ کیونکہ مرد و عورت میں سچی محبت صرف اسی حالت میں ہو سکتی ہے۔ جب کہ ان کے جسم ہی نہیں بلکہ دل و روح بھی پوری طرح سے مل کر ایک ہو جائیں۔ جو کہ کچھ آسان کام نہیں۔ اس کے لئے سالہا سال ہی نہیں جنم جنمانتروں کی ضرورت ہے۔ اسی لئے ہمارے بزرگوں نے شادی کو محض دنیاوی رشتہ ہی نہیں۔ بلکہ روحانی رشتہ مانا ہے۔

اس لئے انھیں اپنا جوڑا تلاش کرنے میں عشق و محبت کا کچھ زیادہ خیال نہ کر کے اپنی عقل و تمیز سے پوری پوری مدد لینی چاہیئے اور اپنا ساتھی ایسا ہی تلاش کرنا چاہیئے۔ جو صرف سن و سال اور حسن و جمال کے لحاظ سے ہی نہیں بلکہ لیاقت و قابلیت۔ چال چلن۔ طریق و اطوار۔ عادات و خصلات اور اخلاق و مزاج کے خیال سے بھی ہر طرح موزوں و مشابہ ہو۔ ان سب باتوں کے ساتھ اگر محبت و الفت کا بھی کچھ رنگ ہو۔ تب تو اُسے سونے پر سہاگہ سمجھنا چاہیئے۔ ورنہ بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان۔

سیرت پہ تم فدا ہو صورت ہوئی تو کیا؟
اک گوری چمپئی مٹی کی مورت ہوئی تو کیا؟

یقین رکھو۔ ان سب متذکرہ بالا اوصاف کی موافقت سے محبت و ہمدردی خود بخود پیدا ہو کر دونوں کی زندگی کو خوشی و مسرت سے بھرپور کر دیتی ہے۔ اور ...

بروز ترقی کر کے انھیں اس محبت مجسم کے قدموں میں پہنچا دیتی ہے ۔ جس نے اپنے فضل وکرم سے اس تمام زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے ۔ یہ محبت خود غرضی و نفس پرستی سے نہیں بلکہ قربانی وایثار سے پیدا ہوتی ہے اور اس کا بیج ایک انسان کے مادی جسم میں ہی نہیں بلکہ دل ودماغ کے لطیف سے لطیف عنصر میں اس وقت بویا جاتا ہے ۔ جب کہ اس کے ماں باپ دونوں اپنی ذاتی گناہ آلود خواہشات سے بالاتر ہو کر محض ایک دوسرے کی خوشنودی واطمینان کے لئے اور اپنے بزرگوں کی نسل کو قائم رکھنے اور بزرگانِ دین کے خیالات وتخیلات کا سلسلہ جاری رکھنے کے پاکیزہ مقاصد کی تکمیل کے لئے ایک نئے قالب خاکی کی بنیاد رکھتے ہیں ۔ اسی لئے آج کل کے شہوت پرستی اور نفس پرستی کے زمانے میں وہ عشق صادق اور سورگیہ پریم ایک عنقا صفت چیز ہے اور اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک پھر ماں باپ انھیں پاک ومقدس جذبات سے اپنے دل کو بھرپور کر کے نیک ۔ ہمدرد ۔ خدا ترس ۔ بہادر اور جری ہمت اولاد پیدا کرنے کی پاک خواہش سے شادی کرنا ضروری خیال نہ کریں ۔ صرف وہی اولاد جو ان پاکیزہ خواہشات وجذبات کے زیر اثر پیدا ہوتی ہے اپنے ماں باپ سے سچی اور دلی محبت کرتی ہے اور ہر طرح سے ان کی فرماں بردار اور غمگسار رہ کر ان کی مسرت وخرمی کو بڑھاتی ہے اور ان کے لطفِ زندگی کو دوبالا کرتی ہے ۔ ایسے حالات میں جتنا بھی کوئی خاندان بڑھتا ہے ۔ اتنا ہی اس کے افراد میں باہمی محبت و الفت اور اتفاق اور اتحاد ہونے سے وہ پھلتا اور پھولتا ہے ۔ قوم اور ملک کے لئے باعث فخر اور موجب خوش بختی بنتا ہے اور اپنے بزرگوں کا نام روشن کرتا ہے ۔ لیکن اس کے برخلاف بیچ اور کمینے خود غرضی آمیز خیالات وجذبات کے زیر اثر پیدا شدہ اولاد نہ صرف اپنے والدین کے لئے ہی وبال

جان اور موجب زیان ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اپنے خاندان، ملک، و قوم کو بھی تباہی اور ذلت و رسوائی کے غار عمیق اور قعر تنگ و تاریک میں گراتی ہے۔

زمانہ حال میں پرماتما کا پریم تو دنیا داروں کے سولوں میں پیدا ہونا بہت ہی مشکل ہے۔ کیونکہ یہ تو صرف اُن ہی خوش قسمتوں اور پاک نفسوں کو نصیب ہوتا ہے جو شروع سے ہی اپنی روزانہ زندگی میں نہایت محتاط و پرہیزگار ہیں ہر وقت ہی مالک ہر دو جہان کی خوشنودی کو مدنظر رکھتے ہیں اور نفس پرستی کے تباہ کن راستوں سے بچے رہنے کے لئے شب و روز ہی کوشاں رہتے ہیں جس طرح کسی مرد و عورت میں اچانک ہی سچی اور حقیقی محبت پیدا ہو جانا تقریباً ناممکن ہے اور ہمیشہ دھیرے دھیرے بڑھتی اور ترقی کرتی ہے اُسی طرح پرم پتا پرماتما کے چرنوں میں بھی انسان کا پریم آہستہ آہستہ اور سخت کوشش و محنت سے پیدا ہو کر روزانہ ریاضت سے بڑھتا اور نشو و نما پاتا ہے۔ کیونکہ نظام قدرت نے ہر طرف ہی بتدریج ترقی یعنی (ریوولیوشن) کا اصول کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس لئے زمانہ حال کی عشق آمیز شادیوں میں بھی آنکھیں چار ہوتے ہی عشق پیدا ہو جانے کی جو باتیں کہی اور سنی جاتی ہیں یا تو وہ ۹۰ فیصدی غلط ہیں یا نفس پرستی آمیز رجحان و رغبت کو ہی جو اکثر کوئی پسندیدہ صورت نظر آتے ہی مردوں اور عورتوں کے دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے غلطی سے عشق و محبت سمجھ لیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ایسی شادیوں کا بہت کم انجام خیر ہوتا ہے اور زیادہ تر اُن سے خرابیاں ہی ظہور میں آتی ہیں۔ اس لئے نوجوان اور بالخصوص نوجوان لڑکیوں کو ہمیشہ ان سے کوسوں دور رہنا چاہیئے اور اپنے شیشہ عصمت کو شادی ہونے سے پہلے جان پر کھیل کر بھی بچانا چاہیئے۔ کیوں کہ اس میں بال تک بھی آنے پر سماج میں اُن کے لئے کہیں جگہ نہیں رہتی۔

ہاں یہ بھی عین ممکن ہے کہ ابتدائی رجحان و رغبت ہی بعد میں طرفین کی طرف سے ہمدردی آمیز سلوک ہونے اور گن کرم سبھاؤ میں مشابہت و موافقت پیدا ہو جانے کے بعد آہستہ آہستہ بجلد یا بدیر سچی محبت کی صورت اختیار کرلے اور عشق صادق کی شکل میں تبدیل ہو جائے۔ ورنہ جب کوئی مرد یا عورت کسی سے ایک دم عشق و محبت کا دم بھرنے لگے اور اس امر کا کچھ بھی خیال نہ کرے۔ کہ فریق مخالف کی صفات کیا ہیں اور اس کے اپنے اوصاف سے انھیں کیا نسبت ہے۔ تو اس عشق و محبت کو صرف مطلب پرستی پر ہی بلکہ کسی نہ کسی قسم کی ذلیل و کمینہ خواہشات پر مبنی سمجھنا چاہیئے اور یہی خیال کرنا چاہیئے کہ یہ محبت حقیقت و صداقت سے قطعی عاری ہے اور اس کی بنیاد و تباہ کن خود غرضی یا جذباتِ شہوانی کے سوا اور کسی چیز پر نہیں۔ اس لئے ایسے تعلقات سے انجام کار لطف زندگی حاصل ہونے کی بجائے کلفت و مصیبت کے سوا اور کچھ بھی نصیب نہیں ہو سکتا۔ برعکس اس کے وہ شادیاں ان کی نسبت بدرجہا زیادہ بہتر ثابت ہوتی ہیں جن میں اس ناپاک اور نفسانیت آمیز عشق و محبت کے ڈھونگ کا تو کہیں نام و نشان بھی نہیں ہوتا۔ لیکن طرفین کے گن کرم اور سبھاؤ کی موافقت کے متعلق پوری پوری چھان بین کر کے دونوں میں رشتہ قائم کیا جاتا ہے۔ ان میں ان کے گن کرم اور سبھاؤ کی یکسانیت کی بدولت طرفین کی طرف سے ذرا سی بھی سمجھ بوجھ دانائی و دُور اندیشی تحمل و برداشت سے کام لینے پر جو محبت و ہمدردی پیدا ہو سکتی ہے۔ وہ اُن مردوں اور عورتوں کو کبھی بھی نصیب نہیں ہو سکتی جنھوں نے کسی قسم کی کمینہ خود غرضی یا ذلیل نفس پرستی کے ماتحت شادی یا تعلقات زناشوئی پیدا کئے ہیں۔

اس لئے حقیقی عشق و محبت کے اصلی واقعات پر جب کبھی بھی آپ غور

کریں گے تو ہمیشہ یہی پائیں گے۔ کہ ان میں پہلے ابتدائی رغبت و رجحان پیدا ہو کر پھر قانون قدرت کے عین مطابق انھیں بتدریج ترقی ونشو ونما حاصل ہوتی ہے اور جہاں کہیں بھی ایسا ہوا ہے ہمیشہ دل کی ایک واحد طاقت یکسوئی کی بدولت ہی ایسا ہوا ہے اور اس میں اس کے سوا کسی بھی دوسرے خیال و خواہش کا کوئی عمل و دخل کبھی ظاہر نہیں ہوتا اور ایسے ہی نفسانیت سے بالاتر و پاک عشق کہا جاتا ہے۔ تو عشق مجازی ہونے کے باوجود عشق حقیقی کی پہلی منزل بن جاتا ہے۔

ہمیں ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اپنے خیالات و جذبات اور اعمال و افعال کے لحاظ سے تمام انسانوں کی رغبت و رجحان میں نمایاں اختلاف ہوا کرتا ہے اور یہ کوئی آسان بات نہیں ہے کہ عورتوں اور مردوں کے گن۔ کرم اور سبھاؤ میں موافقت و مشابہت ظاہر ہو سکے۔ لیکن پھر بھی کم و بیش یکسانیت اکثر مل جاتی ہے۔ جس سے وہ اپنی دانشمندی۔ دور اندیشی اور معاملہ فہمی سے بعد میں بہت کچھ بڑھا سکتے ہیں۔ یہ مشابہت بھی ابتدا میں ہی جتنی زیادہ ہو اتنا ہی دونوں کے لئے اچھا ہے۔ کیونکہ ان کی بدولت دونوں کو اتنا ہی ایک دوسرے کے مطابق اپنے مزاج و عادات کو ڈھالنا آسان ہو جاتا ہے اور اتنا ہی ان دونوں میں الفت و محبت بسہولیت نشو ونما حاصل کر سکتی ہیں۔ لیکن برعکس اس کے ان میں جتنا بھی زیادہ اختلاف ہو گا اتنی ہی ان کی مشکلات بڑھتی جائیں گی اور قدم قدم پہ انھیں دقتوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا جائے گا۔

اس لئے یہ سمجھنا چاہیے۔ کہ چند ایک مشابہتوں اور موافقتوں کی بنا پر بھی جو رشتے ہو جاتے ہیں۔ ان میں دونوں کے دل کسی کمینہ خودغرضی سے پاک وصاف ہونے کے باعث اکثر معمولی سی دور اندیشی اور عمل و برداشت سے

کام لینے پر بہت سے جزوی اختلافات آہستہ آہستہ خود بخود دور ہو کر یکسانیت اور مشابہت بڑھتی اور محبت والفت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح رفتہ رفتہ چند سال گذر جانے پر دونوں یک جان دو قالب بن جاتے ہیں اور وہ اپنی خانگی زندگی میں بہشت کے مانند لطف وآرام حاصل کرنے لگتے ہیں۔ مگر پھر بھی مندرجہ ذیل چند باتیں نہایت ضروری ہیں۔ جن کا ہر مرد و عورت کو رشتۂ ازدواج قائم کرنے سے پہلے اور بعد میں پورا پورا خیال رکھنا چاہیئے۔

۱۔ دونوں کی صحت و تندرستی بحد امکان مکمل ہو۔ اگر شادی کے بعد بھی اس میں کچھ نقص واقع ہو جائے۔ تو اسے فریق متعلقہ کی طرف سے جلد سے جلد پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔ نہ کہ الٹا تساہل و بدپرہیزیوں سے دیدہ و دانستہ اور بد سے بدتر بناتے رہیں۔ کیونکہ ایک عرصہ دراز کی طول طویل تیمارداری بھی اکثر مقراض محبت ثابت ہوا کرتی ہے۔ اس لئے مریض کو ہمیشہ یہ چاہیئے کہ نہ صرف اپنے اوپر ہر طرح کا جبر روا رکھ کر جلد سے جلد صحتیاب ہونے کی کوشش بلکہ اپنے آرام کے لئے تیمارداروں کو کم سے کم تکلیف دے اور حتی الوسع ضبط و استقلال سے کام لے اور انھیں اپنے متعلق بدپرہیزی۔ مزاج کے چڑچڑے پن یا اور کسی قسم کی کوئی شکایت نہ پیدا ہونے دے۔ عورتوں کو تو اس بارے میں خصوصاً بہت زیادہ محتاط رہنا چاہیئے۔ کیونکہ مرد خلقاً بہت خودغرض واقع ہوئے ہیں اور انھیں تحمل و برداشت کے ساتھ ہی ساتھ خدمت کا جذبہ بھی بہت کم ہوتا ہے۔ اس لئے عورتیں بیمار ہو کر مردوں کے لئے بہت جلد وبال جان ہو جاتی ہیں اور ان کے دل سے اپنی محبت کھو بیٹھتی ہیں۔

۲۔ اپنے دل کو ہمیشہ ہمدردی سے بھرپور رکھو اور کسی سے بدسلوکی کرنے سے پہلے ہمیشہ یہ سوچ لو کہ اگر میں خود ایسی حالت میں ہوں تو دوسروں سے کیسے

سلوک کا متمنی رہوں گا - پھر ویسا ہی سلوک اوروں کے ساتھ کرنے کی کوشش کرو۔

۳ - پرماتما کے سوا اور کسی کی ذات کو بے عیب نہ سمجھو۔ لیکن کبھی فریق ثانی پر اپنی بے اعتمادی و بے اعتباری ظاہر نہ ہو دے - بلکہ اس پر پورا پورا اعتبار و اعتماد رکھے - ہمیشہ یہ یاد رکھو کہ رشک و حسد انسان کے عیش و آرام کے سب سے بڑے اور سب سے بُرے دشمن ہیں۔

۴ - فریق ثانی کی کمزوریوں اور خامیوں کو ہمیشہ معاف کرنے کے لئے تیار رہو کبھی بات کا بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ بنا کر کسی سے فضول جھگڑا بڑھانے کی کوشش نہ کرو۔

۵ - لطف و عنایات سے دوسرے پر فتح پانے کے لیئے ہمیشہ کوشاں رہو - نہ کہ جبر و جبر اور زور و قوت سے۔

۶ - اپنے احسانات اور مروتوں کو اور دوسروں کی غلطیوں کو کبھی زبان پر نہ لاؤ - بلکہ ہمیشہ بھولتے جانے کی کوشش کرو۔

۷ - نشہ آور اشیا و مثلاً شراب افیون - چرس - بھنگ حتیٰ کہ تمباکو اور چلئے تک کو صحت کے لئے مضر سمجھو - حتی الوسع ان سے بچتے رہو اور ہرگز ہرگز کسی بھی صورت میں انھیں اپنے اوپر قابو نہ پانے دو۔ کیونکہ یہ اکثر سچی محبت اور حقیقی الفت کے راستے میں سدِّ سکندری ثابت ہوتے ہیں اور عیش و آرام - آسائش و اطمینان کے جانی دشمن بالخصوص اس صورت میں جبکہ فریق ثانی ان سے ثابت ہو۔

۸ - فریق ثانی کو کبھی اپنے سے کہتر و کمتر نہ سمجھو اور اس پر کبھی اپنی فوقیت

و برتری کا اظہار نہ کرو - بلکہ برخلاف اس اُسے ہر طرح اپنی برابر سمجھ

کر اُس کی دلداری و دلجمعی میں ہی اپنی محبت کی فتح خیال کرو۔ کیونکہ دنیا میں کامیابی و کامرانی حاصل کرنے کے لئے "دو اور لو" سے بہتر دُوسرا اَور کوئی اُصول نہیں۔

۵۔ دوسروں کو اپنا ممنون احسان بنانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ دو اَور حتی الوسیع اَوروں کے بار احسان سے جلد سے جلد سبکدوش ہونے کی کوشش کرو۔ لیکن ایسی خوبصورتی کے ساتھ کہ اسے ناگوار نہ ہو۔

پانچواں باب

مردوں کے چند عیوب و صفات

اگرچہ بدقسمتی سے اس وقت ہمارے ملک میں لڑکیوں اور عورتوں کو اختیار نہیں کہ وہ اپنی شادی کے لیے مناسب مرد کا انتخاب کر سکیں لیکن ہمارے بھارت ورش میں عورتیں ہمیشہ ہی ایسی بے دست و پا اور بے اختیار نہیں رہیں۔ لفظ سوئمبر سے صاف ظاہر ہے کہ بھارت کے عروج و ترقی کے زمانے میں آریہ دیویوں کو ہمیشہ اپنے لئے خاوند پسند کرنے کا اختیار حاصل رہا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ جس شخص کو وہ اپنے لئے موزوں خاوند نہیں سمجھتی تھیں اُسے سوئمبر کے امتحان کے مقابلہ میں حصہ لینے سے بھی روک دیا کرتی تھیں۔ چنانچہ جب بہادر کرن دروپدی کے سوئمبر میں حصہ لینے کے لئے آگے بڑھا۔ تو دروپدی نے صاف الفاظ میں اسے میدان مقابلہ میں آنے سے منع کر دیا اور کہہ دیا کہ میں رتھوان سوت کے لڑکے سے بیاہ نہ کراؤں گی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بھارت پتریاں اپنے بیاہ کے بارے میں ہمیشہ ہی ایسی مجبور و لاچار نہ تھیں۔ جیسی کہ آج کل ہیں۔ بہرحال جو والدین یہ چاہتے ہیں کہ ان کی لڑکیاں شادی کے بعد تکلیف و مصیبت میں نہ پھنسیں اور جو اپنی پسند سے شادی کرنے میں آزاد ہوں انھیں مردوں کے مندرجہ ذیل اوصاف پر خاص طور سے غور کر لینا چاہیئے:-

۲- مرد عورت سے کم عمر ہرگز نہ ہونا چاہیئے اور نہ صحت وتندرستی نیز قد وجسامت کے لحاظ سے ہی اس سے ہلکا اور کمزور یا بہت زیادہ زبردست ہو۔ بلکہ مرد ہمیشہ عورت سے کم از کم سوایا اور زیادہ سے زیادہ ڈیوڑھا ہو۔ نہ صرف یہ کہ بظاہر کسی بیماری میں مبتلا نہ ہو بلکہ کسی پوشیدہ بیماری کا بھی شکار نہ ہو۔ اور اس کے خاندان میں پشت ہا پشت سے کبھی کوئی ایسی بیماری نہ رہی ہو جو کہ موروثی طور پر اثر انداز ہو سکتی ہو یعنی سوزاک۔ آتشک۔ تپ دق۔ کوڑھ۔ جزام۔ پھلبہری وغیرہ وغیرہ۔

۳- منشیات مثلاً شراب۔ بھنگ۔ چرس۔ افیون۔ کوکین وغیرہ کا دلدادہ نہ ہو۔ بلکہ اگر چائے وتمباکو وغیرہ سے بھی پرہیز کرتا ہو تو بہت ہی اچھا ہے کیونکہ تمباکو نوش کے منہ اور جسم سے اکثر ایسی نفرت انگیز بدبو آنے لگتی ہے جو تمباکو استعمال نہ کرنے والوں کے لئے بسا اوقات ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ چائے نوشی کی علت بھی کچھ قابل تعریف نہیں اور اکثر بہت تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے۔

ایک میم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ میری ایک سہیلی نے تین ایسے نہایت معزز اور مالدار لوگوں سے یکے بعد دیگرے شادی کرنے سے محض اس لئے انکار کر دیا کہ وہ سگریٹ پیتے تھے اور اس وقت تک شادی نہیں کی۔ جب تک کہ اُسے اپنی حسب منشا کوئی ایسا خاوند نہیں مل گیا جو تمباکو کی علت سے آزاد تھا۔ مگر افسوس کہ ہندوستان میں والدین اس امر کا بالکل ہی خیال نہیں کرتے۔

ماسوائے اس کے ماہرین کا بھی خیال کہ تمباکو نوش زیادہ تر شہوانی

جذبات کا شکار رہتے ہیں اور اکثر شراب پینے کے بھی بآسانی عادی ہو جاتے ہیں کیونکہ تمباکو اور شراب کا تعلق ایسا ہی ہے جیسا کہ دن اور رات کا۔ غرض یہ کہ اس امر حقیقت سے کوئی سمجھدار شخص انکار نہیں کر سکتا کہ ہر قسم کے منشیات شراب افیون وغیرہ کا استعمال انسان کی آتما (روح) کو کمزور کر کے اُسے نشوں کا غلام بنا دیتا ہے اور طرح طرح کی مصیبتوں، آفتوں نیز ناگفتہ بہ گناہوں میں پھنسا دیتا ہے اور کبھی پاکیزہ افعال و اعمال کی طرف راغب نہیں ہونے دیتا۔ اس لئے ایسے شخص کی زوجیت تو درکنار اُس کی معمولی میل ملاقات اور رشتہ داری بھی نقصان و ذلت سے خالی نہیں۔ ایسے ہی لوگ اکثر مغلوب الشہوت اور بدچلن ہوا کرتے ہیں ان کی بیویاں بھی آرام و آسائش حاصل نہیں کر سکتیں اور تا عمر جلتی کڑھتی ہی اس جہاں فانی سے کوچ کر جاتی ہیں۔

۳۔ بزدل اور ڈرپوک مرد سے کبھی شادی نہ کرو۔ کیوں کہ اس کا جسم بظاہر مضبوط و طاقتور ہوتے ہوئے بھی اس کا آتما بہت کمزور ہوتا ہے۔ جو اُسے کبھی بھی کسی نیک و حیات آمیز کام کی طرف راغب نہیں ہونے دیتا۔ ایسے خاوند سے حاصل شدہ اولاد بھی کبھی مردانہ اوصاف سے متصف نہیں ہو سکتی اور ہمیشہ ذلیل و کمینہ خود غرضیوں کا شکار رہ کر نہ صرف خود ہی ذلیل و خوار رہتی ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کے عزیز و اقارب کو بھی ذلیل و خوار رکھتی ہے۔ اگر بد قسمتی سے کسی ایسے شخص سے تمہاری شادی بھی ہو جائے تو ہر ممکن طریق پر یہ کوشش کرو کہ تمہاری اولاد میں اپنے باپ کا یہ عیب پیدا نہ ہو۔ یہ کس طرح ممکن ہے۔ اس کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا جائے گا۔

۴۔ کسی ایسے شخص سے شادی نہ کرو جو فرائض کو ادا کرنے کی بجائے اپنے حقوق پر زیادہ زور دیتا ہو

مصروف ہو۔ کیونکہ اس میں وہ مردانگی ہمت و جرائت کبھی قائم نہیں رہ سکتی۔ جو کہ مردوں کا ایک خاص وصف اور ان کا سب سے بڑا جوہر ہونا چاہیئے۔ ہر پیشے کا اثر پیشہ ور کی عادات و خصلات اور مزاج وصفات پر ضرور پڑتا ہے۔ اگر عورت کسی پیشے سے نفرت کرتی ہے اور اُسے وہی پیشہ کرنے والا خاوند مل جاتا ہے۔ تو وہ اس سے کس طرح مطمئن اور خوش رہ سکتی ہے۔

۵۔ بے کار و بے روزگار مرد سے کبھی شادی نہ کرو۔ کیونکہ اس کے مردانہ اوصاف بھی روز بروز روبہ زوال رہتے ہیں۔ سچا مرد بے کاری اور بے روزگاری کو اپنے لئے سب سے بڑی ذلت خیال کرتا ہے۔ اس کے لئے بے کار رہنا موت سے بدتر ہے۔ وہ اپنی ہمت و جرات سے اپنے لئے کوئی نہ کوئی کام نکال ہی لیتا ہے۔ خواہ وہ کام کتنا ہی معمولی اور بے وقعت سا کیوں نہ ہو وہ اپنی محنت و دیانتداری سے اس میں ایک ایسی شان پیدا کر لیتا ہے۔ جو دنیا کو حیران کر دیتی ہے۔ اس لئے کبھی کسی پیشے کو ذلیل نہ سمجھنا چاہیئے۔ بے کاری کی ذلت سے بڑھ کر کوئی کام بھی ذلیل نہیں۔

۶۔ اپنے نزدیکی رشتہ داروں میں کبھی شادی نہ کرو۔ میکے سے جتنی بھی دور شادی ہو اتنا ہی اچھا اور باعث عزت ہے۔ اسی لئے سنسکرت میں ایک مقولہ ہے کہ "دوہتہ دور ہتا" لڑکی کے اپنے میکے سے دور ہی رہنے میں ہمت ہے۔ اسی میں اس کی اور اس کے خاوند کی دونوں کی عزت ہے ایک تو عرصہ بعد اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے رہنے میں اُنس و محبت قائم رہتی بلکہ بڑھتی ہے۔ دوسرے دونوں خاندانوں کے اندرونی حالات و نقائص ایک دوسرے پر ظاہر ہو کر کبھی کسی کی بے عزتی کا باعث

نہیں بنتے اور لڑکی کو اپنی سسرال یا میکے میں فضول ندامت و شرمساری اُٹھانی نہیں پڑتی۔

۷۔ حتی الوسع کسی رنڈوے سے شادی نہ کرو۔ کیونکہ اس سے من ملنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے پہلی بیوی کی صفات کی یاد اُسے بے چین رکھتی اور دوسری بیوی سے مانوس و مطمئن نہیں ہونے دیتی۔ ماسوا اس کے اس کی نفسانی خواہشات بھی اکثر بہت تکلیف دہ ثابت ہوتی ہیں۔ کیونکہ

مرد چوں پیر شود حرص جوان مے گردد

کے مصداق بڑی عمر میں اپنے دل پر قابو نہ رہنے کے باعث بوڑھوں کی حرص جوانوں سے بھی زیادہ بڑھی رہتی ہے۔ پھر ایسے مرد سے تو کبھی بھول کر بھی کوئی تعلق پیدا نہ کرو جس کی پہلی بیوی زندہ ہو۔ ہمیشہ یہ یاد رکھو کہ جو شخص ایک عورت کے متعلق ہی اپنے فرض کو نہیں نبھا سکا۔ وہ دوسری سے کیا نبھائے گا؟

۸۔ بے اصولے مرد سے بھی ہمیشہ دور رہنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ بے حد خود غرض و مطلب پرست ہوتا ہے۔ اس سے کسی کو بھی کبھی بہتری کی امید نہیں ہو سکتی۔ ایسے اشخاص میں جواری اور قمار باز سب سے زیادہ ذلیل اور کمینہ ہوتا ہے۔ اس سے دوسرے درجے پر کنجوس۔ مکھی چوس زرپرست اور لگے کا یار۔ جس سے کبھی کسی کو کچھ فیض نہیں پہنچ سکتا۔

۹۔ جس شخص کو اپنی ماں اور بہن کی عزت کا کچھ خیال نہ ہو اور ان سے پسرانہ و برادرانہ محبت نہ ہو۔ اس سے بھی شادی نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ وہ بھی ذلیل۔ کمینہ و خود غرض ہوتا ہے۔ جس سے کبھی کسی کو کچھ فیض نہیں

پہنچ سکتا۔

۱۰۔ جو شخص اپنے لباس و پوشاک کی طرف سے لاپرواہ ہو۔ جسے اپنی حیثیت کا کچھ خیال نہ ہو۔ جس کا نام ذلالت آمیز ہو۔ جو ہمیشہ غلیظ اور گندہ رہتا ہو اس سے بھی شادی نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ جسم دل کا آئینہ کہلاتا ہے۔ جو شخص اپنی حیثیت سے زیادہ ٹیپ ٹاپ رکھتا ہو اس سے بھی بچنا چاہیئے۔ کیونکہ فضول خرچ اکثر دھوکے باز ہوتا ہے۔

۱۱۔ جس شخص کے دوست و احباب اور رشتہ داروں وغیرہ کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکے اور جس کے اپنے چال چلن کے متعلق بھی کچھ علم نہ ہو۔ اس سے بھی شادی نہیں کرنی چاہیئے۔

۱۲۔ محض دھن دولت اور خاندانی عزت و بزرگی کے خیال سے ور کی ذاتی قابلیت۔ لیاقت۔ عادات و خصلات۔ اعمال و افعال نیز مزاج اور سبھاؤ کو نظر انداز کر کے کبھی شادی نہ کرو۔ ایسی شادی سے کنوارہ رہنا ہزار درجہ بہتر ہے۔ اس میں اگر ایک دکھ ہے۔ تو اس میں ہزار دکھ سمجھو۔

چھٹا باب

عورتوں کے چند نقائص و صفات

اب تک ہم ان صفحات میں جو کچھ تحریر کر چکے ہیں۔ ان سے ہمارے ان معزز ناظرین کو جو شادی اور بیاہ کے خواہاں ہیں بہت سی باتیں ایسی معلوم ہو چکی ہوں گی۔ جو اپنے لئے موزوں دلہن منتخب کرنے میں پوری پوری مدد دے سکیں گی اور انھیں غلط و ناموزوں انتخاب کے ذلت آفریں گڑھے میں سر کے بل اوندھے گرنے سے ہر وقت بچائیں گی لیکن پھر بھی چونکہ سبھی حضرات اتنے باریک بین و نقطہ شناس نہیں ہوتے۔ اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ اس باب میں قابل شادی عورتوں کے عیوب و ثواب کے متعلق بھی کچھ باتیں ذرا صاف صاف الفاظ میں لکھدی جائیں۔ تاکہ ہر ایک معمولی سے معمولی عقل و فہم کا انسان بھی بہ اچھی طرح سمجھ جائے کہ اپنی یا اپنے کسی عزیز کی شادی کے لئے دلہن کا انتخاب کرنے میں کتنا کچھ محتاط رہنا ضروری ہے۔

۱۔ اگر شادی کے وقت ور کی عمر ۲۵ و ۲۶ سال کی ہے کیوں کہ اس سے کم عمر میں تو ہماری رائے میں کسی بھی شخص کو شادی کرنے کا حق ہی حاصل نہ ہونا چاہیئے اور اس کی اپنی صحت بہر طور اچھی اور مناسب

ہے تو اُسے کبھی ایسی عورت سے شادی نہیں کرنی چاہیئے جس کی عمر ۱۶-۱۷ سال سے کم یا اس کی اپنی عمر سے زیادہ ہو یا جس کی عام صحت خراب ہو۔ بالخصوص جو امراض عشق یا امراض رحم میں مبتلا ہو یا جو قد و قامت کے لحاظ سے بہت کم یا بہت زیادہ و زبردست معلوم ہو یا جس کے خاندان میں کوئی ایسا مرض موجود ہو۔ جس کا ذکر ہم پانچویں باب میں کر آئے ہیں یا جو ہر وقت غمگین و پریشان رہتی ہو۔ جس کے چہرے پر خوشی و مسرت کی جھلک کبھی بھول کر بھی نہ آئے۔ کیونکہ یہ پژمردگی اکثر خرابی صحت کی علامت ہوتی ہے اور کبھی کبھی ناقابل بیان رنج و مصائب کی جو کہ کسی حالت میں بھی پسندیدہ و خوشگوار نہیں کہی جا سکتی اور نہ ایسی عورت کبھی تندرست۔ جری۔ بہادر۔ صاحب ہمت دلیر اور صاحب دماغ اولاد کی ماں بننے کے قابل ثابت ہو سکتی ہے ایسی اولاد صرف وہی ماں پیدا کر سکتی ہے۔ جس میں خود بھی یہ اوصاف موجود ہوں۔

۲۔ اگر وہ صاحب علم ہے تو اُسے بے علم لڑکی سے اور اگر کم پڑھا لکھا ہے تو بہت زیادہ تعلیم یافتہ لڑکی سے ہرگز شادی نہ کرنی چاہیئے۔ کیوں کہ بے میل جوڑے سے کبھی پورا پورا سکھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح فیشن مزاج خیالات اور عادات وغیرہ کی مناسبت و موافقت کا بھی پورا پورا خیال رکھ لینا چاہیئے۔ یہ نہ ہو کہ ایک تو اپ ٹو ڈیٹ سوئیڈ بوٹ ہیٹڈ جنٹلمین ہو اور دوسری کو ساڑھی باندھنے یا پن لگانے کی بھی تمیز نہ ہو یا ایک تو گیسو بریدہ۔ نمائش حُسن و جمال کی دلدادہ یا حب الوطنی و قوم پرستی کے نشہ میں سرشار خدمات ملک و قوم کی جیتی جاگتی تصویر ہو

اور دوسرا شتری - وقیانوس اور پردہ پرست - ان دونوں میں بھلا موافقت اور موانست کب اور کس طرح ہو سکتی ہے اور انھیں ایک دوسرے کی صحبت میں کب کچھ لطف مل سکتا ہے -

۳- گھر والی سچے معنوں میں گھر والی ہونی چاہئے - تعلیم یافتہ ہونے کا یہ معیار بالکل غلط ہے کہ گھر والی ہو کر اسے اپنے گھر اور اس کے کام کاج سے نفرت ہو اور ہر وقت باہر گھومنے پھرنے اور سیر سپاٹے کرنے سے رغبت - ماں بننا - بچوں کی پرورش کرنا - گھر کی صفائی اور دیگر انتظامات کی دیکھ بھال - کھانا پکانے سینے پرونے - گھر کے مردوں و عورتوں کی خدمت اور بیماروں کی دلداری - دلجوئی - مہمانوں کی خاطر تواضع - غریبوں کی امداد مصیبت زدوں سے ہمدردی کرنے میں جسے ایک آفتِ عظیم کا سامنا نہ پڑے - بلکہ ان سب کاموں میں جسے سچی خوشی اور حقیقی راحت محسوس ہو - وہی عورت سچی گھر والی کہلانے اور کسی گرہستھ کی شوبھا بڑھانے کی مستحق ہو سکتی ہے خواہ اپنے حُسن و جمال اور صورت شکل کے لحاظ سے وہ کیسی بھی کیوں نہ ہو - ایسی ہی عورتیں سچی دیویاں ہیں اور وہی اپنی نیکی و پاکیزگی سے اپنے گھر کے مردوں کو دیوتا بنا سکتی ہیں -

اس لئے اس امر حقیقت کو نہایت اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے - کہ تعلیم نسواں یا استری سکھشا سے دراصل یہ مطلب ہے کہ عورتیں خانہ داری کے کام کاج میں پوری طرح ہوشیار ہوں - اچھے اچھے کھانے بنانا بھی ویسی سلیقہ شعاری اور تمیز سے جانتی ہوں - جیسے کہ ہارمونیم بجانا یا گانا - اگر وہ باجہ بجانا یا گانا تو جانتی ہیں - مگر کھانا پکانا نہیں جانتیں یا اسے اپنے لئے ایک زحمت اور وبالِ جان خیال کرتی ہیں - تو وہ کسی گرہستھ کی رانی

بننے کے قطعی ناقابل ہیں۔ اسٹیج یا فلم کی ملکہ یا ملکۂ موسیقی بن جائیں تو بالکل دوسری بات ہے۔ اسی طرح اگر انھیں اپ ٹو ڈیٹ فیشن ایبل لباس و پوشاک یا کپڑوں کی پہچان و شناخت تو خوب ہے لیکن اپنے پھٹے ہوئے موزوں کو رفو کرتے ہوئے بخار چڑھ آتا ہے یا دھوبی کے لائے ہوئے اچھے سے اچھے کپڑوں پر نکتہ چینی تو خوب کر سکتی ہیں مگر اپنے خاوند کا رومال تک دھونا پسند نہیں کرتیں۔ تو وہ کسی شریف اور معزز گھر کی گھر والی بننے اور کہلانے کی مستحق ہی نہیں یا اگر وہ ماں بننے۔ بچے پالنے اور ان کے متعلق دیگر ایک ہزار ایک خدمات سرانجام دینے سے نفرت کرتی ہیں اور جی چُراتی ہیں۔ بچوں کو دیکھ کر ان کے دل کا کمل نہیں کھل جاتا اور فرطِ محبّت سے ان کا سینہ نہیں اُچھلنے لگتا۔ تو وہ کبھی کسی نیک سے نیک اور شریف سے شریف شوہر کو بھی مطمئن اور خوش رکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکتیں اور ایسی بیوی کا شوہر ہونے پر تو ہر ایک دور اندیش اور دانشمند شخص کنوارہ یا رنڈوا رہنے کو ہی ہزار درجہ ترجیح دے گا۔

اگر کسی سوداگر کے پاس ایک جہاز اور بہت سا اسباب ہے تو وہ کسی ایسے شخص کو اپنے جہاز کا کپتان بنا کر کیا فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ جو جہاز کے کل پرزوں سے واقف نہیں اور نہ ہی جانتا ہے کہ جہاز میں کام کرنے والے ملاحوں۔ مزدوروں اور دیگر لوگوں سے کیا کام اور کس طرح لیا جا سکتا ہے یا معزز مسافروں کے ساتھ شرافت اور انسانیت کے ساتھ کس طرح برتا جاتا ہے اور طوفان کے خطرہ و خوف کے وقت کیسے ٹھنڈے دل اور مستقل مزاجی برقی سرعت سے فیصلہ کرنے والی طبیعت سے کام لیا جاتا ہے خواہ وہ علم ادب منطق یا فلسفہ یا طب میں کتنا بھی ماہر

اور فاضل اجل کیوں نہ ہو۔ ایسے ہی جو لڑکیاں یا عورتیں فن خانہ داری سے اچھی طرح واقف نہیں۔ وہ اگر بی۔اے بھی ہوں تو غربت و ناداری تکلیف و مصیبت کے وقت اپنے گرہست کو کیسے چلا سکتی ہیں؟ لیکن اگر انھیں خانہ داری کی قابلیت و لیاقت کے ساتھ ہی ساتھ کم و بیش علمیت یا فنون لطیفہ کی رغبت و مہارت بھی ہو۔ تب بے شک سونے میں سہاگہ ہے اور درحقیقت ایسی ہی لائق و قابل دیویاں غیر معمولی لیاقت و قابلیت رکھنے والی اور اپنے بزرگوں کا نام روشن کرنے والی اولاد کی مائیں بن سکتی ہیں۔ نہ کہ وہ لاعلم و جاہل محض جنھیں کالا اکشر بھینس برابر ہو یا وہ فیشن ایبل تتلیاں جو اپنی نمائش و نمود میں ہی اپنی خانہ داری کی تمام لیاقت و قابلیت محدود سمجھتی ہوں اور اصلی خانہ داری کے فرائض کا خیال کرنے سے بھی جن کی روح کانپتی ہو۔

۴۔ صرف گوری چیٹی یا بھولی بھالی صورت پر ہی ریشہ خطمی ہو جانا ہمالہ سے بھی بہت زیادہ بڑی غلطی ہوگی۔ کیوں کہ اس سفید لیپا پوتی کے نیچے اکثر بے شمار ناپسندیدہ عادتوں اور خصلتوں کی کیچڑ چھپی رہا کرتی ہے جو فرشتوں کی زندگی کو بھی وبال جان بنا دیتی ہے۔ اس لئے حسن سیرت کو حسن صورت پر ہمیشہ ترجیح دینی چاہئے اور اگر حسن سیرت کے ساتھ ساتھ حسن صورت بھی ہو۔ تو اسے ایک سورگ کی دیوی سمجھ کر سچے دل سے اس کی قدر و منزلت کرنی چاہئے اور یہ خیال کرنا چاہئے کہ اس کی موجودگی تمہاری سب سے بڑی خوش قسمتی ہے۔ اس کے ہر طرح خوش و مطمئن رکھنے سے تمہارے گھر پر ہر طرح کی خدائی برکتیں نازل ہو سکتی ہیں اور یہ اس کی اولاد ایک عالم میں تمہارا اور تمہارے بزرگوں کا نام

روشن کر سکتی ہے۔

۵۔ زرق برق پوشاکوں۔ جگمگاتے ہوئے زیورات اور جہیز کی فراوانی وکثرت پر بھی لٹو ہو جانا کچھ کم غلطی اور نا سمجھی نہیں۔ اکثر ذی ثروت اصحاب اپنے گوناگوں خاندانی اور ذاتی عیوب کو ان ہی سنہری اور روپہری پردوں میں چھپایا کرتے ہیں اور ایسے مالدار گھروں کی بیٹیاں اکثر غریب گھروں میں جاکر صرف اپنے شوہر کے لئے ہی نہیں بلکہ اس کے نزدیکی سے نزدیکی اور عزیز سے عزیز رشتہ داروں کے لئے بھی وبال جان ہو جاتی ہے اور اپنے غرور و نخوت سے سب کا دم ناک میں کر دیتی ہے اس لئے سادگی۔ پاکیزگی۔ ایثار۔ کسر نفسی وغیرہ وغیرہ اوصاف حسنہ کو ہی سب سے زیادہ قابل قبول جہیز سمجھو اور حقیقی محبت و ملنساری کو دنیا کی ہر دولت پر ترجیح دو۔ کیونکہ اس سے سچی خوشی و راحت نصیب ہو سکتی ہے۔ یاد رکھو ۔

نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی
کہ دیکھو خوشنما لگتا ہے کیسا چاند بن گہنا

گودڑیوں کے لعل دانا اور دور اندیش انسانوں کی نگاہ میں ہمیشہ قابل قدر ہوا کرتے ہیں۔

۶۔ عشرت پسند۔ سست۔ کاہل اور کام سے جی چرانے والی عورت سے بھی کبھی کسی بہتری و بہبودی کی اُمید نہ رکھو۔ کیونکہ وہ غصہ ور چھچھوری اور مزاج کی چڑچڑی ثابت ہوگی اور غیروں سے بالخصوص تم سے ہی ہر طرح کی خدمت لینا چاہے گی۔

۷۔ اشتہاری پڑھی لکھی عورتوں سے بھی کبھی شادی کا خیال

نہ کرو۔ ورنہ بے حد پریشان ہوگے۔ آئے دن کے لڑائی جھگڑوں کے علاوہ اکثر ماہرین طب کی یہ رائے ہے کہ ایسے تعلقات سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے۔ اس میں گونگوں بہروں۔ اندھوں۔ پاگلوں۔ کم عقلوں۔ لڑاکوں اور زود رنج لوگوں کی تعداد بہت ہی زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر کارپنٹر صاحب اپنی کتاب "انسانی نظام جسمانی کے اصول" میں لکھتے ہیں کہ ۳۵۱ پیدائشی بے عقلوں میں سے ۱۷ ایسے والدین کی اولاد تھے۔ جن کی شادی نزدیکی رشتوں میں ہوئی تھی۔ ان ۱۷ خاندانوں کے متعلق تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کے ہاں ۹۵ بچے پیدا ہوئے جن میں ۴۵ کم عقل تھے۔ ۱۲ پستہ قد اور دائم المریض ایک ایسے ہی خاندان کے ۸ بچوں میں سے ۵ کم عقل تھے۔ میری رائے صرف نزدیکی رشتہ داریاں ہی ایسی ناقص اولاد پیدا کرنے کا باعث نہیں بلکہ اکثر مرد و عورت بیماری کی حالت میں بھی مغلوب الشہوت ہو کر نفس پرستی کر بیٹھتے ہیں اور اپنی خوراک و طریق زندگی کو کسی اصول کا پابند بنانے کی تکلیف نہیں اٹھاتے۔ میاں بیوی کی عمروں کا غیر متناسب ہونا بھی کمینہ مزاج اور کم عقل اولاد پیدا ہونے کا باعث ہو سکتا ہے۔ میری رائے ہے کہ اگر ایک خوبصورت۔ تندرست اور طاقت ور نوجوان اپنی قریبی رشتہ داری میں ویسے ہی اوصاف سے موصوف لڑکی سے شادی کر کے اس کے ساتھ مناسب پابندیوں اور پرہیزوں کو مدنظر رکھ کر تعلقات زناشوئی روا رکھے۔ تو ان کی سنتان بہرحال خوبصورت۔ مضبوط اور تندرست ہوگی۔ نزدیکی رشتہ داریوں کی اولاد ناقص ہونے کی وجہ یہی ہوتی ہے اگر دونوں میں ایک ہی جیسے خاندانی نقائص و

کمزوریاں موجود ہوتی ہیں۔ جو دونوں کے باہمی تعلقات سے ان کی اولاد میں اور بھی زیادہ نمایاں صورت اختیار کرلیتی ہیں۔ اگر ماں باپ میں کوئی خاص کمزوری یا نقص نہ ہو تو ان کی اولاد میں بھی بہت کم پایا جاتا ہے جیساکہ ڈنمارک کے پایہ تخت ایمسٹرڈم میں یہودیوں کا ایک ہی خاندان ہے۔ وہ صدیوں سے آپس میں شادیاں کرتے چلے آئے ہیں۔ مگر ان کی اولاد میں کوئی ایسا نقص نہیں جو قریبی رشتہ داری کے اصول سے وابستہ کیا جاسکے۔

فرانس کے ڈاکٹر واسن نے موضع واٹچ میں اس کے متعلق خاص طور پر تحقیقات کرکے یہ رائے قائم کی ہے کہ اس گاؤں میں باہر سے بہت کم لوگ آتے ہیں۔ اس لئے یہاں ایسی شادیاں بھی ہوجاتی ہیں جو مذہب عیسوی کے خلاف ہیں۔ مگر اس گاؤں کے چالیس گھروں میں تحقیقات کرنے سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ ان کی اولاد میں کوئی خاص نقص یا مرض نہیں۔ وہ سب نہایت خوبصورت اور پاکیزہ اطوار ہیں۔ لیکن پھر بھی میں اس بات کے حق میں نہیں کہ نزدیکی رشتہ داریوں میں شادیاں کی جائیں۔ اگر یہ امر مجبوری کبھی ایسا کرلیا جائے تو وہ اور بات ہے۔

ایک امریکن ڈاکٹر لکھتا ہے کہ ہمارے ملک میں عورتیں زیادہ ہیں اور مرد کم۔ اس لئے جب تک انسان اپنی زندگی اور تعلقات زناشوئی کے مقاصد کو ٹھیک نہ سمجھ کر اندھا دھند شادی اور نفس پرستی کرتا رہے گا تب تک ان نزدیکی تعلقات کی خرابیوں سے ہم میں اندھے۔ گونگے۔ لنگڑے۔ لولے۔ بہرے۔ کبڑے۔ کمزور۔ کم عقل اور پاگلوں کی تعداد بھی برابر بڑھتی رہے گی۔ اس لئے حتی الامکان کبھی کو اپنی قریبی رشتہ داریوں میں ہرگز

شادی نہ کرنی چاہئے۔ اگر دس ہزار میل پر بھی تمہیں کوئی عورت یا مرد تمہارے حسب منشا مل جائے تو اس سے شادی کرلو ورنہ کنوارے ہی رہو مگر اپنے رشتہ داروں میں اپنی شادی نہ کرو۔ ایسا کرنے سے تم بہت سی جسمانی بیماریوں اور دماغی و روحانی نقصانات سے بچ جاؤ گے اور تمہاری اولاد بھی ان سے محفوظ رہے گی۔

اکثر ماہرین تشریح الاجسام خصلتی اوصاف پر زور دیتے ہوئے یہ لکھتے ہیں کہ مردوں و عورتوں کی عادات و خصلات میں کسی طرح کی موافقت کے علاوہ کبھی کبھی مخالفانہ مناسبت بھی ہونی نہایت ضروری ہے یعنی اگر مرد اور عورت دونوں ہی کمزور ہوں گے۔ تو ان کی اولاد لازمی طور پر زیادہ کمزور ہوگی۔ لیکن اگر دونوں میں سے ایک بھی مضبوط ہے تو اولاد کسی قدر مضبوط و طاقتور پیدا ہو جائے اور اگر دونوں ہی [illegible] ثابت کیا ہے۔ اس لئے موافقت و مخالفت کے سوال پر ہمیشہ گہرے غور و خوض کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اس بارے میں سب سے سیدھا اور آسان اصول یہ سمجھنا چاہیئے کہ اگر مرد و عورت دونوں کی عمروں کا تناسب ٹھیک ہو اور قد و قامت عادات و خصلات نیز دیگر اوصاف کے لحاظ سے وہ ایک دوسرے کے لئے ہر طرح موزوں ہوں اور تا بانتہ شہوت رانی و غلط کاری سے بچتے ہوئے وہ اولاد پیدا کرتے رہیں۔ تو اولاد ہمیشہ اچھی مضبوط اور خوبصورت پیدا ہوگی۔

۸۔ بیوہ عورتوں سے کنوارے مردوں حتی الوسع شادی نہ کرنی چاہیئے بالخصوص ایسی بیوہ سے جس کا خاوند کسی ایسے مرض کا شکار رہ کر مرا ہو جس کا اثر [illegible] رہتا ہے۔ کیونکہ یہ یقینی ہے کہ

ہے کہ اس مرض کے جراثیم خاوند کے ذریعے بیوی کے جسم میں بھی داخل ہو گئے ہوں۔ اسی طرح کسی اور کی طلاق دی ہوئی یا چھوڑی عورت سے شادی کرنا بھی اکثر تکلیف دہ ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ ایسی کسی عورت کی لڑکی سے شادی کرنا بھی پسندیدہ نہیں سمجھنا چاہیئے۔

۱۔ جو لڑکی عورت اپنے والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ مناسب عزت و احترام سے پیش نہ آتی ہو اور اپنے چھوٹے بھائی بہنوں کے ساتھ محبت و الفت نہ کرتی ہو۔ اس کے ساتھ شادی کر کے بھی آرام نصیب ہونا بہت مشکل سمجھو۔ ماں باپ کی عزت و تعظیم کرنے والی لڑکی اپنے شوہر اور اس کے خاندانی بزرگوں کے ساتھ بھی عزت و احترام سے پیش آئے گی کیونکہ بزرگوں کی عزت کرنا اس کی عادات میں شامل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اپنے چھوٹے بھائی بہنوں سے محبت کرنے والی لڑکی یا عورت اپنے شوہر کے عزیزوں اور اپنے بچوں کے ساتھ بھی ہمیشہ محبت و الفت کا برتاؤ کرے گی اور اُن پر کبھی کوئی ناجائز سختی روا نہ رکھے گی۔

دولہا یا دلہن کے انتخاب کے متعلق یہ چند موٹے موٹے اصول ایسے ہیں۔ جن پر غور کرنے سے اور بہت سے باریک باتیں خود بخود ذہن میں آسکتی ہیں اور اگر نہ بھی آئیں۔ تو ان ہی کو مدنظر رکھ کر انسان بے شمار غلطیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اس انتخاب کے سلسلے میں بہترین طریق عمل یہ ہو سکتا ہے کہ اگر ممکن ہو۔ تو جس گھر میں رشتہ داری منظور ہو رہی ہو اس کے قریب میں ہی ہفتہ عشرہ تک قیام کر کے ان لوگوں سے دوستانہ تعلقات قائم کئے جائیں۔ اور ان کی بالخصوص بشرط امکان اس گھر کے لڑکے لڑکیوں عادات و خصلات کا خاطر خواہ مطالعہ کیا جائے اور پھر رشتہ کے لئے منظوری یا نامنظوری

ظاہر کی جائے۔ اگر وہ بذات خود یہ انتخاب کرے۔ تو اسے اپنے بارے میں بھی نہایت محتاط رہنا چاہیئے اور اپنی عادات و خصائل میں کسی طرح کی بناوٹ ظاہر نہ کرسکے۔ اپنے قدرتی اوصاف کو بلا تصنع ظاہر کرنے کا موقع دینا چاہیئے۔ تاکہ فریق ثانی پر اس کا اچھا اثر پڑ سکے۔

یورپ اور امریکہ کے ماہرین نے تو عادات و خصائل کے مطالعہ کو بھی ایک باقاعدہ فن کے درجے تک پہنچا دیا ہے اور وہ ایک معمولی سی فیس ملنے پر دو چار ملاقات میں ہی مرد و عورت کے متعلق یہ فیصلہ دے دیتے ہیں۔ کہ ان کی شادی ایک دوسرے کے لئے باعث اطمینان و مسرت ثابت ہوسکتی ہے یا نہیں۔ انگریزی میں اس فن "پیکولوجی" (PECALOGY) کا نام دیا گیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو اگر ہندوستان میں بھی موجودہ بے معنی اور لغو بھلت جیوتش کے بجائے جو وہم اور ڈھکوسلے کے سوائے جیسا کہ ہم اس سے پہلے ظاہر کرچکے ہیں اور کچھ بھی نہیں۔ اس علم شناخت عادات و خصائل کا مناسب مطالعہ کرکے اس کو کچھ خاطر خواہ ترقی دی جائے اور شادی بیاہ کے رشتے قائم کرنے میں اس سے ہر طرح مدد لی جائے۔ مگر یہ تو بہت دور کی باتیں ہیں۔ جن پر ابھی اسی زمانہ میں عمل پیرا ہونا بہت مشکل ہے۔ اس لیئے اگر دور اندیش والدین یا دولہا دلہن مندرجہ بالا باتوں پر ہی منظوری انتخاب سے پہلے پورا پورا غور کرلیا کریں۔ تو سب کے حق میں بہت اچھا ہو اور ہمارے گھروں میں موجودہ بے اطمینانی و کشاکشی کے بجائے بہت کچھ سکھ اور شانتی پھیل سکتی ہے۔

(پہلا حصّہ ختم شد)

گرہست آدرش

یا

مواج خانہ داری

حِصّہ دوئم

اِنسانی اعضائے تناسل

ان کی ساخت و استعمال

پہلا باب

اولاد کی خواہش

جیسا کہ ہم پہلے بھی مختصراً تحریر کر چکے ہیں۔ ہر جاندار کے لئے اولاد پیدا کرنے کی خواہش محض قدرتی ہے۔ کیونکہ قدرت کی ہر ایک طاقت پھیلنا اور ترقی کرنا چاہتی ہے اور بھی مادر قدرت کا سب سے چہیتا اور لاڈلا بچہ ہے اسی لئے اس نے اسے افضل المخلوقات بنا کر ایسی ایسی جسمانی دماغی اور روحانی طاقتوں و قوتوں کا مالک بنایا ہے جو اور کسی بھی جاندار کو دنیا میں نصیب نہیں ساتھ ہی اس کے قدرت نے اُسے یہ بھی قابلیت بخشی ہے کہ وہ اپنی ان طاقتوں و قوتوں کو جتنا بھی چاہے لامحدود نشوونما دے کر نظام قدرت کے تمام پوشیدہ سے پوشیدہ راز دریافت کر سکتا ہے۔ نیز اس کے تمام لاانتہا خزانوں و فیوض کا مالک بن کر اور جملہ معلوم و نامعلوم طاقتوں پر قابو پا کر ان سے من مانی خدمت لے سکتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی تمام حاصل کردہ املاک و اقتدار کو زیادہ سے زیادہ عرصہ تک قائم رکھنے اور انھیں زیادہ سے زیادہ ترقی و وسعت دینے یا ان میں دن بدن اضافہ کرتے رہنے کی غرض سے اپنے سے بھی زیادہ مضبوط و قوی تر جسمانی و دماغی طور پر وسیع الاختیارات وارث پیدا کرنے

کی خواہش بھی ہر انسان میں قدرتی طور پر موجود ہو۔

اگرچہ بسا اوقات اپنی کج فہمی و کوتاہ اندیشی کے باعث انسان نفس پرستی کا شکار ہو کر یا اپنے نواحی حالات سے متاثر و مجبور ہونے پر کبھی کبھی اس خواہش کے خلاف علم بغاوت بھی بلند کر دیتا ہے۔ مگر امر حقیقت تو یہ ہے کہ ہر ایک صاحب فہم و فراست شخص کے دل میں کبھی نہ کبھی قدرتی طور پر یہ خواہش ضرور پیدا ہو جاتی ہے کہ میرے بعد میری جاہ و حشمت نیز نام اور کام کو دنیا میں قائم رکھنے والا بھی کوئی نہ کوئی ضرور ہونا چاہیئے۔

اسی قدرتی خواہش کی تکمیل کے لیئے وہ شادی کرتا ہے اور اپنے لئے کوئی رفیق زندگی یا رفیقہ حیات تلاش کر کے عمر بھر کے سکھ دکھ کے لئے اس کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے جیسا کہ ہم پہلے ظاہر نہیں بلکہ ثابت کر چکے ہیں یہ نہایت ضروری ہے کہ صرف اس قدرتی خواہش کے خیال سے ہی نہیں بلکہ اور امیدوں۔ آرزوؤں۔ تمناؤں نیز عادات و خصائل جسمانی ساخت و صحت۔ مزاج و طبیعت کے لحاظ سے بھی دونوں رفقائے زندگی میں زیادہ سے زیادہ مطابقت۔ موافقت۔ موانست و مناسبت ہو اور کم سے کم مخالفت و منافقت۔ تاکہ ان کے تعلقات زندگی زیادہ سے زیادہ خوش گوار و پسندیدہ رہیں اور ان میں کشیدگی پیدا ہونے کے مواقع شاذ و نادر پیدا ہو سکیں۔ جنہیں کہ وہ ہمیشہ اپنی رواداری۔ متحمل مزاجی۔ دور اندیشی۔ دانشمندی اور لین دین کی اسپرٹ سے جلد سے جلد سلجھانے اور نپٹانے کے لئے تیار رہیں۔ تاکہ ان کو باہمی انس اور پیار نیز الفت و محبت میں کسی طرح سے بھی کوئی کمی پیدا نہ ہو۔ کیوں کہ یہ انس و محبت ہی تو سب سے بڑی پونجی اور سب سے اہم سرمایہ ہے۔ جیسے اپنے خزانہ میں محفوظ رکھا کرو۔ یہی ایک گُر ہے [illegible] کہ شادی

کی مقدس منزل میں داخل ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے پہلو بپہلو سفر زندگی میں قدم بڑھاتے ہیں۔

ساتھ ہی اس کے انھیں اس حقیقت و صداقت کو کبھی خواب میں بھی فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ ان کے خزینہ ہائے دل اس پونجی اور اس سرمایہ سے جس قدر بھی زیادہ مالا مال اور بھرپور ہوں گے اتنی ہی انھیں اپنی متذکرہ بالا اس قدرتی خواہش کے حصول و تکمیل میں زیادہ سے زیادہ کامیابی نصیب ہوگی کہ ان کی اولاد ہر پہلو و ہر لحاظ سے ان کی صحیح و مناسب وارث اور ان کے ہر ورثے و ملکیت کو ان کے بعد ایک عرصہ دراز تک صرف قائم ہی نہ رکھ سکے۔ بلکہ بہر طور خاطر خواہ ترقی بھی دے سکے اور ان کی تمام آرزوؤں۔ تمناؤں اور امیدوں کو بہر کیف پورا کرنے والی ثابت ہو۔

لیکن یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے۔ جب کہ دونوں میاں بیوی نفس امارہ کی گوناگوں ترغیبوں کا شکار نہ ہو کر اپنے دامن حیات کو شہوت پرستی سے پاک رکھیں اور خود مخصوصات (وشئیوں) کی غلامی سے یکسر آزاد رہیں یعنی لذات نفسانی کے جال میں پھنس کر اپنی صحت و تندرستی کے ساتھ ہی ساتھ مہربان مادر قدرت کی عطا کردہ اپنی بہترین دماغی و روحانی طاقتوں اور قوتوں کو بھی اندھا دھند ضائع و برباد کرنے لگیں۔ بلکہ برخلاف اس کے اسی ایک مقدس فرض اور پاک قدرتی خواہش کی تکمیل کے لئے ان سب سے پوری مدد و معاونت حاصل کرنا اپنا مقدم فرض سمجھیں اور شب و روز اس امر کے لئے کوشاں رہیں کہ ہم اپنی تمام گوناگوں طاقتوں کی مدد سے اپنا آئندہ نسلوں کو اپنے سے بھی زیادہ مضبوط۔ طاقتور صحت مند۔ دور اندیش محنتی جفاکش۔ صاحب عقل صاحب دانش پیدا کریں گے۔ تاکہ وہ ہمارے

بعد ہمارے ورثے و ملکیت کو مناسب شان کے ساتھ برقرار و قائم رکھ سکے اور ہمارے ایام زندگی میں بھی ہماری تمام آرزوؤں و امیدوں کو پورا کر سکے۔

انھیں یقین رکھنا چاہیئے کہ اگر اس بارے میں وہ اپنے ان مقدس فرائض کی ادائیگی میں جن کا آئندہ صفحات میں مختصراً ذکر کیا جائے گا۔ کیوں کہ ان کی تشریح و توضیح کے لئے تو ایک دفتر ضخیم کی ضرورت ہے۔ کسی طرح سے تساہل و سہل انگاری سے کام نہ لے سکیں گے اور حتی الوسیع صدق دل سے انھیں نباہنے کی کوشش کریں گے۔ تو انھیں اپنے منشا و مدعا کے حصول میں بہت کچھ کامیابی نصیب ہو سکے گی۔ ورنہ بصورت دیگر جتنی کمی و کمزوری کا اظہار ان کی طرف سے ہوگا۔ ان کی ناکامی و نامرادی بھی اتنی ہی زیادہ بلکہ اس سے بھی دس گنا زیادہ ہوگی اور پھر ہاتھ مل مل کر پچھتانے اور سر دھننے سے بھی کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ اچھی فرماں بردار سعادت مند اولاد پیدا کرنے کے لئے مرد و عورت دونوں کے دلوں میں یہ خواہش نہایت زبردست ہو کہ وہ اپنی اولاد کو ہر طرح سے تندرست و تنومند پیدا کریں۔ تاکہ وہ مضبوط و طاقت ور ہو کر عمر دراز حاصل کرے اور عمر بھر ہر طرح کی بیماریوں سے محفوظ رہے۔ لیکن یہ صرف اسی وقت ممکن ہے۔ جب کہ وہ خود ضبط نفس کر کے ہر قسم کی لذت پرستیوں اور شہوت رانیوں سے بالاتر رہیں وہ کبھی اپنے نفس امارہ کے غلام نہ بنیں۔ بلکہ ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ جیسے جذبات و حالات کے ماتحت مباشرت کی جائے گی۔ ویسی ہی اولاد پیدا ہوگی اور جیسا کمزور یا طاقتور بیج ہوگا ویسا ہی اس سے پودا اُگے گا۔ نیز جیسے

پاکیزہ یا ناپاک و ناپسندیدہ خیالات اس وقت مرد و عورت کے دل و دماغ پر حاوی ہوں۔ ویسی ہی عادت و خصائل کا بچّوں میں نمایاں ہونا لازمی و لابدی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل کے زمانے میں بہت کم خوش قسمت والدین نظر آتے ہیں جو اپنی اولاد کے اعتبار سے دل ماز و مطمئن ہوں۔ لیکن اس کے لئے تمام و کمال ذمہ داری ان ہی کی ہے۔ کیوں کہ

گندم از گندم بروید جو ز جو

جو باتیں ان میں نہیں یہ جو صفات مباشرت کے وقت ان کے دل و دماغ سے کوسوں دُور تھیں۔ وہ بچّوں میں کس طرح پیدا ہو سکتی تھیں۔ اس لئے جو والدین یہ چاہتے ہوں کہ ان کی اولاد فرماں بردار، سعادت مند اور بزرگوں کا نام روشن کرنے والی پیدا ہو۔ انھیں نہ صرف اپنے دل و دماغ میں اتنا زبردست اور ایسا اثر کر لینا چاہئے۔ بلکہ خود بھی اسی سانچے میں ڈھل جانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ تاکہ مباشرت کے وقت بھی وہی خیالات ان کے دل و دماغ پر حاوی رہیں۔ نہ ایام حمل میں ہی حاملہ کا دل و دماغ کبھی اس خواہش سے خالی نہ ہو اور نہ بعد پیدائش ہی بچّوں کو اپنے گھر میں خود سری خود پسندی اور نافرماں برداری وغیرہ سعادت مندی کا کوئی نظارہ دیکھنے کا کوئی موقع نصیب ہو۔ اسی طرح دیگر اوصاف و خواہش کے متعلق بھی سمجھ لینا چاہئے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے واجب التعظیم بزرگ اور رشی منی نیک سعادت مند اولاد کے اصول کو بڑے تپ اور ریاضت کا پھل سمجھا کرتے تھے اور اولاد میں خاص قابلیت پیدا کرنے کے لئے طرح طرح کے یگیہ و سنسکار کیا کرتے تھے۔ ورنہ ایسی ویسی اولاد انسان تو کیا حیوان بلکہ

کیڑے مکوڑوں اور دوسرے تمام ہی جانداروں کے ہو جاتی ہے ۔ جن میں نباتات وغیرہ بھی شامل ہیں ۔ مگر یہ طاقت مادر قدرت نے اپنے سب سے لاڈلے فرزند انسان کو ہی عطا کی ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنی اولاد کو اپنے سے بھی بہتر و افضل بنا سکتا ہے ۔

مگر آج کل سب سے بڑھ کر افسوس تو اس بات کا ہے کہ بہت سے پڑھے لکھے اور صاحبِ عقل و فہم انسان نفس پرستی اور شہوت رانی کے مکروہ جذبات کا شکار ہو کر حصول اولاد کی پاک و قدرتی خواہش کو بھی غیر ضروری ٹھہراتے جا رہے ہیں اور شب و روز اس کا مضحکہ اُڑاتے نظر آتے ہیں لیکن یہ سب کچھ محض اس لئے ہوتا ہے کہ اولاد ان کی عشرت پسندیوں اور رنگ رلیوں میں حارج ہے ۔ نیز وہ بخیال خود اس کی مناسب پرورش اور تعلیم و تربیت کے ضروری اخراجات برداشت نہیں کر سکتے ۔ سب سے بڑھ کر لطف تو یہ ہے کہ یہ لغو و بیہودہ اعتراضات ان لوگوں کی طرف سے اُٹھائے جاتے ہیں ۔ جن کے پان، عطر، سگریٹ، لیونڈر، شراب و کباب وغیرہ فضولیات کے خرچ پر شاید ایک نہیں بلکہ کئی شریف خاندانوں کی پرورش ہو سکتی ہے ۔ اور جن کے کتے بھی حلوے جلیبیاں اور قورمے و پلاؤ اُڑاتے ہیں ۔ ان بھلے مانسوں کو تو یہی جواب کافی ہوگا کہ وہ جناب آپ کو اولاد کی ضرورت ہی کیا ہے ؟ آپ میں وہ کون سے اوصاف حمیدہ و اطوار پسندیدہ ہیں ۔ جن کی ترقی و نشو و نما کا فرض آپ کی اولاد کو ورثے میں ودیعت ہو سکتا ہے عیش و عشرت سے آخری دم تک عمر بسر کرنے کے لئے پرماتما نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے ۔ اولاد ہوئی تو کیا ؟ اولاد کی ضرورت تو صرف انہیں ہے ۔ جو اسے اپنے اعتصائے پیری اور بوڑھاپے کا سہارا سمجھتے ہیں یا جو اپنے بعد

اپنے نیک نام اور پسندیدہ کاموں کو ایک عرصہ دراز و مدت مدید تک جاری رکھنے کے خواہاں ہوں۔ آپ کے اگر اولاد ہوئی بھی۔ تو آپ کو سوائے اس کے اور کیا پھل دے گی۔ کہ اپنی آئے دن کی نت نئی بیماریوں۔ بداطواریوں یا نافرمانبرداریوں سے آپ کو دن رات جلاتی اور کڑھاتی رہے اور اس زندگی میں دوزخ کا مزہ چکھاتی رہے۔"

اس لئے ہم ایسے تمام کوتہ اندیش۔ شہوت پرست حضرات کی ہستی کو بالکل نظرانداز کر کے انھیں ان کی ہی قسمت پر چھوڑ دیتے ہیں۔ جو ضبط نفس اور ضبط خواہشات کی مدد سے اپنی قدرتی طاقت تولید کو ترقی ونشوونما دے کر ضبط تولید یعنی اولاد کی تعداد کو کم کرنے اور اپنے ساتھ ہی ساتھ اپنی اولاد کی بھی طاقت وقوت اور عمر وصحت کو بڑھانے کی بجائے "برتھ کنٹرول" کے مضر صحت اور خلاف قدرت طریقوں کے حامی ہیں اور خود دن رات ہوس رانی کرتے ہوئے بھی اس کے کڑوے کسیلے پھلوں یعنی خلاف خواہش وغیر مطلوب طور پر پیدا شدہ اولاد کی پیدائش سے جو یقینی طور پر حرامکار۔ نافرمانبردار و ناہموار ہوگی بچنے کے ذرائع شب و روز تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ کیونکہ ہم ان کے مرض کو اس وقت تک لاعلاج سمجھتے ہیں۔ جب تک ان کی ذہنیت میں ہی خاطر خواہ تبدیلی پیدا نہ ہو اور وہ مرد و عورت کے باہمی تعلقات کی پاکیزگی و تقدیس کی اہمیت کو پہچان کر اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کو تیار نہ ہوں اور اس پاک عقیدے کے سامنے سر نہ جھکائیں کہ پراتما اور ہمارے واجب التعظیم بزرگوں نے مرد و عورت کے تعلقات شادی محض لذت پرستی اور ہوس رانی کے لئے ہی قائم نہیں کئے۔ بلکہ ان کا منشا نسل انسانی کی بہتری و بہبودی کے لئے ... مردوں اور عورتوں کی نفسانی و

روحانی پاکیزگی اور ان کی جسمانی ترقی و بہبودی بھی ہے۔ اس لئے ہمیں میاں بیوی کے تعلقات باہمی میں ہمیشہ ان پاکیزہ مقاصد کو مدنظر رکھ کر ان کی تکمیل و تعمیل سے ہی حقیقی و لازوال راحت و مسرت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اسی پر اپنی دینی و دنیوی بہتری کا انحصار سمجھنا چاہئے۔

اپنے تمام راسخ الخیال اصحاب کو جو اس بارے میں ہمارے ہم خیال ہیں یا ہمارے تجربے۔ مطالعے و معلومات سے کچھ فائدہ اٹھانے کے خواہاں ہوں۔ ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں۔ کہ یہ برتھ کنٹرول یا ضبط تولید کی تحریک مردوں اور عورتوں کو غیر قدرتی طور پر ہوس رانی بلکہ حرامکاری کی سہولتیں بہم پہنچا کر انہیں گناہ و بربادی کے تباہ کن راستوں کی طرف لے جا رہی ہے۔ یہ تحریک اور اس سے تعلق رکھنے والے تمام ذرائع صرف ان عیش پرستوں اور عیاش مزاج لوگوں کی ایجاد ہیں۔ جو لوگوں کی فطرتی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی دوکانداری کو چمکانا اور فروغ دینا چاہتے ہیں اور جنھیں اس بات کی ذرہ بھر بھی پروا نہیں کہ ان غلط طریقوں کی پیروی سے نسل انسانی اپنی روز افزوں پُرگناہ رغبتوں کی وجہ سے کن خوفناک گناہوں کی مرتکب ہوگی اور کن ہولناک گڑھوں اور غاروں میں گر کر اپنا ستیاناس کرے گی۔

ضرورت تو اس امر کی تھی کہ موجودہ نسل کے کمزور و ناکارہ۔ پست اخلاق و پست ہمت کثیر التعداد اور اندھا دھند اولاد پیدا کرنے والے کوتہ اندیش و کوتہ عقل مردوں اور عورتوں کو یہ سبق پڑھایا جاتا کہ وہ اپنی جسمانی۔ مالی اور دماغی حالت بہتر بنانے کے لئے اپنے نفس امارہ پر قدرت و قابو حاصل کرنے کی کوشش کریں اور میاں بیوی آپس میں رفیق زندگی رہتے ہوئے اپنی ذاتی صحت و تندرستی کی بحالی اور اپنی آئندہ نسل کی فطرتی طاقت کی ترقی اور

ان کی درازی عمر و تنومندی کے لئے اپنے اندر ضبط و برداشت کی عادت
پیدا کر کے روز بروز ترقی دیتے چلے جائیں۔ نیز حصول اولاد کی خواہش کے
بغیر محض ہوس رانی و نفس پرستی کے لئے مباشرت و جماع کو ہمیشہ غیر فطری۔
غیر قدرتی اور غیر ضروری بلکہ ایک حد تک ناجائز اور بڑا گناہ تصور کریں کیوں
کہ اس کی بدولت انسان اپنے تمام نیک اوصاف کو آہستہ آہستہ تباہ و برباد کر
دیتا ہے اور انسانیت کے افضل درجے سے گر کر حیوانیت کی حالت میں پہنچ
جاتا ہے۔ نیز بدکردار و بداعتبار اولاد پیدا کر کے دنیا میں گناہ و جرائم کی ترقی
کا موجب ہوتا ہے۔ ساتھ ہی اس کے زیادہ و غیر ضروری کم عقل۔ کوتہ نظر و
دائم المریض اولاد پیدا کر کے اپنے اور اپنی قوم و ملک کے افلاس کو بھی ترقی
دیتا ہے۔ کیوں کہ اس صورت میں وہ اپنی محدود سی آمدنی سے نہ تو خود ہی
آرام سے زندگی بسر کر سکتا ہے۔ نہ بہت سے بچوں کی ہی خاطر خواہ پرورش کر
سکتا اور نہ ان کی مناسب تعلیم و تربیت کا بار ہی برداشت کرنے کے قابل
ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

مگر اس نیک و بے لوث تعلیم کے برعکس ان بدبختوں و بدنصیبوں
کو بالواسطہ اور بلاواسطہ طور پر سکھایا اور پڑھایا جاتا ہے اور یہ ترغیب
و تحریص کی جاتی ہے کہ تم اپنی تمام صحت بخش طاقتوں کو من مانے طور پر
تباہ و برباد کرتے ہوئے دین و دنیا۔ سوسائٹی اور سماج کے متبرک سے
متبرک، اور مقدس سے مقدس قوانین کو حسب خواہش بے رحمی سے روندتے
اور کچلتے رہو۔ کیوں کہ پاک نفس بیواؤں اور کنواری لڑکیوں کو راہ راست
سے ورغلاتے اور پھسلاتے ہوئے نیز ان کے دین و ایمان پر بگڑ وہ سے
مکروہ پردہ ڈالتے ہوئے بھی اپنی تباہ کاریوں کے گناہ آلود پھلوں

یعنی جائز و ناجائز بچوں کو دیسی اور بدیسی ساز و سامان کی مدد سے جو ہم کھلے بندوں مہیا کر رہے ہیں دُنیا میں آنے سے روک سکتے ہیں۔ گویا بالفاظ دیگر ناپسندیدہ و ممنوعہ حالات میں حمل رہ جانے کا جو اندیشہ و خطرہ اب سے چند سال پہلے ان لوگوں کے لئے موجود تھا اور جو انہیں کسی قدر کم و بیش ضبط و نفس و پاکیزہ اعتباری کے لئے مجبور کیا کرتا تھا اور نیکی کے کٹھن راستہ پر چلنے میں کسی قدر مدد دیتا تھا۔ برتھ کنٹرول یا ضبط تولید کی اس غلط اور بے اصولی تعلیم اس کا بھی یکسر خاتمہ کر دیا ہے اور تمام مردوں و عورتوں کے جائز و ناجائز حرام کاری کا ایک بے روک ٹوک راستہ کھول دیا ہے۔ تاکہ وہ استقرار حمل یا پیدائش اولاد کی مصیبت و زحمت سے بھی بالکل بے خوف ہو کر شب و روز داد عیش دینے میں مصروف رہ سکیں اور من مانے طور پر اپنی صحت و تندرستی برباد کر کے جلد سے جلد تر جہنم کا لقمہ بن سکیں۔

اس لئے ہم اپنے تمام نیک دل ناظرین سے بزور درخواست کریں گے کہ وہ برتھ کنٹرول یا ضبط تولید کے متعلق کبھی کسی طرح کے غیر قدرتی و غیر فطری ذرائع استعمال کرنے کا کوئی خیال تک بھی اپنے دل میں بھول کر کبھی نہ لائیں بلکہ برخلاف اس کے اپنے نفس امارہ کو ضبط و قابو میں لانے کی کوشش کریں اور حتی الوسع برہمچریہ پالن کر کے اپنی اور اپنی رفیقہ حیات کی تندرستی کو ٹھیک رکھنے اور طاقت بحال کرنے کے ساتھ ہی ساتھ اپنی آئندہ نسلوں کی طاقت و قوت کو بھی ترقی دیں اور اپنی طاقت ضبط اور اخلاق پسندی سے ان کے دل و دماغ میں بھی ضبط و نیک نفسی کا عنصر داخل کریں۔

یہ خیال بالکل غلط ہے کہ مرد و عورت کے بعد زیادہ ہونے کے باعث

مردوں کے برعکس یہ پالن کرنے کی صورت میں وہ بدراہ ہو جائیں گی۔ بلکہ اگر بغور دیکھا جائے۔ تو برخلاف اس کے اس بارے میں مرد زیادہ غلط کار اور بے ضبط ہیں اور درحقیقت عورتیں اتنی مغلوب الشہوت نہیں جتنی کہ مرد۔ مرد ہی اکثر انھیں گمراہ و بدراہ کرنے اور اکثر ان کی خلاف منشا انھیں اس فعل کے لئے مجبور کرنے کا باعث ہوا کرتے ہیں۔ بالخصوص حاملہ اور بچے پیدا کرنے والی عورت تو بہت ہی کم اس فعل کی طرف راغب ہوتی ہے اور جب تک بچہ پیدا ہو کر دودھ پینا نہیں چھوڑ دیتا کبھی قدرتی طور پر اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہی نہیں ہوتی۔

یہ ایک امر حقیقت ہے کہ اگر مرد عورت کو غیر ضروری طور پر تنگ نہ کرے اور اپنی شہوت انگیز چھیڑ چھاڑ سے اس کے جذبات کو برانگیختہ نہ کرتا رہے۔ تو عورت برسوں تک بھی مرد کی طرف مخاطب نہ ہو۔ اس لئے سب مردوں کو جو تندرست اور نیک کردار اولاد کے خواہاں ہیں۔ اس بارے میں عورتوں سے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ ہم تو اپنی سب بہنوں سے نہایت زور و التجا کے ساتھ یہ درخواست کریں گے کہ وہ اپنی اولاد۔ اپنے مردوں کی صحت اور خود اپنی صحت و طاقت کے خیال سے اپنے غلط کار مردوں کو اس پہلو میں راہ راست پر لانے کی کوشش کریں اور حتی الامکان اس امر کے متعلق ان کی ہر ناجائز خواہش کا جو صرف اولاد پیدا کرنے کے لئے نہ ہو مناسب سختی سے مقابلہ کرتی رہیں اور ہمیشہ انھیں یہ یاد دلاتی رہیں اور ان کا اپنی اور اپنی آئندہ اولاد کی صحت و طاقت کی برقراری۔ بحالی و ترقی کے متعلق کیا فرض ہے؟

ہمیں یقین ہے کہ اگر اس بارے میں گرہستی عورتیں اپنا فرض مناسب طور پر سمجھ جائیں اور تندرست و نیکوکار اولاد پیدا کرنے کے سوا کسی اور مقصد سے مرد کے ساتھ ہم بستری گوارا نہ کریں۔ تو آیندہ نسلیں اپنی دماغی و جسمانی طاقت و قوت کے لحاظ سے موجودہ نسل کی نسبت بہت کچھ بہتر و افضل ہو سکتی ہے ضرورت ہے کہ سب نیک خیال و نیک دل حضرات اس طرف خاص توجہ دیں۔ اور مردوں عورتوں میں باہر ممکن طریق سے اس خیال کی اشاعت کا بیڑا اٹھائیں۔ تاکہ یہ خرابی کسی قدر رک حالت کچھ رو بصحت ہو سکے۔

اس میں شک نہیں کہ شروع شروع میں مردوں و عورتوں اور بالخصوص مردوں میں اتنا ضبط پیدا ہونا بہت مشکل ہے۔ لیکن ضبط اور برہم چریہ پالن کے لئے بھی ہمارے محترم رشی منیوں نے بہت سے نیم اور قواعد مقرر رکھے ہیں۔ جتنا جتنا ہم ان پر عمل پیرا ہوں گے۔ ہمیں اپنے اس متبرک مقصد میں ضرور کامیابی ہوتی جائے گی۔ ان قواعد پر ہم اگلے باب میں کچھ روشنی ڈالیں گے اور اپنے نیک دل ناظرین کو بتلائیں گے کہ کس طرح وہ خود برہم چریہ کا پالن کر کے اپنی آیندہ نسلوں کو اس تمام کمزوریوں کو دور کرنے والے اور عظمت و بزرگی کی منزل مقصود تک پہنچانے والے مبارک راستہ پر چلا سکتے ہیں۔

بعض غلطی اور بھول میں پھنسی ہوئی عورتیں بچے جننے اور ان کے پالنے کی مصیبت کے خوف سے نیز کچھ ایک اپنی جوانی اور شباب کے جلد ہی ڈھل جانے کے خیال سے حمل ٹھہرنے سے گھبراتی ہیں۔ اور ضبط تولید کے وہ ذرائع استعمال کرنے لگتی ہیں جن کا ہم مندرجہ بالا سطور میں ذکر کر آئے ہیں۔ انہیں یہ سمجھنا چاہئے کہ اگر وہ ضبط تولید کے ان غلط طریقوں

کا استعمال کرنے کی بجائے ضبط نفس کے صحیح طریق کی پیروی کریں تو
اس سے نہ صرف وہ اپنی ہی صحت ٹھیک رکھ کر اپنے شباب کو صحیح معنوں میں
زیادہ پائدار و دیرپا بنا سکیں گی بلکہ اپنے سرتاج و سرپرست خاوند کو بھی
نیک راہ پر لا کر اس کی تندرستی کو تباہ و برباد ہونے سے اور جسم کو کمزور ہو کر
طرح طرح کے امراض کا شکار ہونے سے بچا لیں گی اور ساتھ ہی اس کے اس
طرح مناسب ضبط و احتیاط کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے بعد جب کبھی مناسب
وقت اور عمدہ طریق پر انہیں حمل ہو گا تو وہ زمانہ زندگی کی اس سب سے
بڑی مسرت یعنی ماں بننے کے سب سے اعلیٰ درجے کا خیال کرتے ہی
ان کا دل ایک ایسی روح پرور و زندگی بخش خوشی سے بھر جائے گا جو اسکی
دوسری تمام تکلیفوں اور زحمتوں کا ایک بہترین اور پورا نعم البدل ثابت
ثابت ہو گا اور ساتھ ہی اس کے بچہ جننے کے وقت بھی انہیں اتنی تکلیف و
اذیت ہرگز نہ ہو گی جتنی کہ کمزور، بدصحت و بدپرہیز عورتوں کو اکثر ہوا کرتی ہے
کیونکہ ایک عورت کے جوانی و تندرستی کی حالت میں بچہ جننے کا فعل بھی محض قدرتی
و فطری ہے۔ اس لئے مادرِ قدرت کا یہ منشا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اپنے نہایت
ہی ضروری فرض کی سرانجام دہی میں کسی عورت کو اتنی سخت تکلیف ہو جو اس کے
لئے ناقابل برداشت ہی ہو جائے یا جس سے اس کی جان کے لالے پڑ جائیں۔
اس لئے انہیں ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے اور اس کی صداقت میں کبھی کسی طرح کا بھی
شک و شبہ ہرگز اپنے دل میں نہ لانا چاہئے کہ اکثر عورتوں کو بچہ جننے کے وقت جتنی
بھی تکلیف ہوتی ہے اس کی ۹۰ بلکہ ۹۵ فیصدی ذمہ داری ان کی اپنی غلطیوں، بد
پرہیزیوں اور غیر قدرتی زندگی بسر کرنے کے سر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شہری اور مالدار
گھروں کی نسبت دیہاتی اور غریب طبقے کی عورتوں کو وضع حمل کے وقت بہت

کم تکلیف ہوتی ہے - اور ان کی جوانی بھی اتنی جلدی نہیں ڈھلتی جتنی کہ امیر و عشرت پسند عورتوں کی اس لئے انہیں اس غلط خیال کو فوراً اور ہمیشہ کے لئے اپنے دل سے نکال دینا چاہیے کہ ان کا مقدس درجہ حاصل کرنا ان کے لئے کسی طرح سے بھی کوئی ناقابل برداشت زحمت یا مصیبت [illegible] متبرک مقدس منزل میں ان کی صحت جوانی، خوبصورتی کے لئے کسی طرح کا بھی کوئی خطرہ پوشیدہ ہے بلکہ انہیں اس منزل میں داخل ہونے کو زمانہ زندگی کی سب سے بڑی عزت و عظمت خیال کرنا چاہیے اور ہمیشہ یہ سمجھنا چاہیے کہ بے اولاد عورت بالکل ویسے ہی ناقص و نامکمل ہے جیسا کہ ایک بے ثمر درخت - اس لئے ایک عورت کے لئے سب سے بڑی بدقسمتی و بدنصیبی اس کے سوا کوئی دوسری نہیں ہو سکتی کہ وہ بے اولاد رہ جائے۔

آہا کیا خوش نصیب وہ جوڑا ہے جس کی نظروں کے سامنے بیٹے بیٹیوں، بہوؤں، داماد پوتے، پوتیوں، نواسے نواسیوں وغیرہ کی موجودگی سے گھر میں دن رات ایک رونق اور میلہ سا لگا رہتا ہے اور ان میں سے ہر ایک بوڑھے دادا یا نانا اور بوڑھی دادی یا نانی کو اپنی خدمت گذاریوں اور خوش گفتاریوں سے خوش کرنا اور مطمئن رکھنا اپنا فرض سمجھتا ہے - ہم پوچھتے ہیں کہ مسٹر گلیڈسٹان جی اور ان کی بیوی نے اس وقت کتنا اطمینان اور فخر محسوس کیا ہوگا جب ان کے سامنے ان کے ۸ لڑکے اور ۳۰ پوتے گھوڑوں پر سوار ایک خاندانی فوج کی صورت میں گذرتے ہونگے - ان کا دل کیسا مسرت اور خوشی سے بھر جاتا ہوگا

یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہندوستان میں ہمیشہ سے اس مرد و عورت بڑا ہی صاحب نصیب سمجھا جاتا ہے جسے اولاد کا غم کبھی نہ دیکھنا پڑے - اور جو مرتے ہوئے اپنا خاندان بیٹوں بیٹیوں، پوتوں، پوتیوں، نواسوں، نواسیوں اور ان کی اولاد سے رشک گلزار بنا ہوا چھوڑ جائے برا ہو اس تہذیب مغربی کا کہ جو ہمارے مردوں اور عورتوں کو اتنا خود غرض، خود پرست تنگ دل اور تنگ نظر بنا رہی ہے جس پر حضرت اکبر کا یہ شعر لفظ بہ لفظ بلکہ حرف بحرف صادق ہوگا ؎

تہذیب مغربی نے کبھی گھر کا منہ نہ دیکھا
کٹی عمر ہوٹلوں میں مرے ہسپتال جا کر

دوسرا باب

حفاظت منی یا برہم چریہ

ہماری رائے میں آج کل ہندوستانی نوجوانوں نہیں نہیں بلکہ ہندوستان کے ۵-۶ برس کے بچوں اور بچیوں سے لیکر ۵۰-۶۰ برس کے بوڑھوں اور بوڑھیوں تک کو بھی اگر سب سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت ہے تو وہ یہ ہے کہ برہم چریہ کی عظمت و اہمیت پہچانیں۔ خود اس کا پورا پورا پالن کریں اور اپنی زندہ مثال سے محض زبانی یا تحریری جمع خرچ سے ہی نہیں۔ دوسروں پر اس کو ظاہر کرنے کا کوئی موقعہ اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ کیونکہ صورت حال یہاں تک بگڑ چکی ہے کہ اپنے سے بڑے بچوں کو دیکھا دیکھی پانچ پانچ چھ چھ برس کے بچہ بچی بھی کہ جنہیں ابھی دین و دنیا کی کچھ تمیز نہیں اپنے اعضائے تناسل کے ساتھ نہایت بے رحمی اور بے غیرتی سے کھیلتے ہوئے بلکہ ان کا بے جا طور پر استعمال کرتے ہوئے دیکھے گئے ہیں۔ پھر ان کے بزرگ ہیں جو ان کی ایسی مذموم حرکتوں پر انہیں جھڑکنے اور ڈانٹنے کے بجائے ہنس ہنس اور مسکرا مسکرا کر ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ وہ بدنصیب یہ نہیں جانتے کہ ہماری یہ حماقت اور بے عقلی ہی ہمارے بچے اور بچیوں کی آیندہ زندگی کے لئے تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہوگی۔ جو انہیں برہم چریہ کے دشوار گذار راستے سے گرا کر عیاشی و اوباشی کے خوفناک گڑھے میں اوندھے منہ کے بل گرا دے گی۔ اور تڑپ تڑپ کر بھری نوجوانی میں جان دینے کے لئے مجبور کرے گی۔

یہ تو رہا بچوں کا حال زار۔ اب ذرا نوجوانوں کا حال سنیئے۔ جن بچوں کی ابتدا اس طرح ہوگی وہ ذرا ہوش سنبھال کر جلق یا اغلام کے عادی اور فاعل

مشغول ہو کر اپنی صحت و تندرستی ستیاناس کرنے لگیں تو تعجب ہی کیا ہے؟ پھر صورت حال یہاں تک بگڑ چکی ہے کہ بڑا بھائی چھوٹے بھائی کو اور بڑی بہن چھوٹی بہن کو بلکہ کہیں کہیں تو بھائی بہنوں کو اور بہنیں اپنے بھائیوں کو بدکاری کا یہ شرمناک سبق سکھاتی ہیں۔ استاد، شاگرد اور گورو چیلے کی تو بات دور کی ہے وہ تو گھر سے باہر کے ہوئے اور صدیوں سے بدنام چلے آتے ہیں لیکن یہاں تو یہ خوفناک آگ گھر ہی گھر میں سلگ رہی ہے اور ہر طرح شرافت و نجابت کو تباہ کر رہی ہے

جب بدنصیب ملک میں پیدا ہونے سے پہلے ہی بچوں اور بچیوں کی منگنی اور رشتے ہو جائیں اور سال بھر سے کم عمر کی بیوائیں موجود ہوں۔ آٹھ نو برس کی عمر سے پہلے ہی پہلے لڑکیوں کی شادی ایک بہت پن سمجھا جاتا ہو اور ہوش سنبھالنے سے بھی پہلے شادی بیاہ کی باتیں ان کے کانوں میں ڈالی جاتی ہوں بھلا وہاں برہم چریہ کا خیال بھی کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔

کہاں ایک زمانہ تھا جب ہمارے پوجیہ بزرگ اور واضع بھگوان منو یہ حکم دیتے تھے کہ ودیا پڑھنے والا برہم چاری ۳۶ سال تک تینوں وید پڑھنے کے لئے برہم چریہ ورت کا پالن کرے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ۱۸ برس تک اور یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم ۹ برس تک وید کی تعلیم پانے کے لئے گورو کے گھر میں رہے (منوسمرتی ۳ ادھیائے اشلوک) اور ۵ سال کی عمر سے لے کر ۱۶ برس تک برہمن کے لڑکے کے لئے۔ ۶ سے ۲۲ برس تک کشتری کے لئے اور ۸ سے ۲۴ سال کی عمر تک ویش کے لڑکے کے لئے یگیوپویت لے کر گورو کل میں چلے جانے اور وہاں ۳۶، ۱۸ یا نو سال تک رہ کر ویدوں کی تعلیم پانے کا اور ان کے بعد گھر آ کر شادی کر کے گرہستھ میں داخل ہونے کا حکم تھا کہاں آج

کہ ہم ان تمام احکام کو بالائے طاق رکھ کر اپنے بچوں اور بچیوں کو چھوٹی چھوٹی عمروں میں ہی ان کی برہم چریہ سے پتت کر دیتے ہیں۔ کبھی کبھی تو یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ بچے کی طبیعت تعلیم میں لگی ہوتی ہے۔ وہ چاہتا بھی ہے کہ ابھی اس کی شادی نہ کی جائے اور اسے خوب پڑھ کر اپنی تعلیم مکمل کر لینے دی جائے۔ لیکن حماقت اور خود غرضی میں مبتلا والدین جہیز یا کسی اور لالچ یا خیال سے اسے شادی کے لئے مجبور کر کے۔ اس کی خلاف منشا شادی کر دیتے ہیں جو بسا اوقات سب کے لئے مصیبت کا باعث ثابت ہوتی ہے۔

جہاں پہلے برہم چریہ کی آخری منزل تک پہنچنے سے پہلے مرد کے لئے عورت کا اور عورت کے لئے مرد کا خیال تک بھی دل میں لانا گناہ تھا اور ہر طرح اپنے ویریہ کی حفاظت کر کے اس سے اپنی طاقت وقوت اور دل و دماغ کو ترقی دینا ہی ایک برہمچاری اور برہم چارنی کا سب سے بڑا دھرم تھا۔ وہاں آجکل ہوش سنبھالنے سے بھی بہت پہلے انہیں دانستہ یا نادانستہ طور پر اپنی بے عقلی و حماقت سے ویریہ کے تباہ کن راستے پر ڈال دیا جاتا ہے۔ اور جہاں شادی ہونے کے بعد بھی میاں بیوی کو اس امر کی زبردست تاکید ہوا کرتی تھی کہ وہ صرف اولاد پیدا کرنے کے لئے ہم بستر ہوں اور فضول اپنی قوت کو ضائع کر کے صحت برباد نہ کریں وہاں آج کل اس خیال کو بالکل ہی نظرانداز کر کے اندھا دھند شہوت رانی اور نفس پرستی کی اجازت دے دی جاتی ہے بلکہ بسا اوقات تو دولہا دولہن کو برسوں تک ایک ہی کھاٹ پر سونے کے لئے مجبور ہونا پڑتا ہے۔ کیونکہ گھر سے دوسری کھاٹ بچھائی ہی نہیں جاتی

بہت سے پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ برس کے بوڑھے ہونے پر تو ول زالے ہو کر بھی اس پیرانہ سالی کی حالت میں گرہست چھوڑ کر بھجن کرنے کی بجائے شادی

رچانے اور بیاہ کرانے کے لئے اُدھار کھائے پھرتے ہیں اور خضاب لگا کر دولہا بننا چاہتے ہیں۔ ایسی شرمناک حالت میں برہمچریہ کا خیال کسے ہو سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ دیش اور جاتی روز بروز پست حالی، تباہی اور بربادی کے گڑھے میں گرتی جا رہی ہے اور اس کی بہتری اور بہبودی کی کوئی بھی صورت پیدا ہوتی نظر نہیں آتی۔

حاصل کلام جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں اس وقت اس امر سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ملک کے سب مرد و عورت، بچے اور بوڑھے اس امر حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ اعضائے تناسل کا غیر ضرور اور نامناسب استعمال بے شمار بیماریوں، اخلاقی گراوٹوں، نسلی تباہی اور جسمانی بربادی کا موجب ہوتا ہے اور ہر طرح ترقی و عروج کے راستے میں ایک بہت بڑی اور خوفناک رکاوٹ بن جاتا ہے۔ انسان کی روحانی ترقی، دلی و دماغی مضبوطی و پختگی، جسمانی قوت، دولت کمانے کی طاقت اور ان سے حاصل ہونے والی لاانتہا مسرتوں، خوشیوں اور راحتوں کا سب سے بڑا ذریعہ برہمچریہ، حفاظتِ منی، یا بہ الفاظِ دیگر آلات تناسل کا صحیح استعمال ہے جو صرف حصولِ اولاد کے لئے جائز کہا جا سکتا ہے اور ہر حالت میں غلط و ناجائز ہے خواہ مرد و عورت آپس میں شادی شدہ بھی کیوں نہ ہوں۔ اسی صحیح استعمال کی بدولت ہی کسی ملک کی آیندہ نسلوں کی اخلاقی، جسمانی، دلی، دماغی، مالی، اقتصادی اور روحانی ترقی ہو سکتی ہے اور وہ آہستہ آہستہ عظمت و خوش حالی اور شہرت و بلند اقبالی کے ساتویں آسمان تک پہنچ کر دنیا بھر میں اپنی بزرگی و برتری کا سکہ جما سکتی ہیں۔

برہمچریہ کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ اپنے جوہر حیات یعنی ویریہ یا منی کی صحیح اور سچی قدر و قیمت کو جان کر پہچان کر اس کی ایسی ہی حفاظت کی

جائے جیسے کہ ایک کنجوس مکھی چوس اپنی کوڑی کوڑی کی حفاظت کرتا ہے۔ اسے کبھی کسی ضرورت میں بھی غیر ضروری طور پر طور پر خرچ نہ کیا جائے اور اس کے ایک ایک قطرے کو زر و جواہر سے بیش قیمت سمجھ کر دیدہ و دانستہ ضائع و برباد کئے جانے سے محفوظ رکھا جائے۔ نیز اس کے اخراج سے جو بھی لطف حاصل ہوتا ہے اسے اپنے ہر طرح کے عروج و ترقی کا سب سے بڑا دشمن سمجھا جائے اور نفس امارہ کو قابو میں کر کے اپنے تمام حواسات کو ضبط میں لایا جائے تاکہ وہ کبھی کسی حالت میں بھی ہماری آتما کو اپنا غلام بنا کر اسے نفسانی لذات کے جال میں نہ پھنسا سکیں

اگر بہت سے مردوں کو خصوصاً انہیں جو شادی شدہ ہیں اور روزانہ ہی نہیں بلکہ ایک ایک رات میں کئی کئی مرتبہ اندھا دھند ویریہ ضائع کر کے اپنی عمر اپنی بقیہ حیات کی صحت کا ستیاناس کرتے ہیں۔ جب برہم چریہ پالن کے متعلق کچھ کہا جاتا ہے تو وہ اس کے اصولوں کی پیروی ایک ناممکن سی بات سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان کی عادتیں بگڑ چکی ہیں اور دل اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ وہ اس پر ایک منٹ کے لئے بھی جبر گوارا نہیں کر سکتے اور نہ ہی قابو پا سکتے ہیں۔ بیوی کی شکل دیکھ کر، مجامعت کا خیال دل میں آتے ہی وہ شہوت سے اندھے ہو کر بے قابو ہو جاتے ہیں۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ان کے لئے بھی اپنی اس کمزوری سے چھٹکارا پانا درحقیقت اتنا مشکل اور محال نہیں جتنا کہ وہ سمجھتے ہیں اور غلطی سے اپنے دل میں مان بیٹھے ہیں۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ وہ ایک دفعہ اپنے دل میں یہ ارادہ کر لیں کہ ہمیں اس عادت بد کے چنگل سے چھوٹنا ہے وہ دیکھیں گے کہ آہستہ آہستہ خود بخود ہی وہ اس بلا سے نجات پاتے جا رہے ہیں۔

مثلاً جس شخص کو کبھی روزانہ [illegible] کرنے کا موقعہ [illegible] دن میں اندھا

دھند چار چار، یا پانچ پانچ مرتبہ کھاتا پیتا رہتا ہو بلکہ جب تک وہ جاگتا رہتا ہے اس کے دانتوں کی چکی بھی برابر چلتی رہتی ہے اور کبھی تھمنے میں نہیں آتی وہ جس روز پہلے پہل برت رکھتا ہے تو اسے اتنی تکلیف بھوک سے محسوس ہوتی جتنی کہ اپنی طبیعت کو کھانے پینے کی مختلف اشیا سے روکنے میں محسوس ہوتی ہے درحقیقت روزہ اور برت کی فلاسفی بھی یہی ہے جس کے لئے اسے اتنی مذہبی اہمیت و عظمت دی جاتی ہے کہ تقریباً ہر مذہب و ملت نے اسے اپنے مختلف مذہبی فرائض میں داخل کر لیا ہے۔ مگر افسوس کہ دیگر فرائض کے مانند آج کل کے تعلیم یافتہ نوجوان ان کی طرف سے بھی بے حد لاپرواہ ہوتے جا رہے ہیں اور بیٹوں کی بیماری میں مبتلا ہو کر صرف اپنے ہاضمے کو ہی تباہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ اپنے دل پر بھی انہیں وہ قبضہ قدرت حاصل نہیں رہا جو کہ برہم چاریوں کی سب سے بڑی صفت مانا جاتا تھا۔

جب کوئی شخص برہم چریہ پالن کرنے کا ارادہ اپنے دل میں مضبوط کرلے تو اسے سب سے پہلے اپنی بیوی سے چند روز کے لئے علیحدہ ہو کر یہ دیکھنا چاہئے کہ اس کی عدم موجودگی کو وہ کس طرح برداشت کرتا ہے اس میں شک نہیں کہ پہلے پہل اس کی جدائی اسے بہت زیادہ ستائے گی۔ روزانہ جماع کی عادت بد پڑ جانے سے چند رات تک اس کی نیند بھی حرام ہو جائے گی۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ طبیعت خود بخود سنبھل جائے گی اور ہفتہ عشرے کے بعد وہ اسے بالکل بھی محسوس نہ کرے گا۔ بشرطیکہ اس اثنا میں ہی وہ اپنی خلقی کمزوری سے مغلوب ہو کر نفس پرستی کی آگ بجھانے کے لئے کہیں اور ادھر ادھر منہ کالا کرنے نہ چلا جائے۔ بہر حال جس طرح کہ وہ آہستہ آہستہ اپنی بیوی کی

عدم موجودگی میں اپنے نفس امارہ کو قابو میں لا یا تھا اسی طرح اس کی موجودگی میں بھی اس پر قابو پانے کی کوشش کرے اس میں شک نہیں کہ پہلے پہل اس بارے میں اسے ناکامیابی ہوگی اور کمزوری کا اظہار بھی ضرور ہوتا رہے گا۔ لیکن بجائے اس کے کہ وہ ان ابتدائی ناکامیابیوں اور کمزوریوں کو اور تازہ غلط کاریوں کا ذریعہ بنائے۔ اسے ان پر سچے دل سے افسوس کرنا اور پچھتانا چاہیے نیز اپنے دل ہی دل میں ندامت و شرمندگی کا احساس کر کے اپنے نفس امارہ کو اس کے لئے لعنت و ملامت کرنا چاہیے۔ اور آئندہ محتاط رہنے کا عہد مصمم باندھنا چاہیے۔

ساتھ ہی اس کے ہر ایسے موقعہ پر ایک دو دن بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصے کے لئے برت یا روزہ رکھ کر اپنے نفس کو سزا دینے اور اسے اپنے قابو میں لانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہماری رائے میں اپنے دل پر قابو حاصل کرنے کے لئے فاقہ کشی ایک بہت ہی زبردست ہتھیار کا کام دے سکتی ہے۔ اس سے نہ صرف طبی اور جسمانی طور پر ہی معدہ ٹھیک ہو کر صحت و تندرستی بڑھ سکتی ہے۔ بلکہ دل پر بھی آہستہ آہستہ اختیار بڑھتا چلا جاتا ہے جو اور بھی ہر طرح کی بری عادتوں کو دور کرنے میں پوری پوری مدد دیتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ انسان کو ترقی و عروج کی منزلِ مقصود کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔

کئی حضرات برہم چریہ کی مخالفت کرتے ہوئے یہ کہا کرتے ہیں کہ جو لوگ برہم چریہ کا پالن کرتے ہیں وہ ہمیشہ شہوت انگیز خواب دیکھ دیکھ کر جریانی احتلام میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ حالت صرف ان ہی لوگوں کی ہوتی ہے جو بظاہر برہم چریہ پالن کا ڈھونگ رچتے

ہوئے دل سے نفس پرستی اور شہوت پرستی کی طرف راغب رہتے ہیں۔ اور ہمیشہ شہوت آلود باتیں سوچتے رہتے ہیں۔ جذبات انگیز قصے اور ناول پڑھتے یا سنتے رہتے ہیں۔ نیز ایسے جذبات افروز راگ اور گیت گاتے بجاتے یا ان کو سن سن کر لطف اٹھاتے رہتے ہیں۔ اور ایسے تھیٹر، سینما، تماشے، تصویریں یا ناچ وغیرہ دیکھتے رہتے ہیں۔ جن سے ان کے دلوں میں یہ نفسانی خواہشات ہمیشہ بھڑک بھڑک کر تیز تر ہوتی رہتی ہے۔ خواہ وہ لظاہر برہم چریہ کا پالن کرتے ہوئے بال برہم چاری ہی کیوں نہ بنے رہیں۔ لیکن درحقیقت وہ اپنے دل اور طبیعت سے برہم چاری کے بجائے بھچاری ہی رہتے ہیں۔ اسی لئے وہ روحانی، دماغی، اور جسمانی بزرگی و عظمت حاصل نہیں کر سکتے۔ جو صرف ایسے ہی نیک و پاک لوگوں کا حصہ ہو سکتی ہے جن کا دل اور طریق عمل یکساں طور پر پاک و صاف ہو۔ نہ کہ ایسے گندم نماد جو فروش بہروپیوں اور ڈھونگی آدمیوں کا جن کے متعلق بھگوان کرشن نے اپنے عدیم المثال مشہور عالم اُپدیش شریمد بھگوت گیتا میں ویر ارجن کو مخاطب کر کے کہا ہے۔

"اے ارجن! شیوں رلذات نفسانی) کا ہر وقت دل میں خیال کرتے رہنے سے ہی ان کی خواہش پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اس خواہش کی سیری کے راستے میں کوئی رکاوٹ نمودار ہونے پر غصہ آتا ہے۔ غصہ کرنے سے بھلے بُرے کی تمیز ماری جاتی ہے جس سے کہ یادداشت خراب ہو جاتی ہے۔ یادداشت کی خرابی

سے ہی بُدھی اور عقل کا ناش ہو جاتا ہے اور بُدھی کا ناش ہو جانے پر انسان کا سب کچھ تباہ ہو جاتا ہے (گیتا دوسرا ادھیائے ۶۲ سے ۶۶ تک۔)

اس لئے جو شخص یا قوم تباہی و بربادی سے بچنا چاہتی ہے اس کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ سب سے پہلے وہ اپنے ہی خیالات و جذبات کو نفسانیت اور شہوت پرستی سے پاک رکھنے کی کوشش کرے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ عملی طور بھی اپنی زندگی کو پاکیزہ بناتے ہوئے پوری دلی خواہش اور لگن کے ساتھ برہم چریہ پالن کرنے کی کوشش کرے۔ اور اس بارے میں ابتدائی ناکامیوں اور ناکامیابیوں سے ہرگز نہ گھبرائے۔ بلکہ ان پر صدقِ دل سے افسوس تاسف کر کے پھر اور بار بار اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کی کوشش کرے اور ہرگز ہمت نہ ہارے۔ آخر میں وہ یقیناً یہ دیکھ کر حیران رہ جائے گا کہ اسے روز بروز اپنے حصول مقصد میں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوتی جا رہی ہے۔

اس سے پہلے ہمارے رشی منیوں کو ہی نہیں بلکہ بے شمار یورپین اور امریکن عالموں مثلاً لاک، نیوٹن، پٹ، سپنسر، ایمرسن وغیرہ وغیرہ کو بھی جنہوں نے دنیا میں کسی طرح سے بھی کوئی شاندار کام کیا ہے اپنے مقصد اسی طرح بار بار ناکامیاب رہنے کے بعد ہی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ یورپ کے مشہور فاتح نپولین جیسے شخص کو بھی ضبطِ نفس کے پاک راستے سے منحرف ہو کر ابتدا میں ہر منزل اور ہر مرحلے پر کامیابی ... آخر ... ناکامیاب رہ جانے ... اور اپنی

غلطی کا خمیازہ بھگتتے ہیں۔

دوسرا اعتراض جو یہ لوگ کیا کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اعضائے تناسل کا استعمال نہ ہونے پر اس کی نشوونما ماری جاتی ہے۔ نیز وہ پتلا اور کمزور پڑجاتا ہے۔ یہ سب کچھ مناسب و جائز استعمال نہ ہونے کی صورت میں ہوتا ہے نہ کہ ناجائز و نامناسب استعمال نہ کرنے کی صورت میں بھی جیسا کہ کثرت جماع اور اندھا دھند مباشرت کی حالت میں اکثر ہوتا ہے۔ اعضائے تناسل کا جائز و مناسب استعمال یہ ہی ہے کہ انہیں وقتِ مناسب پر اولاد پیدا کرنے کے لئے کام میں لایا جائے۔ نہ کہ خلافِ قدرت و خلافِ فطرت۔ غیر ضروری طور پر روزانہ بلکہ دن میں کئی مرتبہ استعمال کر کے اپنی اور فریق ثانی کی صحت و تندرستی کو برباد کیا جائے۔ اور کمزور و ضعیف، نیز مریل، دائم المریض، پستہ قد، مکروہ صورت اولاد پیدا کر کے قومی نسل کو بگاڑا اور تباہ کیا جائے۔

تیسرا اعتراض جو بعض لوگ محض ہٹ دھرمی سے پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ تین تین سال تک مجرد اور برہم چاری رہنے سے مردانہ قوت کمزور ہوجاتی ہے۔ یہ اعتراض بھی قطعی غلط و بے بنیاد ہے۔ کیونکہ کوئی بھی تندرست شخص کبھی اس طرح کمزور ہوتا ہوا نہیں دیکھا گیا۔ اور اگر کبھی کسی کو خوراک یا کسی اور قسم کی بد پرہیزی سے کوئی ایسی شکایت پیدا ہو بھی گئی ہے تو وہ معمولی علاج سے دور ہوجاتی ہے۔ لیکن اس کے برخلاف جو لوگ اس بارے میں بالکل غیر محتاط ہو کر اپنا زور اپنی طاقت کو زائل کر دیتے ہیں تو چند

مہینوں تو کیا ہفتوں میں ہی اتنے کمزور ہو جاتے ہیں کہ انہیں اپنے علاج کے لئے در در بھٹکنا پڑتا ہے اور سالہا سال تک علاج کرانے پر بھی افاقے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اس کے سوائے ان کی بیماری صرف کمزوری باہ یا مردانہ طاقت کی کمی تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ اور بھی طرح طرح کی بیماریاں مثلاً ضعفِ دماغ، ضعفِ دل، ضعفِ معدہ ضعفِ چشم، ضعفِ اعصاب وغیرہ وغیرہ پیدا کر دیتی ہے۔ جس کے نتیجے کے طور پر سر چکرانا، نسیان، دل دھڑکنا، گٹھیا، فالج، لقوہ مرگی بلکہ تپِ دق تک میں مریض مبتلا ہو کر اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر بہت بری طرح سے مرتا ہے۔ ان سب ناگفتہ بہ اذیتوں اور تکلیفوں سے محفوظ رہنے کا ایک یقینی علاج برہم چریہ ہے۔ جس کے بغیر دنیا کی کوئی بھی دوا خواہ وہ امرت یا آبِ حیات ہی کیوں نہ ہو کسی مریض کو کبھی شفا نہیں بخش سکتی۔

کثرتِ جماع یا کسی اور طرح اپنی منی ضائع کرنے والے مریض کا دل و دماغ اس حد تک کمزور ہو جاتا ہے کہ وہ کبھی کوئی مشکل اور ہمت و جرأت کا کام کرنا تو درکنار اس کا خیال تک بھی اپنے دل میں نہیں لا سکتا اس کے متعلق کچھ سوچنے اور غور کرنے سے ہی اس کا دل دھڑکنے اور گھبرانے لگتا ہے اور سر چکرا جاتا ہے۔ نہ صرف اپنی جسمانی، دماغی اور ذہنی طاقتوں پر ہی اسے بھروسہ نہیں رہتا بلکہ اپنے خویش و اقربا نہیں نہیں بلکہ اپنے مالک و خالق، خدا اور پرماتما کی ذات سے بھی اس کا اعتماد اُٹھ جاتا ہے۔ اور اسے اپنے ہر طرف مصیبت و اذیت کے بادل ہی گھرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ شخص پیدائشک و

شبہ کر کے اس سے خوف کھانے اور ڈرنے لگتا ہے اور اسے اپنی زندگی وبالِ جان ہو جاتی ہے۔ برخلاف اس کے اپنے احساسات پر قابو حاصل کرنے اور نفسانی لذات کی غلامی سے آزاد رہنے والے برہم چاری کی نہ صرف جسمانی طاقت ہی دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرتی جاتی ہے بلکہ وہ ہر طرح کی چھوٹی بڑی بیماری سے بھی محفوظ رہتا ہے اور اگر بر تقدیر کبھی بیمار پڑ بھی جائے تو نہایت ہمت و مردانگی سے اس کا مقابلہ کر کے ہر تکلیف کو صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرتا ہے۔ اس کے دل و دماغ کی طاقتیں روز بروز بڑھتی جاتی ہیں۔ اور روحانیت کی اعلےٰ سے اعلےٰ منازل تک پہنچنے میں بھی اسے کبھی کوئی ایسی دقت رونما نہیں ہوتی۔ جس پر وہ فتح نہ پا سکتا ہو۔ اس کا آئینۂ دل پاک و صاف ہو کر اس میں اسے نورِ حق دکھائی دینے لگتا ہے۔ اور پرماتما پر دنوں دن اس کا وشواس بڑھ کر وہ دنیا کی تمام انسانی و شیطانی طاقتوں سے بے خوف ہو جاتا ہے اور کمال اطمینان و سکون کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب نے ضبطِ نفس یعنی برہمچریہ کو خدا پرستی کی پہلی سیڑھی قرار دیکر اس کی اہمیت و عظمت بیان کی ہے۔ لیکن افسوس کہ آج کل حضرتِ انسان نفس پرستی کے غار میں گر کر اس کی بزرگی و پاکیزگی سے روز بروز زیادہ سے زیادہ ترمنکر ہوتا جاتا ہے۔ اپنے مالک و خالق کو بھول کر گناہوں کی دلدل میں گہری سے گہرا کھنستا جاتا ہے اور خود اپنے اور اپنی آئندہ اولاد و نسلوں کے لئے طرح طرح کی مصیبتیں اور تکالیف پیدا کرتا جاتا ہے۔

چونکہ خیال لوگ برہمچریہ کی زندگی بسر کر کے اپنے نفس پر قابو حاصل

کرنے کے خواہشمند ہوں انہیں سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اولاد پیدا کرنے کے سوا کسی اور خیال سے اپنے جوہر حیات یعنی منی کو ضائع کرنا دنیا میں سب سے بڑی بیوقوفی اور حماقت ہے۔ کیونکہ منی کا ایک قطرہ ہمارے خون کے ۴۰ قطروں کا جوہر لطیف ہے اور ایک دفعہ کی مجامعت یا اخراج منی میں کم از کم دس قطرات منی ضائع ہوتے ہیں۔ گویا جسم انسانی کے ۔۔۔۴ سو قطرات خون کی طاقت و قوت زائل ہو جاتی ہے۔ بھلا اس کوتہ اندیش انسان کو کون سمجھدار کہہ سکتا ہے جو بلا کسی ضرورت یا وجہ کے روز اپنے جسم میں فصد لگوا کر ایک کٹورہ خون فضول خارج کرا دیتا ہے یا اس کسان کو کون دیوانہ و حواس باختہ نہ کہے گا جو کسی بھی فصل، پیدائش یا امید و آرزو کا کوئی خیال تک اپنے دل میں نہ لا کر اپنے بیج کو ویسے ہی اوسر اور بنجر زمین میں یا بغیر کسی خاص تیاری کے یا موزوں و مناسب موسم کا خیال کئے اپنے یا پرائے کھیت میں اندھا دھند بکھیرتا پھرے۔ لیکن آج بے شمار انسان اپنے انشاتی بیج کو یونہی بے سوچے سمجھے ضائع کرنے کے باوجود بھی فرزانہ و دانشمند سمجھے جاتے ہیں اور وہ خود بھی اپنی اس حماقت و بیوقوفی پر فخر و ناز کرتے ہوئے کبھی نہیں تھکتے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ جو لوگ بڑھاپے میں ہر طرح کے جسمانی و دماغی امراض و عوارض سے محفوظ رہ کر آخری دم تک تندرست و مضبوط رہنا چاہتے ہیں انہیں اپنے جوہر حیات کو ہر قسم کی دولت و ثروت سے بڑھ کر سمجھنا چاہیئے۔ اور اس کی حفاظت کرنا چاہیئے۔ نیز حتی الوسع اولاد پیدا کرنے کے سوا کبھی کسی اور خیال یا نیت سے ضائع نہ ہونے دینا چاہیئے۔ تبھی وہ سو سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر تک تندرست و توانا رہ سکتے ہیں۔ حقیقی طور پر تندرست آدمی کو اپنے خیالات نیک و پاک رکھتے ہوئے کبھی احتلام نہیں ہوتا۔ مہینے دو مہینے میں اگر کبھی ہو بھی جائے تو یہ صرف خیالات کی وجہ سے ہی سمجھا جائے گا یعنی عادت کے قصور یا بیماری ہر گز نہیں لیکن اس سے

زیادہ بدخوابی یا احتلام کی شکایت جسمانی کمزوری کو ظاہر کرتی ہے۔ جس کی طرف جلد سے جلد توجہ دینی چاہیئے۔ اس لئے جو لوگ برہم چریہ کے خواہشمند ہوں۔ ان کی دلی کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ ان کی منی کسی طرح بھی ضائع نہ ہو تاکہ ان کا جسم آخری وقت تک مضبوط بنا رہے اور جو اولاد پیدا ہو وہ بھی نیک، پاک باطن، مضبوط، طاقتور اور سو سال تک زندہ رہ کر آرام و آسائش سے اپنی زندگی بسر کرنے والی ہو۔ ایسی شخص کو برہم چاری اور رتو گامی مناسب وقت پر بھوگ کرنے والا کہا جاتا ہے۔ وہ گرہستی ہوتے ہوئے بھی برہم چاری کے اصولوں کا پالن کر کے اپنی تندرستی کو آخری دم تک قائم رکھ سکتے ہیں اور ایسی اولاد پیدا کرتے ہیں جو اپنی جسمانی، دماغی اور روحانی اوصاف حمیدہ کے بدولت اپنے خاندان کا نام روشن کرتی ہیں۔ اور اپنے والدین سے برہم چاریہ اور دھرم کرم کی پیروی کا رجحان ورثے میں پا کر اپنی آئندہ نسلوں کو بھی اس دولت بے بہا سے مالا مال چھوڑ جاتی ہیں۔ ہر ایک ملک و قوم کو ایسے ہی نیکوکار اور ستودہ خصال باشندوں کی کثرت سے ترقی و عروج حاصل ہوا کرتا ہے۔ نہ یہ کہ بدکاروں، عیاشوں اور اوباشوں کی کثرت سے۔

اس لئے جو محبان وطن اور فدایان ملک اپنے پیارے ہندوستان کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرا کے بام عروج و ترقی کی سب سے بلند چوٹی پر رونق افروز دیکھنے کے لئے بے قرار و مضطرب ہیں کم از کم انہیں تو بہت جلد اپنے واجب التعظیم اور محترم بزرگوں اور رشیوں منیوں کے بتلائے ہوئے اس شاہراہ عظمت پر قدم زن ہو کر اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیئے تا کہ وہ اپنی قومی زندگی

آزادی کے لیے زیادہ سے زیادہ ہمت و جرأت اور دلیری و جوان مردی اور جد و جہد کرسکیں اور کسی قسم کی مشکلات و مصائب سے کبھی پست حوصلہ ہو کر ہمت نہ ہار بیٹھیں۔

اس میں شک نہیں کہ یہ منزل بہت کڑی اور دشوار گذار ہے۔ اور اپنی موجودہ بد عادتوں پر غور کرتے ہوئے ہمیں اس پاک مقصد میں ہمارا حاصل کرنا محال ہی نہیں بلکہ ناممکن نظر آتا ہے۔ لیکن پھر بھی ہمت ہارنا مردوں کے شایان شان نہیں ہے۔ ایک فارسی شاعر کا سنہری قول ہے ؎

ہر کارے کہ ہمت بستہ گردد
اگر خارے بود گلدستہ گردد

جس کام کے لئے بھی ہمت باندھی جائے وہ مشکل سے مشکل ہونے پر بھی آسان ہو جاتا ہے۔ ننھی ننھی چیونٹیاں اپنی دھیمی دھیمی چال سے جب کسی سفر پر روانہ ہو جاتی ہیں تو ہزاروں کیا لاکھوں میل کا سفر طے کر ڈالتی ہیں۔ ہم تو پھر بھی انسان ہیں۔ وہ کونسی کٹھن سے کٹھن اور سخت سے سخت منزل ہے جس کو طے کرنے کا ایک دفعہ ارادہ کرکے ہم اپنی منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتے۔ صرف پختہ ارادہ کرنے اور ہمت باندھنے کی کسر ہے۔ رحمت حق خود ہی ہمیں کامیابی عطا کرنے کے لئے بے قرار نظر آئے گی۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ ہم اس کامیابی کا خیر مقدم کرنے کے لیے مضطرب ہو جائیں اور اس کے استقبال کی خاطر کسی طرح کی بھی مشکل میں پڑنے یا قربانی کرنے سے ہرگز نہ گھبرائیں بلکہ یہ سمجھیں کہ جو کچھ ہم سچے دل اور ہمت مردانہ سے شروع کر دیں گے

اس میں ہم کبھی ناکامیاب ہو ہی نہیں سکتے۔ اگر بالغرض عمر انسانی محدود ہونے کے باعث ہم اسے نامکمل چھوڑ کر اس سرائے فانی سے کوچ کر بھی گئے تو ہم اجزا ہیں، امر ہیں، لافانی ہیں۔ اس جنم سے پاکیزہ اثرات اپنے ساتھ لے کر پھر پیدا ہوں گے۔ اور اپنے اس نامکمل کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں گے۔ اگر یہ بھی ہو تو پرماتما کی کرپا سے ہم اپنے پیچھے ایسے جانشین چھوڑ جائیں گے جو ہمارے مشن کو پورا کرنے کا بیڑا اٹھائیں گے اور اپنی عملی زندگی سے ان پاکیزہ اصولوں کا پرچار کریں گے جن کی تعلیم انہوں نے اپنے روز پیدائش ہی نہیں بلکہ روز حمل سے ہمارے خیالات وجذبات کے ذریعہ ہم سے حاصل کی ہے۔

اگر اس وقت ہمارے ہزارہا ناظرین میں سے دس بیس بھی ان سطور سے متاثر ہو کر ان پر عمل پیرا ہونے کا سچے دل سے تہیہ کر لیں اور خود برہمچریہ رہتے ہوئے انہیں اصولوں کی پیروی سے اپنی اولاد بھی پیدا کریں اور ان کی مناسب طریق پر پرورش کریں تو وہ خود ہی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ ان کے بچوں کے لئے ان اصولوں پر چلنا خود ان کی نسبت بہت زیادہ آسان ہو جائے گا۔ کیونکہ ان کی بچوں نے تو وہ اپنی پیدائش کے متعلق ابتدائی حمل کے وقت سے ہی ان پاکیزہ خیالات وجذبات کے ذریعے حاصل کر لئے ہیں جو اس وقت ان کے والدین کے پاک دلوں میں موجزن تھے۔ پھر اس کے بعد اپنی ماں کے پیٹ میں مقیم رہتے ہوئے اس کے ہر وقت کے خیالات اور وقت وقت پر ہونے والے مقدس سنسکاروں اور ان کی تعلیم سے بھی انہوں نے یہی تعلیم حاصل کی ہے۔ بعد ازاں اپنی پیدائش کے

بعد اس گھر کی اس فضا و کرۂ ہوائی سے بھی جس میں کہ انہوں نے پرورش پائی ہے انہیں یہی تعلیم ملی ہے اور سب سے بڑھ کر اپنے والدین اور دیگر مردمان خانہ کے خیالات و زندہ تمنّیات کی پاکیزگی سے بھی انہیں یہی تعلیم ملی ہے۔

پھر ان پاکیزہ خیال و نیک اطوار بچوں کی بھی بڑے ہو کر قدرتاً یہی ہو گی کہ ان کے بچے بھی ہر قسم کی خیالی و عملی گندگی و غلاظت سے بحدِ امکان محفوظ رہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ ان کی یہ تیسری نسل خیالی و عملی پاکیزگی کے لحاظ سے دوسری نسل کی نسبت بھی بدرجہا زیادہ بہتر و برتر ہو گی۔ اس کی تندرستی شروع سے اپنے ماں باپ اور دادا دادی کی نسبت بہت اچھی ہو گی۔ ان کے جسم بے حد قوی و مضبوط ہوں گے اور دلی و دماغی قوتیں بدرجہا زیادہ تیز ہوں گی۔ برہم چریہ کے اصول پالنے اور نبھانے کی طرف جہاں ایک تو ان کا قدرتی رجحان ہو گا۔ وہاں اس کے لئے انہیں تمام سہولتیں بھی موجودہ نسل کی نسبت بہت زیادہ نصیب ہوں گی اور اگر وہ اپنے اس پاک مقصد پر برابر قائم رہے اور کبھی بدقسمتی سے لہو و لعب کا شکار ہو کر لذات نفسانی کی دلدل میں نہ پھنس گئے تو ان کی آیندہ نسل ان سے بھی زیادہ مضبوط، تندرست مستقل مزاج اور روشن دماغ ہو گی اور اس طرح ایسے نیک خیال و نیک خصائل انسان اپنی صفات و تعداد کے لحاظ سے روز بروز اس ملک میں بڑھتے ہی جائیں گے۔

اس لئے ہم امید کرتے ہیں کہ ان صفحات کے معزز ناظرین و ناظرات صرف انہیں ایک سرسری نظر سے پڑھ کر ہی الگ نہ رکھ دیں گے

بلکہ بار بار پڑھ کر ان پر غور کریں گے اور یہ سوچیں گے کہ جن اصولوں کا تذکرہ ان صفحات میں اشارتاً و تفصیلاً کیا گیا ہے ان پر کسی قلیل سے قلیل حد تک عمل کرنا بھی ان کے اور آیندہ نسلوں کے لئے کتنا زیادہ مفید ثابت ہو سکتا ہے؟ پھر اگر اس میں انہیں اپنا کچھ فائدہ نظر آئے تو انہیں آیندہ ناکامی و ناکامیابی کا بالکل خوف و خطر اپنے دل میں نہ لا کر ان اصولوں پر سچے دل سے عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور ہر ابتدائی ناکامیابی کو اپنی آیندہ کامیابی کا پیش خیمہ سمجھ کر ہر ناکامیابی کے بعد نئے جوش اور نئے حوصلے سے نئی کامیابی حاصل کرنے کا مصمم ارادہ کرنا چاہیئے۔ اور اس طرح پرماتما کی کرپا سے انہیں اپنے ارادوں میں ضرور بالضرور کامیابی حاصل ہوتی جائے گی اور چند سال میں ہی اس شاہراہ عظمت پر وہ اپنی ترقی و کامیابی دیکھ کر پھولے نہ سمائیں گے اور خود حیران رہجائیں گے۔ بلکہ جلد سے جلد اپنی منزل مقصود پر پہونچنے کے لئے مضطرب ہو اٹھیں گے اور اس کے لئے ہر قسم کی سختی و صعوبت برداشت کرنے میں ہی ہر طرح کی راحت و مسرت محسوس کریں گے کیونکہ اس کا آخری نتیجہ انہیں صرف اپنی ہی لئے نہیں بلکہ اپنی آیندہ اولاد اور ان کی مستقبل نسلوں کے لئے نہایت شاندار نظر آئے گا۔ جو لازماً و قدرتاً ان کے پیارے وطن اور قوم کے موجودہ تاریک مستقبل کو بھی روز بروز روشن سے روشن تر بناتا چلا جائے گا۔

اب آیندہ باب میں ہم ان چند اصولوں کا مختصراً ذکر کریں گے جن کی عملی پیروی ہر مرد و عورت کو برہم چریہ پالن کرنے میں بہت کچھ مدد دے

سکتی ہے۔ ہمیں یقین واثق ہے کہ ہمارے نیک دل ناظرین و ناظرات
اس پہلو میں جتنی جتنی ترقی کرتے جائیں گے اتنی ہی انہیں اپنی کامیابی
نزدیک نظر آتی جائے۔ گویا کہ ہمارے پیش کردہ یہ صفحات ان کے
لئے ایک پیغام امید ثابت ہوں گے جو انہیں اس راستے میں کبھی پست
حوصلہ نہ ہونے دیں گے۔

تیسرا باب

برہمچریہ پالن کرنیکے طریقے

دنیا میں جس طرح ہر ایک کام سرانجام دینے کے کچھ قاعدے ڈھنگ اور طریقے ہوتے ہیں۔ اور ان کے مطابق جو کام کیا جاتا ہے وہ زیادہ عمدگی و خوش اسلوبی سے سرانجام پاتا ہے۔ اور اس میں زیادہ کامیابی نصیب ہوتی ہے بہ نسبت اس کام کے جو بے قاعدہ بے طریقے اور بے ڈھنگے پن سے کیا جائے۔ اسی طرح ہمارے دوریہ درشی دور اندیش اور زمانہ فہم بزرگوں نے برہمچریہ پالن کے لئے بھی کچھ اصول طریقے اور قاعدے مقرر کئے ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے اس میں بہت سہولیت ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہم اس موقعہ پر ان کا ذکر کر دینا بھی نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔

۱۔ علی الصباح نور کے تڑکے طلوع آفتاب سے بہت پہلے جبکہ آفتاب عالمتاب کی نور ریز کرنیں افق مشرق سے نمودار بھی نہ ہوئی ہوں خواب راحت سے بیدار ہو کر ضروریات سے فراغت حاصل کی جائے اگر موسمی و مقامی حالات اجازت دیں تو گھر میں فارغ ہونے کی بجائے باہر جنگل میں فراغت حاصل کرنا بدرجہا زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ اس سے

ساتھ ہی ساتھ صبح کی سیر بھی لازمی طور پر ہو جاتی ہے۔ جو انسانی صحت
کے لئے ہزار ادویات سے بڑھ کر ایک دوا ہونے کے ساتھ ہی ساتھ
برہم چریہ پالن پر بھی بہت اچھا اثر ڈالتی ہے۔ بہر حال صبح کے وقت
دیر تک نرم، گرم اور گدگدے بستر پر پڑے پڑے اونگھتے رہنا برہم
چریہ پالن کے راستے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہوتا ہے کیونکہ
اس وقت قدرتی نیند تو پوری ہو چکتی ہے۔ مگر کاہلی اور سستی کی
وجہ سے انسان بستر میں پڑا ہوا غنودگی کی حالت میں اونگھتا ہوا طرح
طرح کے خواب دیکھتا رہتا ہے۔ ساتھ ہی اس کے خوراک بھی معدے
میں ہضم ہو کر انتڑیوں میں پہنچ جاتی ہے اور اس کا فضلہ و رطوبت گردے
مثانے اور مقعد کی نالی میں جمع ہو کر فاسد بخارات دماغ میں چڑھاتا اور
جذباتِ فاسد کو بھڑکاتا رہتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس وقت
بستر پر پڑے رہنے سے غیر قدرتی طور پر انگیخت ہو کر شہوانی خیالات
پریشان کرتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ احتلام کی شکایت صبح کے
وقت ہوتی ہے۔ اس لئے سویرے جتنی بھی جلدی ہی انسان اٹھ بیٹھے اتنا
ہی اس کی جسمانی، دماغی اور روحانی ترقی کے لئے اچھا ہے۔ سونے کے
بستر جتنا ہلکا، کم اور سخت ہوگا اتنا ہی اسے سہولیت رہے گی۔ ہلکا بستر
ہونے کے باعث صبح کی سردی میں جلد آنکھ کھل جائے گی اور پھر سردی
کے مارے آسانی سے نیند نہ آسکے گی۔ نیز جسم کو سردی گرمی اور
سختی کرختی کی برداشت ہو کر طبیعت زیادہ عشرت پسند نہ ہونے
پائے گی۔ اسی لئے زمانہ قدیم میں ہمارے پوجیہ رشی منیوں نے برہمچاری
کے لئے نرم اور گدگدے بستر کی ممانعت کر کے زمین یا تخت پر

محض ایک کمبل یا چٹائی بچھا کر سونے اور موسمی ضروریات کے مطابق ایک یا ایک سے زیادہ کمبل اوڑھنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ اس مبارک زمانے میں ہر امیر و غریب بلکہ راجاؤں، مہاراجاؤں کے بچوں کو بھی معمولی پرجا کے بچوں کے مانند گورو کلوں میں ایک جیسی ہی ریاضت کی زندگی بسر کرنی پڑتی تھی نہ کہ آج کل کی مانند جب کہ بچوں کو ہر طرح کے ناز و نعم سے پال کر خود ہی عیاش طبع و عشرت پسند بنا دیا جاتا ہے اور شروع سے ہی زمانہ کی گرمی و سختی کا مقابلہ کرنے کی تمام طاقت ان کے جسم سے زائل کر دی جاتی ہے۔ تب ہی تو اس زمانے میں رام لکشمن اور یدھشٹر ارجن بھیم، نکل سہدیو جیسے راج کمار اور سیتا، دروپدی، کنتی جیسی مہارانیاں بن باس کا موقعہ سامنے آ پڑنے پر خوشی خوشی بنوں میں جا کر بخیر و خوبی ہر طرح کی سختیاں برداشت کر سکتی تھیں اور کسی بیماری کا شکار رہے بغیر چودہ چودہ سال کا طول طویل عرصہ بن باس میں گذارا کرتی تھیں۔ اس لئے تمام عشرت پسند والدین کو اپنے بچوں کو موجودہ حالت زار پر رحم کھا کر ان میں مردانہ صفات اور ہر طرح کی سختیاں برداشت کرنے کی طاقت و قوت پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ تاکہ وہ غیر متوقع حالات درپیش آ جانے پر گھبرا کر ہمت و حوصلہ نہ ہاریں۔ دھرم سے گرنے، عیوب و جرائم میں پھنسنے، نیز خودکشی کے لئے مجبور نہ ہوں۔ بلکہ برابر اپنے دین و ایمان پر ڈٹے رہیں۔

۲۔ خوراک نہایت سادہ، زود ہضم اور مرچ، کھٹائی، مصالحہ جات وغیرہ سے مبرا ہو۔ کیونکہ مرچ اور کھٹائی جسم میں گرمی بڑھا کر منی کو کمزور اور پتلا کر دیتی ہیں۔ مصالحہ جات کا غیر ضروری استعمال انسان کو چٹورا بنانے کے ساتھ ہی ساتھ اس کے جذبات شہوانی میں غیر معمولی انگیخت پیدا کرتا ہے اور دیر ہضم

خوراک طاقت ہاضمہ پر زیادہ بوجھ ڈال کر معدے کو کمزور کر دیتی ہے۔ برہم چاریوں کے لئے گوشت، انڈا، لہسن، پیاز وغیرہ کا استعمال خاص طور پر مضر مانا گیا ہے۔ کیونکہ یہ سب شہوانی جذبات کو تیز کرنے والے ہیں۔ نمک کا زیادہ استعمال بھی برہم چاری کے لئے مضر کہا گیا ہے۔ اس لئے جتنا بھی کم ہو اچھا ہے۔

۳۔ برہم چاریوں کا لباس موسم کے مطابق اور نہایت سادہ ہونا چاہئے۔ لیکن ضرورت سے زیادہ نرم، گرم اور ٹیپ ٹاپ والا نہ ہو۔ کیونکہ یہ سب باتیں انسان کو غیر ضروری طور پر آرام پسند، نازک بدن، فضول خرچ اور نمود و نمائش کا دلدادہ بنا دیتی ہیں۔ اسی لئے زمانہ قدیم میں برہم چاریوں کے لئے جوتہ پہننا، بال بنانا، شیشہ دیکھنا وغیرہ سب کچھ ممنوعات میں سے تھا۔ لیکن یہی چیزیں آج کل فیشن پرست زمانے میں ہمارے نوجوان طلبا کی زندگی کا ایک ایسا ضروری حصہ بن گئی ہیں کہ ان کی علیحدگی کا خیال تک بھی دل میں لانا ان کی جان پر ایک ناقابلِ برداشت ظلم کرنے کے برابر ہے۔

۴۔ کوئی ایسی کتابیں نہ پڑھیں اور نہ سنیں، نہ کوئی ایسا راگ گائیں یا سنیں نہ ایسے تماشے وغیرہ دیکھیں یا ان میں حصہ لیں جن میں جنسی مخالف یعنی مردوں کے لئے عورتوں یا عورتوں کے لئے مردوں کے عشق و محبت کے تذکرے اور نظارے جذبات انگیز و شہوت خیز انداز میں بیان یا درج کئے گئے ہوں۔ کیونکہ ان کا جو اثر نوجوان مردوں اور عورتوں کی طبیعتوں پر پڑتا ہے۔ وہ برہم چریہ پالن کے لئے سخت مخالف و مضر ہوتا ہے۔ اسی طرح مردوں کو عورتوں کی صحبت سے اور عورتوں کو مردوں کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہئے۔ بالخصوص تنہائی میں غیر عورت و مرد کی یکجا نشست و برخاست تو درکنار سگے بھائی

بہن اور ماں بیٹے کا بیٹھنا اٹھنا بھی سخت ممنوع ہونا چاہیئے سوائے میاں بیوی کے اور کسی بھی مرد و عورت کو تنہائی میں اکٹھا نہ رہنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ ۹۹ فی صدی حالات میں خراب ہی نکلتا ہے بلکہ میاں بیوی بھی تنہائی میں جتنے کم ایک دوسرے سے ملیں اتنا ہی ان کے برہمچریہ پالن کے لئے مفید و مدد ہیں۔

۵۔ صبح و شام باقاعدہ سیر کے لئے جائیں۔ یا کھلی اور صاف ہوا کسی طرح کی کوئی ورزش روزانہ کر لیا کریں جس سے ان کے اعضا کافی طور پر حرکت میں آکر ان کا دوران خون تیز ہوتا رہے۔ اس سے ایک طرف جہاں ان کا کھانا اچھی طرح ہضم ہو کر صحت ٹھیک رہے گی جسم مضبوط ہوگا اور زور و طاقت بڑھے گی وہاں جوہر حیات یعنی منی کو بھی جسم و دماغ میں جاذب ہونے میں سہولیت ملے گی جو دلی و دماغی قوتوں میں اضافے کا موجب ہوگی۔

۶۔ کچھ کھانے پر اور صبح کو سو کر اٹھنے کے بعد دانتوں اور منہ کو خوب اچھی طرح صاف کر لینا چاہیئے۔ داتن کا استعمال، برش یا منجن کے استعمال سے بار رجہا بہتر ہے۔

۷۔ ہر روز تازہ پانی سے غسل کرے۔ جتنے بھی ٹھنڈے پانی اور ٹھنڈی ہوا کی برداشت جسم کو ہوگی اتنا ہی صحت کے لئے اچھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پہاڑوں پر رہنے والے مرد اور عورتوں کی صحت میدان کے باشندوں کی نسبت بہت اچھی ہوتی ہے اور غریب امیروں سے زیادہ مضبوط و جفاکش نظر آتے ہیں اور کم بیمار پڑتے ہیں۔ سردی و گرمی سے خوف کھاتا اور اس برداشت کی قوت سے محروم ہو جانا اپنے آپ بیماریوں کو دعوت دینے کے برابر ہے۔ نہانے سے پہلے اور ورزش کے بعد گرمیوں میں کڑوے اور سردیوں میٹھے یا مصالحہ دار

تیل کی مالش بہت زیادہ مفید رہتی ہے۔ نکلتے ہوئے سورج کی کرنوں کے سامنے چند منٹ کے لئے اپنے جسم کو ننگا رکھنا بھی بہت مفید ہے۔ چلتے ہوئے پانی میں غسل کرنا، بند پانی میں، بند کمرے میں نہانے کی نسبت زیادہ مفید سمجھنا چاہئے ٹھنڈا پانی حسن و خوب صورتی کے لئے ایک نہایت زبردست معاون ثابت ہوتا ہے۔ نہانے کے بعد جسم کو کسی خشک اور کھردرے کپڑے سے خوب زور سے صاف کرنا چاہیے جس سے مسام کھل کر جلد پر خون جھلک آئے۔

۸۔ غسل کے بعد ہر روز کم از کم پندرہ منٹ تک تنہائی میں بیٹھ کر اپنے خالق و مالک کی یاد اپنے دل میں تازہ کرنے کی کوشش کرو اور اس کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی صفت پر ہر روز اپنے دل کی گہرائیوں میں غور کرتے ہوئے اسے اپنے لوح دل پر اتنا گہرا نقش کرو کہ تمہیں ذرے ذرے میں اسی کا جلوہ نظر آنے آنے لگے۔ یہ خیال تمہارے دل کو روز بروز مضبوط اور بے خوف کرتا جائے گا اور تم توکل بخدا اور راضی برضا رہنے کی طاقت و قوت اپنے دل میں محسوس کرنے لگو گے جو ہر مصیبت اور آفت میں تمہارے بے حد کام آئے گی۔ شروع شروع اگرچہ اس کام میں تمہارا دل نہ لگے گا۔ لیکن اگر تم اسے اپنا ایک نہایت ہی ضروری فرض سمجھ کر پابندی وقت کے ساتھ سرانجام دو گے اور اپنے آپ کو ایک بالکل بیکس اور بے بس بچہ سمجھ کر اپنی ہر ضرورت اور ہر خواہش پرماتما کے سامنے پیش کر کے اس سے اسی طرح رہنمائی اور امداد طلب کرنے کی کوشش کرو گے جس طرح ایک بچہ اپنی ماں سے روٹی مانگتا ہے تو تم ہر طرف اس کے غیبی ہاتھ کو کام کرتا ہوا دیکھ سکو گے اور اس کے چرنوں میں تمہارا پریم دن دونا رات چوگنا بڑھتا چلا جائے گا۔ نیز خود بخود پوجا پاٹھ میں تمہاری رغبت بڑھ کر تم اس کے لئے زیادہ وقت دے سکو گے اگر شام کو بھی ایک [illegible] مقرر کر کے

دس پندرہ منٹ اس کے دھیان میں صرف کرو تو بہت اچھا ہے۔ سورج نکلنے سے پہلے اور چھپنے کے عین بعد کا وقت اس مقصد کے لئے بہترین مانا گیا ہے۔ اگر اس کی پابندی ہو سکے تو بہت اچھا ہے ورنہ جس وقت بھی ہو جائے تو غنیمت ہے۔ وقت کی پابندی سے دل کو یکسو ہونے کی عادت جلد پڑ جاتی ہے۔ صبح اور شام کے وقت اگر پرارتھنا اور دعا میں اپنے بال بچوں کو بھی شریک کرو تو بہت اچھا ہے۔ اس طرح انہیں بھی شروع عمر سے ہی خدا پرستی کی عادت پڑ جائے گی جو آئندہ عمر میں ان کے بہت کام آئے گی اور ہر مصیبت میں ان کے دل کو مضبوط رکھ کر سب سے بڑی امداد ثابت ہو گی۔

۹۔ اگر سندھیا، اپاسنا وغیرہ سے پہلے اور بعد میں دو چار منٹ روزانہ ضبط نفس یا ضبط دم یعنی پرانایام کی بھی مشق کرائی جائے۔ تو دل پر ضبط اور یکسوئی حاصل کرنے میں بہت مدد مل سکتی ہے اور صحت و تندرستی بھی بہت اچھی رہ سکتی ہے۔ کیونکہ یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ جتنا جتنا سانس اور تنفس پر اختیار حاصل ہوتا ہے اتنا ہی دل بھی قابو میں آتا جاتا ہے۔ جو کہ دنیا میں ہر قسم کے گناہوں اور پاپوں کی جڑ ہے۔ اگرچہ پہلے پہل یہ کام بہت مشکل معلوم دے گا۔ لیکن روزانہ مشق سے ہر ایک مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتا ہے۔ اس لئے ابتدائی مشکلات سے ہرگز نہ گھبرانا چاہئے۔ اسے یوگ ابھیاس بھی کہتے ہیں۔ گو آج کل حقیقی معنوں میں یوگ ابھیاسی گرو کا ملنا بہت مشکل ہے اور علم سینہ ہونے کی وجہ سے کتابوں وغیرہ کی امداد کے ذریعہ اس میں درجہ کمال حاصل کرنا بہت دشوار ہے۔ بلکہ اعلیٰ مدارج کو کسی صاحب عمل گورو کی مدد کے بغیر طے کرنے کی کوشش بھی خطرات سے خالی نہیں۔ لیکن پھر بھی اس کی ابتدا بالکل بے ضرر ہے اور محض معمولی پرانایام کرتے رہنے سے آہستہ آہستہ اس میں ترقی ہوتی جائے گی

پھر شوق و تجسس بڑھ جانے پر جو بندہ یا بندہ کے مصداق کبھی نہ کبھی کسی یوگی گورو کے درشن بھی ہو ہی جاتے ہیں جو سچے حقیقت شناس اور عقیدت مند چیلے پر مہربان ہو کر رفتہ رفتہ اسے اعلےٰ مدارج کی طرف بڑھاتے ہوئے آگے لئے جاتے ہیں۔ اس میں سچی لگن، تحمل اور برداشت کی بہت ضرورت ہے۔ جلد بازی بالکل نہیں کرنی چاہئیے۔

سانس لینا اور باہر نکالنا چونکہ بالکل ایک قدرتی عمل ہے اس لئے اس کی ابتدا چنداں مشکل نہیں۔ پہلے بائیں نتھنے سے جتنا لمبا سانس باہر کی طرف نکالا جائے نکالو۔ پھر ایک دو سکنڈ یا جتنی بھی دیر تک باہر رُک سکے اسے روک کر جتنی دیر تک اندر کی طرف لے جایا جائے لے جاؤ اور اسی طرح جتنی دیر تک اندر کی طرف رُکا جائے روک دائیں نتھنے سے باہر نکال دو اور پھر باہر روک کر دائیں نتھنے سے اسی طرح سانس لو اور جتنی دیر تک آسانی کسی طرح کی تکان محسوس کئے بغیر یہ عمل جاری رکھ سکو، بلا تکلف جاری رکھو۔ اور اپنے من کو اس شغل میں مصروف رکھنے کی کوشش کرو۔ جب کبھی اِدھر بھاگے اُسے گھیر کر پھر اسی مرکز پر لاؤ۔ آہستہ آہستہ وہ اِدھر اُدھر بھاگنا خود ہی چھوڑ دے گا اور باقاعدہ طور پر سانس کے ساتھ ہی ساتھ اوپر چڑھنے اور اُترنے لگے گا۔ اسے یکسوئی کی ابتدا سمجھنا چاہئیے۔ جب تک یہ حالت نہ ہو، تب تک دل کو ہمیشہ بُرے خیالات سے خالی رکھو کر اچھی اچھی باتیں سوچنے کی کوشش کرو اور نیکی و خیر کے متعلق جتنے بھی خیالی پلاؤ پکائے جائیں ضرور پکاتے رہو۔ ان کا اثر خیالاتِ فاسد کی نسبت بدرجہا زیادہ بہتر رہے گا کیونکہ ہمیشہ خیال ہی عمل کا بیج ہوا کرتا ہے۔

پرانایام یعنی نیت پیدا کرنے کی غرض سے یہ کرو بالا مشق یعنی

سانس کا اندر لینا، روکنا، باہر نکالنا اور پھر روکنا ایک ایک نتھنے سے باری باری سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ اور دونوں نتھنوں سے بیک وقت بھی۔ اس میں کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ البتہ ایک طرح کا اختلاف نوعیت پیدا ہو کر دلچسپی بڑھ جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ کسی کلام یا منتر کا جپ بھی شروع کر دیا جائے تو اس کی شمار کے حساب سے اس امر کا اندازہ بہ آسانی لگ سکتا ہے کہ سانس کے اتارنے، چڑھانے اور اندر باہر روکنے میں آہستہ آہستہ کیسے ترقی ہو رہی ہے۔ جتنا جتنا یہ ضبط بڑھتا جائے گا۔ یکسوئی اور قوت ارادی میں خود بہ خود اضافہ ہوتا جائے گا۔ اس لئے ہر طرح کی دینی دنیوی، جسمانی، دماغی اور روحانی ترقی و پاکیزگی کے لیے پرایا نام بہترین ذریعہ و طریقہ مانا گیا ہے۔ ہندوؤں کے لئے گائیتری منتر یا صرف "اوم" کا جپ بہترین ہیں۔ کیونکہ گائیتری منتر میں تو عقل و تمیز کی پاکیزگی کے لئے پرارتھنا کی گئی ہے اور "اوم" کو ویدوں اور شاستروں میں پرماتما کا ذاتی نام مانا گیا ہے۔ باقی جتنے بھی نام ہیں سب صفاتی ہیں اور اس ایک نام میں ہی وہ سب صفاتی نام شامل سمجھے جاتے ہیں۔ یہی ان دونوں کی اہمیت و عظمت ہے۔

۶۔ ہفتے، عشرے یا کم از کم مہینے میں ایک مرتبہ فاقہ، برت یا روزہ بھی ضبط دل کے لئے ایک نہایت زبردست معاون ثابت ہو سکتا ہے اس کے ساتھ ہی ساتھ اگر ہفتے عشرے یا ماہوار ہی طور پر مون برت یعنی کامل طور پر خاموش رہنے کا شغل بھی کر لیا جائے تو اور بھی اچھا ہے اس سے دل کے ساتھ ہی ساتھ زبان پر بھی ضبط و قابو پانے کی طاقت حاصل ہو جاتی ہے جو روحانیت کی آخری منازل طے کرنے میں

یہ سب باتیں مددگار ثابت ہو سکتی ہیں۔ ان کا اندازہ بہ آسانی لگایا جا سکتا ہے۔

۱۱۔ طبیعت اور دل پر قابو پانے اور اس کو مضبوط کر کے برہم چریہ کی منزل پر جو موجودہ زمانے میں ایک نہایت دشوار اور عظیم مہم معلوم دیتی ہے۔ چلانے کے لئے جب تمام کمینہ جذبات اور فضول خواہشات سے اپنے دل کو روکنے کی غرض سے ایسی ایسی سخت ریاضت اور مشقتوں کی ضرورت ظاہر کی گئی ہے تو یہ بات صاف ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں شراب، افیون، بھنگ، چرس وغیرہ منشیات کی اجازت تو کہاں ہو سکتی ہے جو نہ صرف انسان کی عقل اور دل و دماغ کو ہی خراب کر دیتی ہیں اور اسے اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے بھی بدتر از حیوانات بنا دیتی ہیں بلکہ اس کی جسمانی اور روحانی حالت کو روز بروز بگاڑتی اور گراتی جاتی ہیں۔ اور رفتہ رفتہ اسے ننگِ انسانیت ہی نہیں بلکہ ننگِ خلائق بنا دیتی ہیں۔ صرف شراب، افیون وغیرہ ہی کیوں تمباکو، چائے کافی وغیرہ فضولیات کا حال بھی بالکل ایسا ہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ نشے تیز ہیں اور یہ نسبتاً کسی قدر ہلکے۔ وہ بہت جلد انسان کو اپنے قابو میں کر لیتے ہیں۔ اور یہ آہستہ آہستہ غلام بناتے ہیں۔ غلامی دونوں کی ہی یکساں طور پر تکلیف دہ اور اذیت رساں ہے۔ زنجیر خواہ لوہے اور فولاد کی ہو یا سونے اور چاندی کی۔ کوئی بھی آرام دہ اور راحت رساں نہیں کہی جا سکتی۔ اور تو اور خیالات و جذبات کی زنجیریں بھی اتنی ہی بلکہ بسا اوقات اس سے بھی زیادہ اذیت اور مصیبت میں پھنسانے والی ثابت ہوتی ہیں

جیسی کہ بادی زنجیریں۔ چونکہ جو چیز جتنی بھی لطیف اور سوکشم ہوتی ہے اُس کی
طاقت و قوت بھی اتنی ہی زیادہ تیز ہو کر بڑھتی چلی جاتی ہے اور پھر جب ایک برہم
چاری اور رتوگامی شخص کے لئے اس کی روزانہ ضروریات کھانے، پینے، بولنے
بات چیت کرنے تک کی معمولی عادتوں سے بھی آزادی حاصل کرنے اور ان
کے قابو میں رہنے کے بجائے انہیں ہر طرح اپنے تابع میں لانے کی ضرورت پر زور
دیا جاتا ہے تاکہ اپنے دل پر اسے پورا پورا سوراجیہ حاصل ہو جائے اور اس کی
آتما اپنی ہر ایک طاقت سے حسب منشا و حسب ضرورت اپنی اور آئندہ نسل
کی بہتری کے لئے کام لے سکے تو یہ کہاں برداشت ہو سکتا ہے کہ اس کا دل نفس
امارہ کا غلام ہو کر شراب، بھنگ، افیون، چرس، کوکین، تمباکو، چائے۔ کافی یا اور
ایسی ہی دیگر ایک ہزار ایک فضولیات کے جال میں پھنس جائے اور اپنی ہر طرح
کی جسمانی، دلی، دماغی اور روحانی آزادی کو ان کی کڑی زنجیروں کے تابع کر دے
ایسا کوئی شخص حیوان علتوں میں پھنسا ہوا ہے کب یہ امید کر سکتا ہے کہ وہ ان
بدعادتوں کا غلام رہتے ہوئے بھی برہمچریہ کی پاک و مقدس حدود میں داخل ہو کر
اپنی اور اپنی آئندہ اولاد کی کچھ بہتری و بہبودی کر سکتا ہے؟ اس پاک مقصد کے لئے
تو اسے سب سے پہلے اپنے دل میں کمال صداقت کے ساتھ یہ ارادہ کرنا پڑے گا کہ
وہ حتی الوسع ان علتوں کی غلامی سے جلد سے جلد آزادی حاصل کرنے کی کوشش
کرے گا اور ہزار بار ناکامیاب ہونے پر بھی آخر کامیاب ہونے کی امید کو ہرگز ہاتھ سے
نہ چھوڑے گا۔ نیز شب و روز اپنی کوشش میں مصروف رہے گا۔

۱۳- سب سے آخری اور سب سے زیادہ ضروری بات جس کی طرف ایک
برہم چاری اور رتوگامی شخص کو اپنے برہمچریہ برت پر مستقل مزاجی سے قائم رہنے کے
لئے پوری پوری توجہ دینی چاہئے اور جان و دل سے عمل کرنا چاہئے۔ یہ ہے

کرو۔ ایسے دوستوں کی صحبت سے ہمیشہ بچتا رہے جو برہمچاری رہنے یا نروگی ہونے کے خیال کا ہی مضحکہ اڑاتے ہوں اور اسے ناممکن خیال کرتے ہوں۔ کیونکہ انسان کا شیطان انسان ہی تو ہے۔ اس لئے ایسے دوست اس مقصد میں مدد و معاون ہونے کے بجائے ہمیشہ نہایت زبردست رکاوٹ ثابت ہوتے ہیں اور ان کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ تم بھی ان ہی جیسے بنے رہو۔ اور ان کی منڈلی سے الگ ہو کر کسی طرح ان سے افضل و برتر نہ بن سکو۔ اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ تم ان کے ساتھ کسی فضول بحث و تمحیص میں پھنس کر اپنا وقت ضائع کرو۔ کیونکہ ان پر تمہاری کوئی بھی دلیل یا منطق ہرگز کام نہ کرے گی بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ جب تم اپنے دل میں برہمچریہ پالن کا مستقل ارادہ کر لو تو انہیں اس سے مطلع کر دو یا سب کے سامنے گاتے پھرو۔ ضروری صرف یہ ہے کہ تم خاموشی کے ساتھ اپنے دل میں ارادہ کر کے آہستہ آہستہ ان دوستوں سے علیحدگی اختیار کرتے جاؤ اور اپنی تمام ناقص عادتوں کو جو برہمچریہ کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہونے والی ہوں رفتہ رفتہ ترک کرتے جاؤ۔ نیز ان کے بجائے اچھی عادتیں اختیار کرنے کی کوشش کرتے رہو۔ ہر روز صبح و شام اپنی پرارتھنا میں خاص خاص بری عادتوں کو چھوڑنے اور نیک عادتیں مضبوط کرنے کے متعلق اپنے عہد کو دہراؤ۔ پرماتما سے اس کے پالن کرنے کے لئے مناسب بل مانگو۔ اور کوشش کرو کہ اس پاک عہد کی یاد ہر وقت تمہارے ذہن میں بنی رہے اور کبھی ایک منٹ کے لئے بھی دور نہ ہو۔ جب کبھی تم سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے یا کسی کمزوری کا اظہار ہو تو اس سے ہرگز بد دل نہ ہو اور ہمت نہ ہارو۔ بلکہ اس پر کامل تنہائی میں سچے دل سے افسوس کرو اور اپنے آپ کو لعنت و ملامت کرو۔ اگر ممکن ہو سکے تو افسوس و ندامت کے آنسو بھی بہاؤ

اور اپنے عہد کو پھر تازہ کر کے پرماتما سے اس پر قائم رہنے اور کامیابی سے اسے نبھانے کے لئے سچے دل سے مدد اور قوت طلب کرو۔ اس طرح تمہارے دل کی سب کمزوری آہستہ آہستہ دور ہوتی جائے گی اور کچھ مدت کے بعد تم خود اپنے اندر ہر ایک امتحان کا کامیابی سے مقابلہ کرنے کی طاقت محسوس کرو گے۔ تمہارے مطالعہ کی کتابوں اور تفریح تماشوں کے متعلق پہلے ہی یہ لکھا جا چکا ہے کہ وہ ہمیشہ ایسے ہونے چاہئیں جو تمہیں اس پاک راستے پر چلنے میں مدد دینے والے ہوں نہ کہ اس میں رکاوٹ پیدا کرنے والے۔ کیونکہ یہی صرف ایک ایسا راستہ ہے جو مستقبل قریب یا بعید میں تمہیں تمہاری منزل مقصود تک خواہ وہ کیسی بھی مشکل کیوں نہ ہو پہنچا سکتا ہے اور تمہیں ہر مقصد و مدعا میں کامیابی بخش سکتا ہے۔ یہی تمہاری آئندہ نسلوں کی بہتری و بہبودی، ترقی و عروج کی یقینی راہ ہے پرماتما تمہیں طاقت دیں کہ تم اپنے پوجیہ بزرگوں کی عظمت کا کچھ خیال کر سکو۔ اور اپنی آئندہ نسلوں کے لئے پھر اسے حاصل کرنے کی خواہش کو اپنے دل میں جگہ دے سکو۔ نیز اپنے اس پاک مقصد میں شاندار کامیابی حاصل کر کے اپنی مثال سے دوسروں کی بھی اس راہ ترقی پر چلنے کے لئے حوصلہ افزائی کرو اور ان کی رہبری و رہنمائی کا بارِ گراں اپنے کندھوں پر اٹھانے کی ہمت کرو۔

اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے اپنی معزز بہنوں سے جنہیں ان سطور پڑھنے کا اتفاق ہو میں ایک درخواست خاص طور پر کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ برہم چاری اور رتو گامی ہونے کے متعلق اپنے بچوں، بھائیوں اور پتیوں کو تم ہر طرح ہدایت و بر وقت مدد دے سکتی ہو۔ ان کے ابتدائے عمر

سے ہی تمہیں اپنی خلقی وطبعی دانش مندی کے ساتھ ان کی خوراک، پوشاک خیالات وعادات کی نہایت احتیاط اور غور کے ساتھ نگرانی کرتے رہنا چاہیے۔ گھر کی رانی ہونے کے باعث تم ان سب باتوں کے متعلق اپنے فرائض کو نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ نباہ سکتی ہو۔ کیونکہ گھر بھر کی خوراک کا انتظام تو کمال د تمام تمہارے ہی ہاتھ میں ہے جو بھی چاہو اور جیسا بھی چاہو تم انہیں کھلا پلا سکتی ہو۔ اس لیے اس بات کا ضرور خیال رکھو کہ زیادہ نمکین، چٹ پٹے اچار، گرم، مسالہ دار ثقیل اور دیر ہضم کھانوں کی طرف سے ان کی رغبت ورجحان روز بروز کم کر کے سادہ، زود ہضم اور قدرتی کھانوں کی طرف ان کا شوق بڑھاتی جاؤ۔ دودھ گھی۔ مکھن۔ ملائی، سبزی، پھل، میوہ جات جتنے بھی چاہو ان کے ہاضمے کی قوت کا خیال رکھ کر انہیں کھلاؤ۔ کیونکہ یہ ان کی صحت وطاقت کو بڑھانے کے ساتھ ہی ساتھ ان کے خیالات وجذبات کو بھی پاکیزہ رکھیں گے اور گوشت، انڈے، مچھلی، شراب، تمباکو، چائے، کافی کی مانند خیالات فاسد اور توگن کے بڑھانے کا موجب نہ بنیں گے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ تم اپنی دانش مندی و دوراندیشی سے کام لے کر ان کی پوشاک میں بھی خوراک کی مانند سادگی وپاکیزگی کے عنصر کو بڑھا سکتی ہو اور فضول نمائش ونمود کی طرف سے ان کا رجحان کم کر سکتی ہو اور ان کے خیالات وجذبات کو پاکیزگی اور پوترتا کے سانچے میں ڈھالنا بھی تمہارے لیے چنداں مشکل نہ ہوگا۔

نیک بیویاں اور سچی پتی برتا دیویاں ہی سچے معنوں میں دھرم پتنی بن کر اپنے پتیوں کو دھرم کے راستے پر چلانے والی ہیں اور نہایت عقل مندی سے

انہیں برہمچریہ ورت کی عظمت بار بار یاد دلا کر ان کی بہت سی کمزوریوں کو
شہ زوری کی صورت میں تبدیل کر سکتی ہیں۔ اس سے نہ صرف ان کی اپنی ہی
تندرستی ٹھیک رہے گی اور وہ ہر طرح کی بیماریوں سے بچی رہیں گی بلکہ ان کے
پتی دیو کی صحت بھی روز بروز درست ہو کر ان کا سہاگ اچل اور اٹل ہوتا جائیگا
اور وہ ویرپتنی یعنی ایک بہادر اور جری ہمت والے کی بیوی ہونے کے ساتھ ہی
ساتھ دلیر، سورما، عالی حوصلہ، بلند ہمت، مستقل مزاج اور صاحب اقبال
اولاد کی مائیں بن سکیں گی۔ اور پتنی کا قابل رشک خطاب بھی دنیا میں حاصل
کر سکیں گی۔ جس کے لئے ان کی آئندہ نسلیں ہمیشہ سیتا، ساوتری، دروپدی
دمینتی، پاربتی اور پدمنی جیسی سچی دیویوں کی مانند ان کا نام بھی ہمیشہ عزت سے
لیا کریں گی اور صدق دل سے ہمیشہ ان کی پوجا کیا کریں گی۔

چوتھا باب

برہم چریہ کی مخالف و معاون باتیں

اگرچہ ہم برہم چریہ کے متعلق تقریباً تمام ضروری باتیں گزشتہ صفحات میں قلم بند کر چکے ہیں لیکن پھر بھی ناظرین کی سہولیت کے لئے ہم یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان تمام باتوں کو نہایت مختصر طور پر پھر دہرا دیا جائے تاکہ جو نیک دل اور راسخ العقیدہ اصحاب اپنی اور اپنی آئندہ نسلوں کی بہتری اور بہبودی اور ترقی و عروج کے خیال سے اس راستہ پر گامزن ہونے کے خواہشمند ہوں جس پر چلنا آج کل نفس پرستی اور خواہشات کی غلامی کے زمانے میں تلوار کی دھار پر چلنے کی نسبت کچھ کم مشکل نہیں سمجھا جاتا ان کے لئے کچھ سہولیت پیدا ہو جائے۔

ہمیں امید ہے کہ وہ عالی حوصلہ حضرات آئندہ چند صفحات کو صرف اسی وقت پورے پورے غور و خوض سے نہ پڑھیں گے بلکہ پھر بھی جب کبھی ان کے دل پر کسی کمزوری کا غلبہ ہو وہ ان صفحات کو بطور "کلام تحفظ" بار بار پڑھ کر اور ان کے مندرجات پر غور کر کے یقیناً اس سے تقویت حاصل کریں گے اور ہر خطرہ و کمزوری سے بچ جائیں گے۔ بلکہ سب سے اچھا تو یہ ہے کہ وہ بے فکر بلا کسی خاص موقع و خطرے کے اس باب کو اتنی مرتبہ بار بار پڑھیں کہ یہاں تک کہ ایک ایک لفظ ان کو زبانی یاد ہو جائے تاکہ بوقت ضرورت

اس پر عمل کرنے میں کسی طرح کی رکاوٹ پیش نہ آئے۔ اور خطرے و کمزوری کا کوئی موقعہ ان کے سامنے آنے ہی نہ سکے۔ ساتھ اس کے سب ذمہ دار اور فرض شناس والدین کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ کم از کم اپنے کم عمر بچوں کی آئندہ بہتری کا خیال کر کے خود ان اصولوں پر عمل کریں۔ تاکہ وہ بھی ان کی نیک مثال سے متاثر ہو کر اپنے آپ ہی روز بروز قدرتی طور پر اس طرف راغب ہوتے جائیں۔ اور ان کی پند و نصیحت کا بھی بچوں پر کچھ اثر ہو سکے۔

برہم چریہ کے مخالف اسباب

۱۔ ایسے دوستوں کی صحبت جو برہم چریہ کا مذاق اڑاتے ہیں اور اسے ناممکن عمل قرار دیتے ہیں۔ جو دن رات عیش و عشرت میں غلطاں رہنے، کھانے پینے اور موج اڑانے کو ہی انسانی زندگی کا ایک واحد مقصد قرار دیتے ہیں۔ اپنی نیز اپنی آئندہ نسلوں کی بہتری و بہبودی کی طرف سے قطعی طور پر غافل ہیں اور اس خیال کے معتقد ہی نہیں۔ بلکہ قائل ہیں کہ

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

۲۔ ایسی کتب کا مطالعہ جو شہوانی جذبات کو بھڑکانی ہیں اور خیالات کو انگیخت کرتی ہیں۔ جن میں نہایت جوش آور اور جذبات انگیز طریق پر مرد و عورت کی باہمی اختلاط اور عشق و محبت کے افسانے درج ہوں۔

۳۔ ایسے گیت اور راگ اور نظمیں جن میں مردوں اور عورتوں کے باہمی عشق و محبت ہجر و وصل اور جائز و ناجائز تعلقات کی ملاقاتوں کا ذکر ہو۔

۴۔ ایسی تصویریں، کھیل اور تماشے جن میں مذکرہ بالا باتوں کو عملی طور پر ناظرین و حاضرین کے سامنے پیش کیا گیا ہو۔

۵۔ ایسی خوراک جو حیوانی جذبات کو بھڑکانے اور تیز کرنے والی ہو۔ مثلاً گوشت انڈے، مچھلی، مرچ، مصالحہ، کھٹائی، اچار، وغیرہ وغیرہ۔ شراب، کوکین، افیون بھنگ، چرس، تمباکو، چائے، کوکو وغیرہ۔ ضرورت سے زیادہ کھانا کھانا کھانے کا وقت اور مقدار مقرر ہونی چاہئے۔

۶۔ ایسی پوشاک اور جسمانی آرائش و زیبائش کا خیال جو اپنے اور دوسروں کے دلوں میں خیالات فاسدہ اور جذبات شہوانی پیدا کرنے اور بھڑکانے کا موجب ہو۔ بالوں کی طرح طرح سے سجاوٹ و بناوٹ۔ صابون، تیل، پھلیل، عطریات وغیرہ کا استعمال، کپڑوں میں لیس، گوٹے، بیل، زری وغیرہ وغیرہ کی نمائش اور طرح طرح کے سونے، چاندی، ہیرے، جواہرات، پھول، گجرا وغیرہ سے اپنے جسم کی غیر معمولی سجاوٹ وغیرہ وغیرہ۔ نیز ضروریات سے زیادہ کپڑے پہننا۔

۷۔ ایسا بستر جو بہت زیادہ نرم، گرم گدگدے اور ضرورت سے بہت زیادہ آرام و آسائش کا عادی بنانے والا ہو۔

۸۔ دیر سے سونا اور دیر سے اٹھنا، نیز بہت زیادہ سونا، بہت زیادہ جاگنا سونے اور جاگنے کا وقت ہمیشہ مقرر ہونا چاہئے اور اس کی نہایت سختی سے پابندی لازمی ہے۔

۹۔ جنس مخالف کے ساتھ بہت بے تکلفی اور ربط و ضبط، بالخصوص عالم جوانی میں تو سگے بھائی بہن، ماں، بیٹے اور باپ بیٹی کو بھی کبھی تخلیہ و تنہائی میں اکٹھے نہ بیٹھنا چاہئے۔ برہمچاری رہنے کے خواہش مند پتی پتنی (میاں بیوی) بھی جتنا کم ایکانت میں اٹھیں بیٹھیں اتنا ہی انکے برہم چریہ کے لئے اچھا ہے۔

۱۰۔ جنس مخالف کے متعلق غیر ضروری باتیں، بیہودہ ہنسی مذاق یا

اس کے متعلق بہت کچھ سوچتے رہنا اور غور کرتے رہنا، ان کے بارے میں میٹھی میٹھی باتیں سنتے رہنے کی خواہش کرنا یا انہیں دیکھنے کی آرزو کو دل میں جگہ دینا۔ خواہ وہ آرزو شروع میں کیسی ہی پاک و بے لوث کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اکثر آخر میں وہی گناہ آلود ہو جایا کرتی ہیں۔

۱۱۔ بے کار اور نکمے بیٹھنا یا فضول بستر پر بیٹھے رہنا اور ادھر ادھر کی فضول باتیں سوچ سوچ کر پریشان ہونا۔ اس لئے اپنے دل و دماغ کو ہر وقت کسی نہ کسی مفید کام میں مصروف رکھو۔ اور کبھی تنہائی میں بے کار نہ بیٹھو۔ ورنہ ضرور گناہوں اور عیبوں میں پھنس جاؤ گے۔

۱۲۔ ایشور پوجا یعنی سندھیا، اُپاسنا، پرارتھنا وغیرہ سے جی چرانا۔ یہی آہستہ آہستہ ایشور کی ہستی سے منکر کر کے ناستکتا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ مادہ پرستی اور گناہوں کے گڑھے میں پھنسا دیتا ہے۔ لیکن ایشور پوجا سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دل میں ناستک اور منکر رہتے ہوئے بھی زبان سے ایشور، ایشور، اللہ اللہ کی رٹ لگاتے رہو اور اچھے اور نیک کام سے دور بھاگتے رہو۔ بلکہ ہر نیک کام کے ذریعے خلق خدا کی خدمت و ہمدردی کو ایشور پوجا کا سب سے اعلیٰ ذریعہ سمجھنا اور پرماتما سے ہمیشہ یہ دعا مانگنا کہ ایسے موقعے اور یہ توفیق ہمیں زیادہ سے زیادہ حاصل ہو۔

۱۳۔ ہر روز باقاعدہ نہانے، سیر کرنے اور ورزش کرنے میں سستی اور تساہل کرنا یہ اکثر اور بہت سی خرابیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے اپنے نفس کو اس ابتدائی سرکشی سے ہی نہایت سختی کے ساتھ باز رکھو۔ تاکہ وہ نیک کاموں کی طرف سے تمہیں لاپرواہ کر کے گناہ آلود راستوں پر نہ چلا سکے۔

برہم چریہ کے معاون اسباب

۱۔ ایسے دوست جو برہم چریہ کی عظمت و اہمیت کے قائل ہوں اور اس کے اصولوں کی پیروی کر کے اپنی حالت کو بہتر کرنا اور اپنی آیندہ نسلوں کو اپنے سے اچھا بنانے کی خواہش دلی رکھتے ہوں۔ کھیل کود، سیر، تماشے، پڑھنے لکھنے کے لئے اپنے لئے مناسب ساتھی تلاش کرنے میں ہمیشہ احتیاط سے کام لو اور ہر شخص کو دوست سمجھ لینے کی عادت کبھی نہ ڈالو۔ کیونکہ آج کل نیک اور دوست ملنا سب سے مشکل ہے۔

۲۔ ایسی کتابوں کا مطالعہ جو ضمیر دل پر برہم چریہ کی عظمت کو نقش کرنے کے علاوہ دل میں نیک جذبات اور اعلیٰ خیالات پیدا کرنے والی ہوں۔ ہمارا دل ویش، سیوکوں اور اپنشدوں، گیتوں اور دنیا میں کسی پہلو سے کامیاب شخصوں کے جیون چرتر نیز علمی و فنی کتابیں وغیرہ وغیرہ اس مقصد کے لئے بہت مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔

۳۔ ایسے راگ وغیرہ جن سے دل میں نیک جذبات پیدا ہوں۔ ویش بھگتی اور ایشور پریم بڑھے۔ برہم چاری رہ کر مشکل سے مشکل کام کر سکنے کے لئے ہمارا حوصلہ و ہمت ترقی پائے۔

۴۔ ایسی تصویریں اور کھیل تماشے جو ہمارے سامنے اونچا آدرش اور اعلیٰ معراج پیش کریں۔ اور قوم و ملک کو اپنی موجودہ پست حالت سے اٹھنے کی ترغیب دیں۔ نیز برہم چاری ہو کر اپنے حصول مقصد کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کرنا سکھائیں۔

۵۔ مساوی خوراک جو ہمارے جسم کو مضبوط، تندرستی کو اچھا اور دل کو پاکیزہ

بنائے، ہمارے خون میں جوش اور ہیجان پیدا کرکے جا بجا فاسد پیدا کرے ثقیل و دیر ہضم نہ ہو، مٹھائیوں، چٹنیوں، اچاروں، مربوں، نشہ آور چیزوں یہاں تک کہ پان تمباکو، سگریٹ چائے کافی وغیرہ سے ہمیشہ پرہیز رکھو۔ اور ان کے عادی و غلام تو ہرگز نہ ہو۔ نیز پیٹ سے زیادہ بھی نہ کھاؤ۔ دن میں صرف دو دفعہ کھانا کھانا کافی ہے۔ ایک مرتبہ کھانا کھانے کے بعد تین گھنٹے کے اندر اندر کبھی کچھ نہ کھانا چاہیئے۔ تین گھنٹے کے بعد بھی اگر کچھ کھاؤ پیو تو بہت کم۔ مگر اس کی عادت کبھی نہ ڈالو۔ کھانے کے ساتھ یا بعد میں پانی جتنا بھی کم پیو، اتنا ہی اچھا ہے۔ کھانے دو گھنٹے کے بعد جب پیاس لگے تو خوب دل کھول کر پانی پی لو۔

۶۔ ایسی پوشاک جو جسم کو موسمی سختیوں سے محفوظ رکھنے کے ساتھ ہی ساتھ اسے اتنا نرم و نازک بھی نہ بنا دے کہ وہ ان سختیوں کا مقابلہ کرنے کے ہی قطعی ناقابل ہو جائے۔ بہت تنگ اور چست کپڑے بھی نہ پہنو۔ پوشاک میں آرائش و زیبائش کا خیال برہم چاریوں کے لئے سب سے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے انہیں ہر طرح کے بناؤ سنگار سے الگ رہ کر اپنے برہمچریہ پالن اور اس کے مقاصد کی تکمیل کی طرف پوری پوری توجہ دینی چاہیئے۔ حالات موجودہ میں اگر والدین بھی اپنے بچوں کی بہتری کے لئے اپنے بناؤ سنگار اور اپنی نمائش پسندی کی رغبت کو آہستہ آہستہ کم کر دیں تو ان کی نیک مثال ان کے کم عمر بچوں کے لئے بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

۷۔ بہت نرم، گرم اور گدگدا بستر برہم چاریوں کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ ہے۔

۸۔ چارپائی پر سونا اور علی الصباح جلدی اٹھ جانا، برہم چاریوں کو رات کے

وقت دس بجے تک ضرور سو جانا چاہیئے۔ تاکہ وہ صبح جلد اٹھ سکیں۔ تن درستی کی حالت میں ایک برہم چاری کے لئے چھ گھنٹے کی نیند بہت کافی ہے۔ صبح آنکھ کھلتے ہی فوراً اٹھ کھڑے ہونا چاہیئے۔ تاکہ خیالات فاسد کو پریشان کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ زیادہ محنتی اور جفاکش لڑکے اگر ضرورت سمجھیں تو امتحان کے دنوں میں گھنٹہ، آدھ گھنٹہ اور کم سو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اپنی خوراک اور ورزش میں باقاعدہ رہیں۔ لیکن امتحان کے دنوں میں کم سونا سب سے بڑی غلطی ہے۔ اس سے بسا اوقات، ساری اگلی پچھلی محنت پر پانی پھر جاتا ہے۔ معمولی حالت میں ہر نوجوان مرد و عورت کے لئے ۱۰ بجے سے صبح ۴ بجے تک سونا بہت کافی ہے۔ اس سے زائد عرصے تک بستر پر پڑے رہنا برہم چریہ کے لئے بے حد مضر ہے۔ کیونکہ خیالات فاسد اکثر صبح کے وقت ہی حملہ آور ہوتے ہیں۔ بچے اور بوڑھے بے شک گھنٹہ دو گھنٹہ زیادہ سو سکتے ہیں۔ بہرحال آٹھ گھنٹے سے زائد کسی کو بھی نہ سونا چاہیئے۔

۹۔ سونے کا کمرہ ہمیشہ صاف، ہوا دار اور روشن ہو۔ اس میں جتنا بھی کم ساز و سامان ہو اتنا ہی اچھا ہے۔

۱۰۔ جنس مخالف کے خیال تک بھی جہاں تک اپنے دل میں نہ آنے دیں ان کے ساتھ ربط و ضبط کی تو بات ہی الگ ہے۔ جوان برہم چاریوں کو اپنے گھر میں ماؤں، بہنوں تک کے پاس بھی بہت اٹھنا بیٹھنا نہ چاہیئے۔ اسی طرح جوان برہم چارنی لڑکیوں کو اپنے رشتہ دار مردوں سے بھی دور رہنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ آپس میں اپنے دوستوں اور سکھی سہیلیوں میں بھی لڑکوں کو لڑکیوں کے متعلق اور لڑکیوں کو لڑکوں کے متعلق ہر طرح کی فضول اور غیر ضروری بات چیت سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہیئے۔

بلکہ ایسے ساتھیوں کی صحبت سے بھی الگ رہیں جو ان باتوں کو پسند کرتے ہوں انہیں اپنے پڑھنے لکھنے اور بیٹھنے اُٹھنے کے کمرے کو جنس مخالف کی تصویروں سے ہرگز آراستہ نہ کرنا چاہیئے۔ ہمیشہ اپنی ہی جنس کی قابل فخر ہستیوں یا قدرتی نظاروں سے اس کی زینت بڑھانا چاہیئے۔

۱۱۔ نوجوان لڑکے اور مرد، سب عورتوں کو اپنی مائیں بہنیں اور بیٹیاں سمجھنے کی عادت ڈالیں اور اپنی بیوی کے سوا کسی عورت کی طرف کبھی للچائی ہوئی بُری نظروں سے نہ دیکھیں۔ اگر کبھی کوئی ایسی غلطی ہو بھی جائے تو تنہائی میں اس پر افسوس کرنے اور اپنے نفس کو لعنت و ملامت کرنے کی عادت ڈالیں۔ اسی وقت اپنے دل میں بار بار یہ کہیں کہ فلاں عورت یا لڑکی میری ماں، بہن یا بیٹی ہے۔ اس سے ان کا دل پاک ہوتا جائے گا۔ ایسے ہی نوجوان لڑکیاں اور عورتیں بھی اپنے پتی کے سوا باقی سب لڑکوں اور مردوں کو اپنے بھائی، باپ یا بیٹے سمجھیں اور کبھی ان کے متعلق کوئی بُرا خیال اپنے دل میں نہ آنے دیں اور اگر کبھی آ بھی جائے تو اسے نہایت نفرت کے ساتھ اپنے دل سے باہر نکال دیں اور اپنی اس کمزوری پر بار بار پچھتائیں۔

۱۲۔ سب کی عزت و آبرو کو اپنی عزت کی مانند سمجھیں اور اس کی حفاظت میں اپنی جان پر کھیل جانا بھی کچھ مشکل خیال نہ کریں۔ جو مرد و عورت اپنے ہم وطن بھائیوں اور بہنوں کی عزت کو اپنی ہی نہیں بلکہ اپنی قومی و ملکی عزت سمجھتے ہیں اور ان کی حفاظت میں سر بکف رہنا اپنا فرض اولین خیال کرتے ہیں وہی قوم و ملک کی نظروں میں عزت پاتے ہیں اور ہمیشہ دیوتا کی مانند پوجے جاتے ہیں

۱۳۔ ایشور کو ہمیشہ حاضر و ناظر سمجھیں اور ہر نیک کام میں اسی سے مدد حاصل

کرنے کی امید رکھو۔ بُرے کام کا خیال تک بھی دل میں لانے سے خوف کھاؤ۔ صبح
شام پرارتھنا، اپاسنا کر کے اس عادت کو پختہ کرو۔ یہ عمر بھر تمہیں بڑی بڑی
مصیبتوں اور آفتوں سے بچائے گی۔

۱۴۔ ہر روز کم از کم چند منٹ تک پرانایام ضرور کرو۔ یہ تمہیں اپنے دل کو
یکسو کرنے اور جذبات شہوانی کو دبانے میں بہت مدد دے گا، تمہارے
ارادے کو مضبوط کرے گا۔ حوصلہ بڑھائے گا اور برہم چریہ پالن کرنے میں سب
سے بڑھ کر معاون و مددگار ثابت ہوگا۔

۱۵۔ روزانہ غسل، سیر اور ورزش میں کبھی ناغہ نہ ہونے دو۔ یاد رکھو! اس
کمزوری کا شکار ہوتے ہی بیشمار دیگر کمزوریاں تمہیں آ دبائیں گی۔

۱۶۔ بے کاری اور نکمے پن کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھو۔ ہمیشہ کچھ نہ کچھ اور مفید
کام کرنے کی عادت ڈالو۔ بے کاری کی نسبت بیگار بھی اچھی ہوتی ہے۔ کیونکہ
وہ انسان کو سست اور کاہل نہیں بننے دیتی۔

۱۷۔ غلاظت اور گندگی سے نفرت کرو اور اپنے جسم پر یا گرد و نواح میں کبھی
کسی طرح کی غلاظت جمع نہ ہونے دو۔ نہ صرف مادی غلاظت ہی سے بچو بلکہ خیالی
غلاظت یعنی گناہوں اور بدکاریوں کے خیالات کو بھی اپنے پاس نہ پھٹکنے دو۔
اور ایسے جذبات بھڑکانے والے دوستوں سے کوسوں دور رہو۔ خیالی غلاظت
مادی غلاظت کی نسبت بدرجہا زیادہ خوفناک، خطرناک اور مہلک ہوتی
ہے۔ کیونکہ وہ صرف جسم پر اثر کرتی ہے اور خیالی غلاظت دل و دماغ کے ساتھ
ہی ساتھ آتما کو بھی کمزور کر کے اس کی خوفناک گراوٹ کا باعث بن جاتی
ہے اس لئے اس سے ہمیشہ بچتے رہنے کی کوشش کرو۔ اور اگر اس میں کبھی
پھنس بھی جاؤ تو سخت پچھتاوے کے ساتھ [illegible] مدد ہو ... بغیر ہرگز

آرام سے نہ بیٹھو۔

۱۸۔ حتی الوسع ادویات کا استعمال نہ کرو۔ فاقہ سب سے اچھا دوا ہے کیونکہ یہ صرف نوے فی صدی جسمانی خرابیوں کو دور کر دیتا ہے اور ساتھ ہی اپنے دل اور طبیعت پر قابو پانے میں بھی بڑی مدد دیتا ہے۔ اس لئے ہفتہ عشرہ یا کم از کم مہینے میں ایک مرتبہ ضرور فاقہ کر لیا کرو۔

۱۹۔ نیم حکیم ہمیشہ خطرہ جان ہوا کرتا ہے۔ اس زریں اصول کو کبھی نہ بھولو اگر خدانخواستہ کبھی ضرورت پڑ جائے تو ہمیشہ کسی قابل، تجربہ کار اور باوجہ معالج کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے مشورے سے فائدہ اٹھاؤ۔

۲۰۔ فضول خرچی کی عادت ہرگز نہ ڈالو اور ہمیشہ اپنی آمدنی سے ¾ حصے میں گزارہ کرنے کی کوشش کرو۔ اس سے تم عمر بھر آرام اور عزت سے زندگی بسر کر سکو گے۔ دو گھڑی یا دو چار دن کی واہ واہ کے خیال سے عمر بھر کے لئے مصیبت میں پھنس جانا سب سے بڑی حماقت خیال کرو۔ اس مرض کا مریض کبھی صحتیاب ہوتا ہوا نہیں دیکھا گیا۔

۲۱۔ کسی بیماری، دشمن یا بری عادت کو کم سمجھ کر اس کی طرف سے بے فکر نہ ہو۔ کیونکہ یہ ہمیشہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتی ہیں۔ بجلی کی سی سرعت سے آتی ہیں اور چیونٹی کی سی دھیمی چال سے جاتی ہیں۔

برہمچریہ پالن کے فوائد

۱۔ برہمچریہ سے جسم کے رگ و ریشے اور نس پٹھے مضبوط ہوتے ہیں۔ بدن میں چستی و چالاکی آتی ہے۔ کام کرنے کو خوب جی چاہتا ہے اور خوراک ہضم ہو کر جسم روز بروز طاقت ور ہوتا جاتا ہے۔

۲- برہم چریہ سے آنکھ ناک کان وغیرہ کی طاقتیں تیز ہوتی جاتی ہیں۔

۳- برہم چریہ سے جسم بڑھاپے تک تندرست و توانا بنا رہتا ہے اور کوئی بیماری تکلیف نہیں دے سکتی۔ انسان آخری دم تک صحت مند رہ کر زندگی کا پورا پورا لطف اٹھا سکتا ہے۔

۴- برہم چریہ سے دماغی طاقت روز بروز بڑھتی چلی جاتی ہے اور انسان اپنی زندگی کے گوناگوں تجربات سے صرف خود ہی پورے پورے فائدہ حاصل نہیں کرتا بلکہ شاندار ملکی و قومی خدمات انجام دے کر دنیا میں عزت و شہرت بھی پا سکتا ہے ور مرنے کے بعد دیوتاؤں اور اوتاروں کی طرح پوجا بھی جا سکتا ہے۔

۵- برہم چریہ سے قوت برداشت دن دونی رات چوگنی ترقی کرتی ہے وئی سخت سے سخت مشکل بھی برہم چاری کو حیران و پریشان نہیں کر سکتی۔ وہ ہر دقت و مصیبت کا کامل مستقل مزاجی اور بلند ہمتی سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ اور دنیا کوئی کام بھی اسے ناممکن معلوم نہیں ہوتا۔

۶- برہم چریہ سے دن بدن روحانی عظمت و بزرگی حاصل ہوتی جاتی ہے برہم چاری پرماتما کے تمام صفاتی گنوں سے روز بروز قریب ہو کر اپنی طاقتوں لامحدود سمجھنے لگتا ہے اور ان سے وہ کرشمات کر دکھاتا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے۔

۷- برہم چریہ سے تندرست، نیک، سعادت مند اور فرماں بردار اولاد پیدا ہوتی ہے جو اپنے برہم چاری اور رتو گامی ماتا پتا کی ہر طرح خدمت کر کے انہیں آسائش و آرام پہنچانا اپنا فرض سمجھتی ہے۔

۸- برہم چریہ سے اپنی اولاد کی نت نئی بیماری وغیرہ کی تکلیفات و صعوبات دیکھ کر ہر وقت اذیت و تکلیف برداشت نہیں کرنی پڑتی اور نہ اپنے

عزیز از جان بچوں کی بیشتر از وقت موت کا صدمہ جانکاہ برداشت کر کے زندگی وبالِ جان محسوس ہوتی ہے۔

۹۔ برہم چریہ سے دل و دماغ میں وسعت پیدا ہو کر عالمگیر محبت اور وشو پریم کی دولت سے انسان مالا مال ہو جاتا ہے اور حقیقی و ابدی سرور حاصل کر کے ہر طرح کے دنیاوی اور روحانی دکھوں سے نجات پاتا ہے۔

غرضیکہ برہم چریہ ہر قسم کی دینی و دنیاوی، دلی، دماغی، مادی اور روحانی ترقی کا پہلا اور آخری زینہ ہے۔ اس لئے جو حضرات یا جو قومیں شاہراہ ترقی پر گام زن ہو کر بام عروج پر پہنچنا چاہتی ہیں انہیں سب سے پہلے برہم چریہ کی عظمت و اہمیت کو اپنے ذہن نشین کر کے پھر سچے دل سے اس کا کرنے کی کوشش کرنی چاہئیے تب ہی وہ اپنی اپنی اولاد کی نیز اپنی قوم و ملک کی کچھ بہتری و بہبودی کر سکنے کے قابل ہو سکیں گے۔ ورنہ کسی قسم کی ترقی کی اپنے دل میں امید کرنا

ایں خیال است و محال است و جنوں

پانچواں باب

مردانہ اعضائے تناسل اُنکی ساخت اور اُن کے کام

اب تک ہم نے ان صفحات میں مردانہ و زنانہ تعلقات کی پاکیزگی، اس پودے کے سب سے اچھے، سب سے عمدہ اور سب سے میٹھے پھل یعنی اولاد پیدا کرنے کی ضرورت اور اس ضرورت کو صحیح طور پر پورا کرنے کے متعلق کچھ ابتدائی قاعدوں اور طریقوں کا ذکر کیا ہے جن پر ہر مرد اور عورت کو پورا پورا عمل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ بشرطیکہ وہ اپنی اولاد کو اپنے سے بھی زیادہ مضبوط، تندرست خوب صورت، صاحب ہمت، صاحب دماغ، نیک، خوش اخلاق، خوش حال، عالم، فاضل اور خدا پرست دیکھنے کے خواہشمند ہوں۔ ہمارے خیال میں ہر ایک صحیح العقل اور سمجھدار ماں باپ کے دل میں یہ خواہش موجزن ہوتی ہے اور قدرتاً ہونی بھی چاہیے۔ لیکن اگر وہ نفس پرستی اور شہوت رانی کی ذلیل ترین گہرائیوں میں پھنس کر اپنی پاکیزہ انسانی خصلت کے اس آخری ذرے سے بھی بالکل ہی محروم بیٹھے ہیں تو ہمارا خیال ہے کہ ایسے حیوان بصورت انسان مرد و عورت تو شاید اس کتاب کے دیباچہ یا زیادہ سے زیادہ چند ابتدائی صفحات پڑھ کر ہی اسے بالکل روکھی پھیکی اور غیر دلچسپ خیال کر کے پھینک چکے ہوں گے اور ان میں اس کتاب کے مطالعہ میں یہاں تک پہنچنے کی طاقت برداشت ہی نہ رہی ہوگی اس ... [illegible] قبول ہے۔ پھر ناکمان کی حالت پر رحم کریں اور

انہیں نیک ہدایات بخشیں۔

خیر! غرضیکہ بیٹی بیٹا کے تعلقات کی پاکیزگی پر ہی نہ صرف ان کے گھر اور خاندان کی پاکیزگی، خوش حالی و فارغ البالی کا انحصار ہے بلکہ آیندہ ان کی نسلوں کی جسمانی، دلی، دماغی اور روحانی ترقی، سعادت مندی و فرماں برداری اور سب سے بڑھ کر خود ان کا اپنا عیش و آرام اور بالخصوص بوڑھاپے کی خوشی و مسرت اور اطمینان و سکون منحصر ہے۔ اس لئے کتنے بدبخت ہیں وہ انسان جو صرف چند لمحی لطف و لذت کے لئے اپنے برہم چریہ برت سے گر کر نہ صرف اپنی صحت و تندرستی کی جڑیں کھوکھلی کر دیتے ہیں۔ اور گوناگوں بیماریوں کو دعوت دیکر اپنی تا عمر اور خصوصاً بڑھاپے کے آرام و آسائش اور مرتے دم کی بے فکری اور اطمینان کے راستے میں کانٹے بوتے ہیں بلکہ اپنی آیندہ اولاد اور ان کی بے شمار آنے والی نسلوں کو بھی کم زور، بد اخلاق، آوارہ مزاج اور بدچلن بنانے اور نیکی و پاکیزگی کے روح پرور اور زندگی بخش راستے سے ہٹا کر انہیں تباہ و برباد کرنے کا باعث بھی خود ہی بنتے ہیں اور اس طرح اپنے ہی ہاتھوں اپنے پیروں پر کلہاڑی چلا کر اپنی دنیا و عاقبت دونوں خراب کر لیتے ہیں اور اپنے انسانی جنم کو فضول ہی کھو دیتے ہیں۔

ان سب حقیقتوں اور صداقتوں پر کافی روشنی ڈالنے کے بعد اب ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ آیندہ چند صفحات میں اپنے نیک دل و نیک خیال ناظرین پر یہ ظاہر کر دیں کہ انسانی پیدائش کا راز و حقیقت کیا ہے؟ نیز ایک خوش رو جوان رعنا جو آج اپنے غرور و تکبر سے زمین پر پیر نہیں رکھتا، اور جس کا دماغ آج ساتویں آسمان سے بھی کہیں بہت اوپر رہتا ہے، اسکی ہستی کی ابتدا کتنی حقیر و ہیچ ہے اور کس طرح اسے اپنے ان ہی والدین

کے جوہر حیات، خون، گوشت اور پوست سے اپنی یہ ہستی ملی ہے جن کی شاید آج اس کی نظروں میں کچھ بھی وقعت نہیں۔ یا جنہیں ان کی پیرانہ سالی میں ان کی خدمت کر کے ہر طرح سے خوش و مطمئن ان کی آشیرباد حاصل کرنے کی بجائے وہ اپنی نافرمانیوں اور ناسعادت مندیوں سے جلانے، کڑھانے اور تنگ کرنے میں اپنی سب سے زیادہ بہتری سمجھتا ہے اور اسے ہی اپنے لئے باعث فخر خیال کرتا ہے۔

ان صفحات میں ہم ایسے خودسر و خود پسند لوگوں کو یہ بتلانا اور یاد دلانا چاہتے ہیں کہ کس طرح اپنی پُرغرور ہستی کی نہایت ہی ابتدائی حالت میں وہ مہینوں تک دو مختلف حصوں میں تقسیم ہو کر اپنے ماں باپ کے جسموں میں مختلف صورتوں میں مقیم رہے ہیں۔ اور پھر ان کی عنایت و نوازش سے ایک مجموعی صورت اختیار کر کے مہینوں اپنے والدین کے لئے وبال جان بنے رہے اور پھر پیدائش کے وقت اسکی جانِ عزیز کو سخت سے سخت اذیت و خطرے میں ڈال کر اس صفحۂ عالم پر محض ایک بے کس و بے بس ہستی کے طور پر نمودار ہوئے لیکن وہ ماتا ہے وہ دیوی جس نے اپنی تمام تکالیف و مصائب کا کچھ بھی خیال نہ کر کے اور اپنے دل و دماغ کو ہر طرح کے کینے و انتقام کے ناپاک خیال سے پاک رکھ کر پھر بھی انہیں فرش خاک سے اٹھا کر اپنی چھاتی سے لگا لیا اور اپنے دامن عافیت میں چھپا کر دنیا کی سب آفتوں اور سردیوں گرمیوں سے محفوظ رکھا۔ اپنے اوپر ہر طرح کی سختیاں جھیلیں، دُکھ اُٹھائے لیکن انہیں تکلیف نہ ہونے دی۔ آج اس دیوی کے تمام بے شمار احسانات بھول کر اگر وہ اس کی بے وفاداری کرتے ہیں اور اس کے دل کو کسی طرح ذرا بھی تکلیف پہنچانے کا موجب بنتے ہیں تو یہ ان کی کتنی نالائقی و احسان فراموشی ہے کہ جس کی سزا نہ جانے پرماتما

کی بارگاہ سے انہیں کیا کچھ نصیب ہو گی۔ اس لئے انہیں اس سزا کے خیال سے کانپ کر نہ صرف اپنے والدین کی ہی ہر طرح خدمت و دلداری کرنا چاہئے بلکہ اپنی اولاد اور آیندہ نسلوں کی بہتری کے لئے بھی اپنے تمام فرائض کو کمال نیک نیتی و سرگرمی سے ادا کرنا چاہئے۔ کیونکہ ان کی اپنی بہتری و بہبودی بھی اسی میں پنہاں ہے۔

اب آیندہ چند صفحات میں ہم اپنے ناظرین کی واقفیت و دلچسپی کے لئے مردانہ و زنانہ اعضائے تولید کا کچھ مختصر سا بیان قلمبند کرتے ہیں تاکہ انہیں معلوم ہو سکے کہ حضرتِ انسان کو اس صفحۂ عالم پر نازل ہونے سے پہلے کن کن منزلوں اور مرحلوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ نیز کہاں کہاں اور کس کس حالت میں رہنا ہوتا ہے۔

قطرۂ منی اور اس کی پوشیدہ دُنیا

آج کل زمانے میں یہ تو شاید ہر ایک سمجھ دار اور نوعمر لڑکے کو بھی بلوغت تک پہنچنے سے پہلے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کی پیدائش اپنے والدین کے قطرۂ منی سے ہے لیکن یہ شاید اچھے بڑے بالغ اور پڑھے لکھے لوگوں کو بھی معلوم نہ ہو گا کہ قطرۂ منی کیا بلا ہے؟ اور اس چھوٹے سے ناچیز قطرے میں ہی کتنی وسیع دنیا اور کتنے بے شمار جاندار آباد رہتے ہیں۔ اس لئے انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ قطرۂ منی جسے بہت سے کوتہ اندیش انسان شہوانی جذبات کے زیر اثر اپنی جہالت و حماقت سے یونہی ایک فضول سی چیز خیال کر کے صرف ایک لمحی لطف و لذت کی خاطر بے سوچے سمجھے ضائع کرتے رہتے ہیں ان کے جسم کا جوہر لطیف ہے اور اس کا ایک ایک قطرہ ان کے خون کے ۸۰ سے ۱۰۰ قطروں تک سے اسی طرح کشید ہوتا ہے جس طرح کیوڑہ یا گلاب پتیوں سے تو یوں

اور ماشوں کی مقدار میں گراں بہا عطر نکالا جاتا ہے۔ کتنا بے وقوف اور احمق ہوگا وہ انسان جو بغیر کسی خاص ضرورت کے ہر روز اپنے جسم میں فصد نکالا کر اپنے خون کو جسے صحیح طور پر اسے اپنا سرمایۂ زندگی سمجھنا چاہیے فضول باہر پھینکتا جائے۔ لیکن کیا کبھی گرہستی یا دوسرے عشرت پسند انسان نے یہ بھی سوچا ہے کہ کہ ہماری منی کے یہ ناچیز و حقیر سے گندے قطرے جنہیں ہم اپنی جہالت و نا واقفیت سے نہیں، بلکہ جان بوجھ کر بھی محض خواہشات حیوانی کے زیر اثر یونہی تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ ہمارے خون سے بھی ۸۰ سے ۱۰۰ اگنا زیادہ قیمت رکھتے ہیں اور ایک وقت کی مجامعت و مباشرت میں ہم تقریباً دس قطرات منی ضائع کر کے اپنے جسم سے قریباً ایک ہزار قطرات خون کی طاقت زائل کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم جتنا جتنا اس تباہ کن راستے پر بڑھتے جاتے ہیں ہمارا زور و قوت کم ہو کر جسم کمزور ہوتا جاتا ہے اور چند ماہ میں یا کسی قدر احتیاط سے رہنے پر چند سال میں ہی ہماری ان غلط کاریوں اور بداعمالیوں کے باعث ہمارا جسم اپنی جوانی و شباب کو ضائع کر کے گوناگوں بیماریوں کا ایک مجسمہ رہ جاتا ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے ایک قطرۂ منی میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں حیوانات منی (   ) موجود ہوتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک حیوان ایک ایک بچہ بننے کی طاقت و قوت اپنے اندر رکھتا ہے اور نہ جانے خالق کون و مکان نے اپنی کس ناقابل قدرت و حکمت سے اس ایک ناچیز قطرے میں یہ دنیائے عظیم پوشیدہ کر رکھی ہے۔ جسے ہم محض اپنی حیوانی و شہوانی خواہشات کے زیر اثر صرف چند لمحوں میں بلا وجہ اور ذاتی طور پر کوئی فائدہ اٹھائے بغیر یونہی ایک مرتبہ نہیں بلکہ اپنی چند سالہ زندگی میں ہزاروں لاکھوں مرتبہ تباہ و برباد کرتے رہتے ہیں۔ اگر ہمارے اس بیان

کی صداقت کا آپ کو یقین نہ ہو تو کسی ڈاکٹر کے پاس جا کر اور اپنی چشم بصیرت کھول کر خوردبین کے ذریعے ایک قطرۂ منی کو ملاحظہ فرمائیے۔ تو آپ کو یہ سب بیشمار جاندار اسی ایک قطرے میں تڑپتے اور تلملاتے ہوئے اور آپ کی اس بے سمجھی کا ماتم کرتے ہوئے نظر آئیں گے

منی کی حقیقت و ماہیت

شاید بہت کم ناظرین کو یہ بتانا ضروری ہو گا کہ منی ایک سفید سی شفاف اور لیس دار رطوبت ہوتی ہے۔ جو نہ بہت گاڑھی ہوتی ہے۔ اور نہ بہت پتلی جس میں سے ایک خاص طرح کی بو آتی ہے۔ یہ دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ ایک جاندار دوسری بے جان۔ اس ایک ہزار حصوں میں سے نو سو حصے تو آب منی یعنی منی کا پانی ہوتا ہے جسے انگریزی میں (   ) کہتے ہیں۔ یہ ایک انشاستہ دار سفید سا مادہ ہوتا ہے جس میں بے شمار چھوٹے چھوٹے دانے بذریعہ خوردبین نظر آتے ہیں۔ یہ دانے سب حیوانات منی یعنی منی کا جاندار حصہ ہیں جو اپنی مکمل یا نامکمل صورت میں اس کے اندر موجود رہتے ہیں اور ان ہی میں سے ایک حیوان یا کیڑا جب مرد کے اعضائے تناسل سے عورت کی شرمگاہ میں خارج ہو کر آہستہ آہستہ اس کی بچہ دانی یعنی رحم میں پہنچ کر اس کے زنانہ انڈے یعنی رج انڈ (OVAM) سے (اس کا حال آگے دیا جائے گا) جا ملتا ہے تو وہی حمل قرار پانے کا باعث ہو کر آہستہ آہستہ نو مہینے میں ایک لڑکے یا لڑکی کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور وضع حمل کے وقت اس عالم فانی میں نزول فرما ہوتا ہے۔ حیواناتِ منی کی شکل و صورت پر غور کرنے سے اس کا ایک چھوٹا سا سر، درمیانہ حصہ اور پچھلی دم تینوں حصے صاف نظر آ سکتے ہیں۔ ان حیوانات کا ایک خاص وصف یہ ہے کہ یہ ہمیشہ

متحرک یعنی تڑپتے رہتے ہیں۔ اور ذراسی بھی گنجائش ملنے پر آگے ہی آگے بڑھتے جاتے ہیں۔ یا وہیں چمٹ جاتے ہیں۔ اور اسی کوشش میں اپنی جان کھو دیتے ہیں۔ عضوِ تناسل سے خارج ہونے کے بعد یہ ۲۰ گھنٹے تک شرم گاہ میں رحم سے باہر زندہ رہ سکتے ہیں۔ اور اس اثنا میں کسی وقت رحم میں پہنچ کر انڈے سے مل جاتے ہیں۔ یہ کئی گھنٹے تک نہیں مرتے۔ یہ حیوانات جوانی سے پہلے پیدا نہیں ہوتے اور بڑھاپے میں کمزور ہو کر مرنے لگتے ہیں۔ باقی ماندہ سو حصے بے جان مادے میں ۶۰ حصے کچھ لیس دار حیوانی مادہ ہوتا ہے اور باقی ۴۰ حصے میں سے دس حصے سوڈا اور تیس حصے ایک اور خاص قسم کا حیوانی مادے سے ملا ہوا فاسفیٹ آف لائم کا مرکب یہ حیوانی مادہ کیا ہے؟ اس کے متعلق تحقیقات ابھی مکمل نہیں ہوئی۔

منی کہاں اور کیسے پیدا ہوتی ہے

منی پیدا ہونے کا بڑا کارخانہ ہمارے چھوٹے چھوٹے فوطوں یعنی خصیتین کے اندر ایسی لطیف صورت میں پوشیدہ ہے کہ غور کرنے سے حیرت و تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ یہ دو چھوٹی چھوٹی گولیاں جو گوشت کی ایک پتلی سی تھیلی میں ہماری اعضائے تناسل کے نیچے لٹک رہی ہیں۔ یہی در حقیقت نسل انسانی کی پیدائش کی ابتداء و قیام کا واحد ذریعہ ہیں۔ اس لئے ہمیں انہیں کسی طرح بھی حقیر و ہیچ نہ سمجھنا چاہیے۔ بلکہ اپنے جسم کا سب سے زیادہ نازک حصہ خیال کرنا چاہیے کیونکہ اس میں چوٹ لگ جانے سے جان پر بن جاتی ہے۔ ان فوطوں کو انگریزی میں (TESLICTS) کہتے ہیں اور اس تھیلی کو سکروٹم (SOROTUM) جس میں فوطے گوشت کے نہایت باریک تاروں اور ایک نہایت ہی مہین دھاگے جیسے ریشوں سے لٹکے رہتے ہیں۔ ہر ایک خصیہ تقریباً ۲ انچ لمبا، ایک انچ چوڑا

اور سوا انچ موٹا ہوتا ہے۔ اور وزن میں ایک اونس یعنی ۲½ تولہ کے قریب۔ ان کے اوپر ایک لمبی، پتلی اور چپٹی سے جھلی منڈھی ہوتی ہے جسے انگریزی میں ایپی ڈی ڈی مس (EPIDIDYMIS) کہتے ہیں۔ اس کا درمیانی حصہ دھڑ، اوپر کا حصہ سر اور نچلا حصہ دُم کہلاتا ہے انگریزی میں اوپر کے حصے کو گلوبس میجر (GLOBUSMAJOR) اور نچلے حصے کو گلوبس مائینر (GLOUSMINOR) یہ اوپر کا حصہ باہر جانے والی نالیوں سے ملا ہوا ہے اور نیچے کا حصہ فوطے کے بیرونی حصے سے۔

سکروٹم یعنی فوطوں کی تھیلی دو حصوں تقسیم ہوتی ہے جس کا بایاں حصہ دائیں سے کچھ بڑا ہوتا ہے۔ فوطوں کی بیرونی حالت مختلف حالات میں مختلف ہوتی ہے۔ موسم گرما میں نیز کمزور، مریض اور پیر سال مردوں کے فوطے لمبے، نرم ہو جاتے ہیں۔ اور مضبوط، طاقت ور، نیک چلن، جوان لوگوں کے سخت، سکڑے ہوئے اور چھوٹے جس شخص کا چال چلن اچھا رہا ہو اور جس نے بہت بدکاری نہ کی ہو اس کے فوطے ہمیشہ چھوٹے، سخت اور سکڑے ہوئے رہیں گے۔

فوطوں پر ایک رطوبت آمیز تھیلی چڑھی ہوئی ہے۔ جس کو ٹیونیکا ویجی نیلس (TUNICA VACIALIS) کہتے ہیں۔ اس کے نیچے ایک ریشہ دار غلاف ہوتا ہے جو ٹیونیکا ایلبوجینا کہلاتا ہے۔ یہ نیلی جھلک والے سفید ریشے دار پٹھوں سے بنا ہوا ہوتا ہے جو ایک دوسرے سے گتھے رہتے ہیں۔ اس کے نیچے خون کی رگوں اور نالیوں کا ایک غلاف ہوتا ہے جس کو ٹیونیکا ویسکولوسا

(TUNICA VASCULOSA) کہتے ہیں۔

ان تینوں غلافوں کے علاوہ فوطوں میں بہت سے چھوٹے چھوٹے غدود ہوتے ہیں۔ جو منی تیار کرتے ہیں۔ ان کی تعداد تین چار کے درمیان کہی جاتی ہے۔ یہ اپنے قد و قامت کے لحاظ سے مختلف یعنی چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔ بیچ کے غدود کسی قدر زیادہ لمبے اور ادھر ادھر کے چھوٹے۔ صورت و شکل میں مخروطی یعنی گاجر کی مانند۔ جن میں جگہ جگہ ایک سے تین تک چھوٹی چھوٹی خم دار نالیاں ہیں جو پانی کے غلاف کے نیچے صاف نظر آتی ہیں۔

ڈاکٹر مونرو DR. MONROE کے قول کے مطابق ان نالیوں کی تعداد تین سو قریب ہے اور لمبائی ۱۶ فٹ موٹائی $\frac{1}{150}$ انچ سے $\frac{1}{200}$ انچ تک۔ اوپر کے حصے میں ان نالیوں کا خم کم ہو کر تقریباً سیدھا ہو جاتا ہے اور سب مل کر ۲۰۔۳۰ بڑی نالیاں رہ جاتی ہیں۔ جن کا حجم $\frac{1}{50}$ انچ کے قریب ہوتا ہے۔ یہاں انہیں "ولیا ریکٹا" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جو نالی خصیہ سے منی کو باہر لاتی ہے۔ اس کو واس ڈفرنس (VAS DAFRENS) کہتے ہیں۔ یہ لمبائی میں ۳۲ فٹ ہوتی ہے۔ اور اپی ڈی ڈیمس سے آکر ملتی ہے۔ یہ گلوبس مائینر کے نچلے حصے سے شروع ہو کر اپی ڈی ڈیمس کی اندرونی اور بیرونی سطح یعنی سیبر میٹک کورڈ (

) کے نچلے حصے تک پھیل جاتی ہے

اس کی لمبائی تقریباً دو فٹ ہے اور اس کی دیواریں بڑی مضبوط اور پائیدار ہوتی ہیں۔

سپرمیٹک کورڈ ہی صاف خون فوطوں میں سے جانے والی نالی ہے۔ جو فوطے کے بیچ سے اوپر جسم تک پھیلی رہتی ہے یہاں سے یہ خون غدود میں جاتا ہے اور وہاں کسی نامعلوم عمل سے جس کا ابھی تک پتہ نہیں لگا۔ منی کے دانوں میں تبدیل ہوتا رہتا ہے جو دس دس بیس بیس کی تعداد میں ایک جھلی کے ذریعے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ یہ سب منی کی تھیلیوں میں جانے والی سب نالیوں کی غدود کو بھر دیتے ہیں اور وہاں سے جا کر منی مثانے اور مقعد کے درمیان واقع دو جھلی دار تھیلیوں میں جمع ہو جاتی ہے ویسیکیولو سیمینے لس ( ) کہتے ہیں۔ ان تھیلیوں کی چوڑائی ۱½ انچ اور لمبائی ۵ انچ ہوتی ہے۔ اور یہ مثانے کی سطح کے برابر اور نیچے مقعد تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ان منی کی تھیلیوں اور فوطوں کی نالیوں سے ملی ہوئی دو نالیاں اور ہیں جو منی کو باہر خارج کرتی ہیں۔ انہیں ایجیکیولیٹری ڈکٹس ( ) کہتے ہیں۔

آلہ تناسل کی بناوٹ اور اس کا کام

منی کے کارخانے یعنی فوطوں کی ساخت کا متذکرہ بالا مختصر سا حال سمجھ جانے کے بعد مردانہ آلۂ تناسل کا بیان بہت ہی تھوڑا سا رہ جاتا ہے کیونکہ اس کا کام صرف یہ ہے کہ ایک تو پیشاب کو جسم سے خارج کردے اور دوسرے تولیدِ نسل کے لئے منی کو مناسب حفاظت کے ساتھ رحم کے مُنہ تک پہنچا دے تاکہ حیوانات منی کو اپنی منزلِ مقصود تک پہونچنے میں زیادہ دقت نہ ہو۔

آلہ تناسل کی وہ نالیاں جو منی اور پیشاب کو باہر خارج کرنے کا ذریعہ ہیں اگرچہ شروع میں الگ الگ آئی ہیں مگر آخر میں آکر یہ سب ایک ہی ہو گئی ہیں۔ یعنی منی اور پیشاب دو مختلف جگہ سے آنے کے باوجود بھی ایک ہی سوراخ سے خارج ہوتے ہیں۔

آلت یا آلہ تناسل کی ساخت اسفنجی یعنی خلا دار ہے اور اس کی جڑ جو کہ چوڑی ہوتی ہے نہایت مضبوط ریشوں کے ذریعے پیڑو کی ہڈی سے جڑی رہتی ہے۔ جڑ سے آگے پیشاب کی نالی کے ارد گرد خاص خیزش والے ریشے پھیلے ہوتے ہیں۔ توجہ اور خیال کے ساتھ ہی دورانِ خون کے زور سے خون آلۂ تناسل کے خالی حصوں میں بھر کر نہایت سرعت کے

ساتھ لیکن بتدریج اس میں تناؤ پیدا کر دیتا ہے۔ تب یہ اعصابی ریشے بھی اکڑ جاتے ہیں۔ اور اس خیزش کو قائم رکھتے اس نالی کے مُنہ پر حشفہ یعنی سپاری ہوتی ہے۔ یہیں یہ خیزش والے ریشے آ کر ختم ہوتے ہیں۔ اس لئے یہاں کی جلد بہت ہی تیز حس ہوتی ہے۔ سپاری کے کناروں اور گردن پر بہت سے چھوٹے چھوٹے غدود اور گلٹیاں ہوتی ہیں۔ جن میں سے ایک طرح کی رطوبت رس رس کر سپاری کی گردن اور اس کی بالائی تہ پر جم جاتی ہے۔ تاکہ اسے غیر ضروری رگڑ سے کوئی نقصان نہ پہنچے اس رطوبت کو ہر روز پاخانے کے وقت دھوتے اور صاف کرتے رہنا چاہئے۔ جس سے یہ غدود اپنا کام کرتے رہیں۔ اور یہ رطوبت وہاں زیادہ جمع ہو کر خارش پیدا نہ کرے۔ سپاری کی جلد نہایت تیز حس ہونے کی باعث اسے بیرونی رگڑ سے محفوظ رکھنے کے لئے قدرت نے اس پر ایک نہایت نرم گوشت کا غلاف بھی چڑھا دیا ہے۔ جو بوقت ضرورت بغیر کسی خاص تکلیف کے اوپر کی طرف چڑھ جاتا ہے۔ بغیر ضرورت اس غلاف کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنا ہر طرح خلاف قدرت ہے۔ اس لئے ناسمجھ بچوں کو اس حرکت سے روکنا چاہئے۔ نیز ان کو یہ تاکید کرتے رہنا چاہئے کہ وہ اس جگہ کو ہر روز صاف کرتے رہیں۔ اس سے بڑا ہم جز یہ بالن میں خاص مدد ملتی ہے اور خارش ہو کر ناپسندیدہ خیالات پریشان نہیں کرنے پاتے

جو لڑکے سولہ سترہ سال کی عمر تک پورے پورے برہم چاری رہتے ہیں اور کسی خرابی میں مبتلا نہیں ہوتے تو ان کے یہ ذرات منی جب ان کے فوطوں کی نالیوں میں پہنچتے ہیں تو آگے منی کی تھیلی پُر ہونے کی وجہ سے اس میں اپنے لئے گنجائش نہ پاکر یہ پھر خون میں جذب ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح خون کو پہلے سے زیادہ طاقت ور بنا کر جب وہ دوبارہ جسم میں دَورہ لگاتے ہیں تو اس میں ایک عجیب قسم کی شان اور جلال پیدا کر دیتے ہیں۔ جس سے برہم چاری کا چہرہ پُر نور ہو کر اس پر ڈاڑھی اور مونچھ جلد نمودار ہو جاتی ہیں۔ جسم خوب بھر جاتا ہے اور دماغی طاقتیں تیز ہو کر اس کے حافظے عقل و فہم نمایاں ترقی کرتی ہیں۔

ابتدائے جوانی میں برہم چاری رہنے سے خون کے اس لطیف جوہر کو منی کی صورت میں تبدیل ہونے کی بہت زیادہ ضرورت نہیں پڑتی۔ اس لئے ذراتِ منی میں تبدیل ہو کر کم زور نہیں ہونے پاتا۔ اور جو ذراتِ منی پیدا بھی ہوتے ہیں وہ خزانۂ منی بھرپور ہونے کے باعث پھر جسم میں جذب ہو کر اسے ایک نہایت غیر معمولی طاقت بخشتے ہیں۔ جوان کی صحت اور دل و دماغ پر چار چاند لگا دیتی ہے۔ بدچلن اور آوارہ مزاج نوجوان اس نعمت عظمےٰ سے ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔ اور اس کے بجائے انہیں ایک اور مصیبت کا سامنا ہونے لگتا ہے۔ یعنی ان کے مزاج میں عیاشی اور خیالات میں شہوانی جذبات پیدا ہو جاتے

کے باعث وہ جماع اور مباشرت کے لئے ہر وقت پریشان رہنے لگتے ہیں۔ اور یہ پریشانی ان کے ذرات منی کو اس وقت تک خون میں حل نہیں ہونے دیتی جب تک کہ وہ پاکیزہ خیالی کی مشق، خوراک کے پرہیز، اور باقاعدہ ورزش سے اپنی پریشان خیالی میں مناسب اصلاح پیدا نہیں کر لیتے اسی لئے ہمارے پوجیہ رشی منیوں نے برہم چاریوں اور رتو گامیوں کے لئے وہ قواعد تجویز کئے ہیں جن کا ہم گذشتہ صفحات میں ذکر کر آئے ہیں۔ بغیر ان کی پیروی کے برہم چاری یا رتو گامی رہنے کی کوشش میں پوری پوری کامیابی ہو ہی نہیں سکتی۔ اور نہ اس سے پورا پورا فائدہ ہی پہنچ سکتا ہے۔

اس لئے سب کو اور بالخصوص ہمارے تمام ناظرین کو برہم چاری اور رتو گامی ہو کر ان قواعد کی پابندی سے خود بھی فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ اور اپنی آئندہ اولاد کو بھی اپنے خیالات وجذبات کی طاقت نیز نیک مثال کے اثر سے فائدہ پہنچا کر پورن برہم چاری رہنے اور اکھنڈ برہم چاری اولاد پیدا کرنے میں ہر طرح مدد دینی چاہیئے۔ تاکہ ان کی نسل ہر پشت میں پہلے سے زیادہ بہتر پیدا ہوتی رہے۔ اس کے سوا ہمارے ملک میں نسل انسانی کو بہتر و اعلےٰ بنانے کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہر ایک محب وطن ہندوستانی کو اس طرف بیش از بیش ہی توجہ دینی

چاہیئے۔ کیونکہ بغیر اس ایک اصلاح کے اور کوئی اصلاح بھی پوری
طرح کامیاب نہیں ہو سکتی۔

چھٹا باب

زنانہ اعضاء تولید، انکی ساخت اور ان کا کام

زنانہ اعضائے تولید میں سب سے پہلا درجہ عورت کے انڈکو بیضہ دان کا ہے جن کو عربی میں خصیۃ الرحم اور انگریزی کہا جاتا ہے۔ یہ کمر سے اوپر اور ناف سے چند انچ نیچے رحم کے دونوں طرف پیڈو میں واقع ہوتے ہیں

عورت کے پوری طرح بالغ ہو جانے پر جب یہ بیضہ دان پوری پوری نشوونما پا جاتے ہیں تو ان میں جانوروں کے انڈوں) کی مانند چھوٹے چھوٹے انڈے پیدا ہونے لگتے ہیں۔ اسی لئے اس کا نام انڈکوش (انڈوں کا خزانہ) یا بیضہ دان رکھا گیا ہے۔ اور چونکہ ان کا فعل مردوں کے خصیوں کے مشابہ ہے اس لئے عربی حکماء انہیں خصیۃ الرحم یعنی رحم کے خصیے کہنے لگے ہیں۔

بیضہ دانوں کی شکل انڈے کی مانند لمبوتری سی ہوتی ہے۔ یہ جوڑے بندر کے پچھلے حصہ میں رحم اپنی بچہ دانی میں خون پہنچانے والی نالیوں کے پیچھے اور نیچے رحم کے دونوں طرف واقع ہیں۔ ان کا رنگ سفید سا اور سطح ہموار یا کچھ کچھ کھردری ہوتی ہے۔ لمبائی تقریباً ۱½ انچ، چوڑائی ¾ انچ حجم ⅓ انچ اور وزن ایک ... ہوتا ہے۔ اگر ان کو چیر کر دیکھا جائے تو ان میں ...

شہد کی مکھیوں کے چھتے کی مانند بہت سے چھوٹے چھوٹے سوراخ گرافئین فولی مختلف سمتوں میں نظر آئیں گے

ان سوراخوں پر تھیلیوں کا ایک غلاف چڑھا ہوتا ہے جن میں عورت کے جوان ہونے پر ایک ایک نہایت ہی چھوٹا انڈا پیدا ہو جاتا ہے۔ بالعموم یہ اپنی ابتدائی حالت میں سوراخ کے مرکز کے قریب ہوتا ہے۔ اور پختہ ہونے پر بڑھتے بڑھتے ایک معمولی مٹر کے دانے کے برابر ہو کر سوراخ کے منہ تک آ جاتا ہے۔ انگریزی میں اسی انڈے کو اوم (OVAM) کہتے ہیں۔ جس طرح مرد کے جسم میں حیوان منی اولاد کی پیدائش کا باعث ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح عورت کے جسم میں یہ انڈا یا اوم، اولاد پیدا ہونے کا ذریعہ ہے۔ ہر مہینے جب بیضہ دان میں ایک انڈا پک جاتا ہے تو اس کے سوراخ میں سوزش پیدا ہو کر وہ انڈا خود بخود باہر نکل آتا ہے اور اس کے ساتھ ہی بیضہ دان کی اندرونی رگوں سے کچھ خون اور لیسدار لعاب دہ بوکس خارج ہو کر رحم کی طرف رجوان کرتا ہے۔ اس خون اور لعاب کا اخراج ہی خون حیض یا ماہواری کہلاتا ہے

انڈے یا اووم (OVAM)

یہ انڈا اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ معمولی خوردبین سے بھی بمشکل دکھائی دیتا ہے۔ اس کا حجم ۱/۱۴۰ ویں حصے انچ سے لے کر ۱/۱۲۰ ویں حصے انچ تک رہتا ہے۔ اس کے اوپر کا غلاف نہایت صاف اور بے رنگ ہوتا ہے اور اس کے اندر کی طرف ایک طرح کی جھلی سی نامعلوم رطوبت میں ڈوبے ہوئے مختلف شکل و صورت کے سوراخوں میں پھنسی رہتی ہے۔ اس جھلی کو یلک ڈیلیس اور ننھی ننھی تھیلیوں کو جرمنل ویسیکلز کہتے ہیں۔ یہ اتنی چھوٹی ہوتی

ہے کہ ان کا ڈھیر ایک انچ کا بیضہ دان حصہ ہے۔ اس تھیلی میں ایک نہایت ہی چھوٹا سا دانہ ہوتا ہے جس کا قد ایک انچ کے $\frac{1}{120}$ ویں حصہ سے $\frac{1}{240}$ ویں حصہ تک رہتا ہے۔ اس کو انگریزی میں جرمنل سیمباٹ کہتے ہیں۔ جوں جوں اودم پکتا جاتا ہے اس کے سوراخ میں رطوبت بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے جو اسے پکنے میں مدد دیتی ہے اور ساتھ ہی اس کے اندر ہی اندر اس پر باہر نکلنے کے لئے دباؤ بھی ڈالتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ آخر وہ بیضہ دان کو پھاڑ کر باہر نکل آتی ہے اور سوراخ کی دیواریں جو پہلے صاف ہوتی ہیں پھٹ کر ادھر اُدھر بکھیل جاتی ہیں۔

اس پختہ انڈے کے خارج ہو جانے پر دوسرے غیر پختہ انڈوں کے سوراخ جو اس کے اُبھار سے پہلے کچھ سکڑ رہے تھے پھر پھیل کر اس خالی جگہ کو جلد ہی پُر کر دیتے ہیں۔ اور آٹھ نو ہفتوں میں وہاں ایک نہایت ہی چھوٹی اور زرد سی گانٹھ کے سوا کچھ بھی نشان نہیں رہ جاتا۔ اور سات آٹھ مہینے میں وہ نشان بھی غائب ہو جاتا ہے

ماہواری یا خون حیض

جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہیں جب انڈا بیضہ دان سے خارج ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اس کے سوراخ میں جمع شدہ خون بھی جو اسے بیضہ دان سے دھکیل کر باہر نکالتا ہے خارج ہونے لگتا ہے۔ ایام حیض کے نزدیک آنے پر عورت کے آلات تولید کے تمام خون کا زور بیضہ دان کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ اور اس کی تمام خون والی نالیوں سے بھی خون رس رس کر اور دوسری رطوبتوں کو ساتھ لے کر وہاں سے خارج ہونے لگتا ہے۔ چونکہ یہ اصلی خون نہیں ہوتا

اور اس میں پانی کا عنصر نسبتاً زیادہ رہتا ہے۔ اس لئے اس کا دھبہ نہیں پڑتا اور نہ اپنی قدرتی حالت میں یہ جمتا ہی ہے۔

خونِ حیض کا اخراج پہلے پہل سِن بلوغت یعنی جوانی کے شروع میں ہوتا ہے اور اسے جوانی کی ابتدا سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے کوئی خاص عمر مقرر نہیں کرسکتے۔ گرم ملکوں، امیر گھروں اور شہروں میں لڑکیاں چونکہ جلد جوان ہو جاتی ہیں اس لئے انھیں بہ نسبت سرد ملکوں اور غریب گھروں یا دیہات کی لڑکیوں کے حیض بھی جلد آنے لگتا ہے۔

غرضیکہ موسم کے علاوہ طریقِ زندگی، خوراک و خیالات کا بھی بہت اثر پڑتا ہے۔ ۳۶ ماہواری آجانے پر جوانی بھر جاتی ہے۔ اس سے پہلے کوئی بھی عورت تندرست اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔

اس سے پہلے جو اولاد بھی ہوگی، کمزور اور کم عمر ہوگی۔ خونِ حیض کا اخراج تقریباً ۴۵ سال کی عمر تک ہر مہینے ۲۸ یا ۲۹ دن کے بعد باقاعدگی کے ساتھ ہوتا رہتا ہے۔ اس اخراج میں بے قاعدگی طرح طرح کی بیماریوں کا باعث بنتی ہے۔ اس لئے اس کی نہایت احتیاط سے نگرانی ہونی چاہئے۔ اور اس شکایت شروع میں ہی اچھی طرح علاج کیا جانا چاہئے۔ تاکہ یہ بڑھ کر زیادہ تکلیف کا باعث نہ بنے۔

حمل ٹھہرنے کے بعد حیض آنا بند ہو جاتا ہے اور جب تک بچہ پیدا ہو کر کافی بڑا نہیں ہو جاتا تب تک بند رہتا ہے۔ حمل کے بعد حیض آنا اس امر کی علامت ہے کہ اب بچے کا دودھ بند کر کے دوسرے حمل کی تیاری کرنی چاہئے۔

ایامِ حیض کے لئے ضروری احتیاطیں

ایامِ حیض میں عورتوں کے لئے مندرجہ ذیل احتیاطیں نہایت ضروری ہیں۔ جن کو پابندی کے ساتھ نبھانے سے وہ بہت سے امراضِ زنانہ سے محفوظ رہ سکتی ہیں۔ ماؤں کو اپنی لڑکیوں کے ابتدائی حیض کے متعلق خاص طور پر محتاط رہنے اور انہیں سب باتیں اچھی طرح سمجھا دینے کی سخت ضرورت ہے۔ ورنہ بہت سی لڑکیاں اس اخراجِ خون سے گھبرا کر اسے روکنے کی کوشش کر کے بہت سخت نقصان اٹھاتی ہیں۔ اور عمر بھر دُکھ بھوگتی ہیں۔

۱:- مکمل طور پر آرام کریں۔ ان ایام میں بہت چلنا پھرنا اور محنت و مشقت کرنا سخت مضر ہے۔ گھوڑے یا بائیسکل کی سواری سے خاص طور پر پرہیز کرنا چاہئے اور ہر قسم کے کھیل کود سے بچنا چاہئے۔

۲:- زود ہضم اور ہلکی خوراک کھائیں۔ گرم، بھاری، گلی، سڑی، دیر ہضم بہت زیادہ مرچ، کھٹائی، اور مصالحوں والی اور نشہ آور چیزوں سے۔ اگر چائے کافی، تمباکو وغیرہ کا بھی بہت استعمال نہ کریں۔ کچے اور گلے، سڑے پھل، بادی، قبض کرنے والی یا دست آور خوراک ہرگز نہ کھائیں۔ قبض کبھی نہ ہونے دیں۔ فاقہ یا برت بھی نہ کریں۔

۳:- سردی سے بچیں، ٹھنڈے پانی سے نہانا تو درکنار اسے اپنے جسم کے پاس بھی نہ آنے دیں اور ہاتھ تک بھی نہ لگائیں۔

۴:- شہوت انگیز خیالات، کتابوں، قصے، کہانیوں، راگوں اور کھیل تماشوں سے بچیں۔ خوفناک [illegible]

۵:- بہت ہنسنے بولنے رنج وغم کرنے، خوش یا ناراض ہونے، غصہ کرنے لڑنے جھگڑنے وغیرہ وغیرہ سے دور رہیں۔

۶:- اخراج خون کے دوران میں مرد سے ہم بستری کا کبھی خیال تک بھی دل میں نہ آنے دیں۔ ان دنوں میں جماع، مرد و عورت دونوں کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔

یہ خون بالعموم تین یا زیادہ سے زیادہ چار دن تک جاری رہتا ہے اور اگر اس سے زائد رہے تو اسے کچھ بیماری سمجھ کر فوراً علاج کی طرف توجہ دینی چاہئے۔

غرضیکہ یہ ایام ہر طرح مکمل آرام و آسائش، پاکیزگی، سکون و اطمینان سے گذارنے چاہئیں۔ اور ایک غیر معمولی جوش آور کام اور واقعہ سے بچنا چاہئے۔

۷:- جسمانی صفائی کے لئے ٹھنڈے پانی اور گندے غلیظ کپڑے کبھی استعمال نہ کریں۔ ہمیشہ نہایت صاف اور دھلے ہوئے کپڑے کام میں لائیں۔

۸:- بارش میں بھیگنے سے خاص طور پر احتیاط رکھیں۔

ان ایام کی بے احتیاطی سے ہی عورتوں کو اکثر حیض کے متعلق بہت سی تکلیفیں اور بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ لیکوریا یعنی پردہ جریان الرحم کی موجودہ کثرت کا باعث بھی ایک بڑی حد تک یہ بے احتیاطی ہی ہے۔ اسی یورپ اور امریکہ کے تمام مہذب ملکوں میں کارخانوں وغیرہ کے اندر کام کرنے والی عورتوں کو ان ایام میں خاص طور پر چھٹی مل جاتی ہے۔

ایامِ حیض سے پہلے کی علامات

کچھ لڑکیوں کو پہلا حیض آنے میں بہت سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اُن کا پردۂ بکارت اس میں سخت رکاوٹ پیدا کرتا ہے اور جب تک وہ کاٹا نہیں جاتا حیض نہیں آسکتا۔ معمولی طور پر مندرجہ ذیل علامات ہیں۔ جو کچھ ایک حیض سے پہلے نمودار ہوا کرتی ہیں۔

۱۔ ناف کے نیچے کمر میں میٹھا میٹھا درد محسوس ہوتا ہے۔

۲۔ جسم میں سستی اور تھکاوٹ چھا جاتی ہے۔

۳۔ طبیعت میں بے قراری رہتی ہے۔

۴۔ اندامِ نہانی میں خارش ہو کر ہلکی سی سوزش ہو جاتی ہے

۵۔ جسم ٹوٹتا ہے اور ہلکی سی حرارت محسوس ہوتی ہے۔

۶۔ اگر خون آہستہ آہستہ جاری ہو تو سر میں درد ہو کر سر چکرانے لگتا ہے

۷۔ بھوک کم لگتی ہے اور کچھ کھانے پینے کو جی نہیں چاہتا۔

۸۔ جی مالش کرتا ہے۔

نازک مزاج عورتوں کو یہ تکلیفیں زیادہ ہوتی ہیں اور معمولی عورتوں کو کم۔ ہندوستان میں اکثر ۵ سے ۱۰ تولہ تک خون خارج ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ ہو تو صحت میں خرابی سمجھنی چاہیے۔ خون کا رنگ جتنا سرخ ہو اتنا ہی اچھا ہے اور جتنا سیاہی مائل ہو اتنا ہی خراب ہے۔ قدرتی امزاج میں تکلیف بہت کم ہوتی ہے۔ خون ہمیشہ ایک خاص مدت کے بعد شروع ہو کر ٹھیک وقت پر بند ہو جاتا ہے۔ اس کا دھبہ نہیں لگتا۔ جمتا نہیں۔ اور آسانی سے دُھل جاتا ہے۔

خونِ حیض کے زور سے ہی انڈا اچھل کر فیلوپین ٹیوب کے اندر داخل ہوتا ہے تو بیضہ دان سے ہی ملی ہوئی دونوں طرف واقع ہیں۔ اور وہاں سے وہ خون حیض وغیرہ رطوبتوں کے زور سے آہستہ آہستہ رحم کی طرف سرکنا شروع ہوتا ہے۔ اس طرح انڈا پختہ ہونے پر بیضہ دان سے نکل کر خونِ حیض اور دیگر رطوبتوں کے زور سے فیلوپین ٹیوب میں داخل ہوتا ہوا رحم میں پہنچتا ہے دائیں بیضہ دان کے انڈے دائیں فیلوپین ٹیوب میں لاتے ہیں اور بائیں بیضہ دان بائیں نالی سے۔

بعض ڈاکٹروں کا یہ خیال ہے کہ دائیں بیضہ دان میں نر انڈے ہوتے ہیں اور بائیں میں مادہ انڈے۔ نیز مرد کے جراثیم منی کا لڑکا یا لڑکی پیدا کرنے سے کوئی خاص تعلق نہیں ہوتا۔ وہ تو اسے جیسا انڈا رحم میں موجود ملتا ہے، صرف اس کے ساتھ مل کر اس میں جان پیدا کر دیتا ہے۔ انگلینڈ کے ایک مشہور ڈاکٹر ای۔ اے۔ ڈاسن اپنی کتاب موسومہ "نر یا مادہ اولاد کیسے پیدا ہوتی ہے" میں اس نظریہ پر پوری پوری بحث کر کے اس خیال کو بہت سی مثالوں اور اعداد و شمار سے پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے۔ بعض دفعہ کئی کئی حیوانات منی رحم میں پہنچ کر انڈے سے جا لپٹتے ہیں لیکن ان سے کوئی ایک ہی اندر داخل ہونے میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے اور باقی سب اسی جدوجہد میں مر جاتے ہیں۔

رحم یا بچہ دانی (UTERUS)

رحم یا بچہ دانی وہ مقام ہے جہاں بیضہ پختہ ہو کر بیضہ دان سے نکل کر فیلوپین نالی میں سے ہوتا ہوا آ کر پہنچتا ہے اور حیوانِ منی کا انتظار کرتا ہے

جب مرد سے مداخلت ہونے کے بعد حیوانات منی عورت کی شرمگاہ میں داخل ہو کر اس کے رحم میں آپہنچتے ہیں اور اس انڈے کے ساتھ ملتے ہیں تب ہی حمل قائم ہوتا ہے۔ بغیر انڈے کے صرف حیوانات منی یا بغیر حیوانات منی کے صرف رحم میں انڈے کی موجودگی کبھی حمل ٹھہرنے کا باعث نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اولاد پیدا کرنے کے لئے صرف حیوانات ہی نہیں، بلکہ نباتات میں بھی نر اور مادہ کا وصل یا میل نہایت ضروری ہے۔

جب تک رحم میں مرد کی منی یا جراثیم منی داخل نہیں ہوتے یعنی عورت باکرہ یا اکشت یونی رہتی ہے تب تک اس کی شکل الٹی رکھی ہوئی کلو کی ناشپاتی کی مانند یعنی لمبوتری، اوپر سے چوڑی اور نیچے سے پتلی لیکن گول ہوتی ہے۔

رحم کی لمبائی ۲ سے ۳ انچ تک، چوڑائی ۱ سے ۲ انچ تک اور حجم ایک انچ کے قریب ہوتا ہے اور وزن ایک سے ۴ تولہ تک۔ جسم کے اندر اس کا مقام وقوع پیشاب کرنے اور پاخانے کی نالی کے درمیان نلوں کے نزدیک درمیانی خول میں ہے جہاں گول اور چوڑے اعصاب اسے اس کی جگہ پر قائم رکھتے ہیں اور بہت زیادہ ادھر اُدھر نہیں ہونے دیتے

رحم کے چوڑے خلا کو جو آخر میں ہوتا ہے۔ انگریزی میں فنڈس کہتے ہیں اور اس خلا میں جانے والی نالی کے ادھر ادھر جو گوشت ہوتا ہے وہ سروکس کہلاتا ہے۔ یہ خلا فنڈس سے آہستہ آہستہ کم ہوتا ہوا ایک جگہ بہت ہی تنگ ہو کر پھر کسی قدر کشادہ ہو جاتا ہے۔ اس کی نالی سے ملا ہوا اس کے سرے پر ایک ڈنڈا سا ہوتا ہے، جسے انگریزی میں اوس یوٹری (OS UTERI) کہتے ہیں۔

رحم کو اپنی جگہ پر قائم رکھنے کے لیے قدرت نے اعصاب کے چھ بندھن لگا رکھے ہیں۔ دو آگے، دو پیچھے اور دو دو طرف یعنی دائیں اور بائیں۔ لیکن پھر بھی یہ اکثر ادھر ادھر ہو جاتا ہے اور بہت کم یہ اپنی جگہ پر ٹھیک رہتا ہے رحم کا خلا یعنی فنڈس اور جھولیاں کی بہ نسبت بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کے اوپر کا حصہ مثلث یعنی تکونا ہوتا ہے اور اس کے اوپر کے دونوں کونوں پر رطوبت کی نالیاں یعنی فلوپین ٹیوب آ کر ملتی ہیں جن کے ذریعہ اندر رحم میں داخل ہوتا ہے رحم کی گردن کے منہ پر ایک گول سا ہوا چھوٹا سا سوراخ ہوتا ہے۔ یہ سوراخ رحم کی گردن میں کہیں زیادہ اور کہیں کم تنگ ہوتا ہوا آخر میں فنڈس کے پاس پھیل کر اس کے خلا میں مل جاتا ہے۔ یہی رحم کا منہ ہے جو شرمگاہ (فرج) کی نالی کے خاتمے پر اس سے ملا ہوا ہے۔ یہ مقام عورت کے جسم میں سب سے زیادہ زود حس کہلاتا ہے۔ اور جب مرد کا عضو اس سے آ کر چھوتا ہے تو عورت زیادتی لطف سے بے قرار ہو کر فوراً منزل ہو جاتی ہے۔ اس لئے جو مرد اس فعل پر قادر ہوتا ہے عورت اس کی زر خرید لونڈی بن جاتی ہے۔ اور اپنی دولت، ثروت، عزت، حرمت، دین، دنیا سب کچھ اس پر نثار کر دیتی ہے۔

رحم کے اندر جو جھلی (میوکس) کی تہ ہوتی ہے اس میں بہت سی نہایت ہی چھوٹی چھوٹی نالی نما تھیلیوں کی ایک تہ ہوتی ہے جس میں سے رطوبت رس رس کر شروع شروع میں حمل خوراک مہیا ہوئی اسے نشو و نما دیتی رہتی ہے اور جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو آنول نال کی نالی بن کر اس کی خوراک میں سے ہی اسے خوراک بہم پہنچتی رہتی ہے۔ رحم کے ادھر ادھر کے سب اعصابی پٹھے اور گوشت ساڑنے والے ہوتے ہیں اور ان میں ربڑ کی طرح پھولنے اور پھیلنے

رہنے کی طاقت ہوتی ہے تبھی تو جیسے جیسے بچہ حمل میں بڑھتا جاتا ہے اور ساتھ اس کے حاملہ کا پیٹ بھی بڑا ہوتا جاتا ہے اور پیدا ہو چکنے کے بعد پھر دونوں چیزیں سکڑ کر اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہیں۔

اس کے خلاف رحم کی گردن کا اندرونی حصہ اُبھرا ہوا ہوتا ہے اور اس حصہ کی تھیلیوں سے جو رطوبت خارج ہوتی ہے وہ قیام حمل کے بعد رحم کے منہ کو بند کر دیتی ہے اور حاملہ شدہ انڈے یعنی حمل کو خارج ہونے چوٹ پہنچنے یا الٹ پلٹ ہونے سے بچائے رکھتی ہے۔ رحم کی ساخت میں تین غلاف ہوتے ہیں۔ ایک بیرونی رطوبت آمیز جو سارے رحم پر چھایا رہتا ہے۔ دوسرا درمیانی جس میں ان نالیوں کے منہ کھلتے ہیں جن کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں اور تیسرا اندرونی نہایت لیسدار، نرم اور گُدگُدا ہوتا ہے۔

رحم کی نالیاں اسقرار گاہ میں نہایت بل کھاتی ہوئی اور بے شمار چھوٹے چھوٹے وینز (VENIS) کے ساتھ گتھی ہوئی جاتی ہیں۔ ان ہی میں اکثر ان کے درمیان باریک رطوبت بھرے ریشے چپٹے رہتے ہیں۔ جن کے ذریعے بچہ حمل کے درمیانی اور آخری زمانے میں اپنی خوراک حاصل کرتا ہے اور ذریعے یہ آرام تمام قیام رکھ کر نشوونما پاتا ہے۔

ایام حیض میں اور ان کے بعد کچھ دنوں تک رحم زیادہ پھیل جاتا ہے اور اس کی سب نسیں پھول اُٹھتی ہیں۔ حمل قائم ہو جانے پر اس کا وزن آہستہ آہستہ بڑھتا ہوا تین پاؤ سے ڈیڑھ سیر تک جا پہنچتا ہے اور وضع حمل کے یعنی بچہ پیدا ہونے کے بعد یہ پھر اپنی اصلی حالت میں آجاتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کی [illegible] بہ نسبت [illegible] بڑا رہتا ہے

اور بڑھاپے میں مُرجھا کر بالکل سکڑ جاتا ہے۔ نیز اس کا رنگ بھی گلابی کے بجائے پیلا پڑ جاتا ہے۔

انڈا یا اووم بالعموم حیض شروع ہونے سے ۱۵، ۱۶ دن بعد تک رحم میں ٹھہرتا ہے۔ اس اثنا میں اگر حمل ٹھہر جائے تو آئندہ حیض کچھ مدت کے لئے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں بند ہو جاتے ہیں ورنہ اووم رحم سے خود بخود نکل جاتا ہے اور پھر جب تک دوسرا حیض نہ آئے تب تک مباشرت کرنے سے حمل نہیں ٹھہرتا۔ کیونکہ رحم میں انڈے کی موجودگی کے بغیر حمل ٹھہرنا ناممکن ہے۔ بعض عورتوں کے رحم میں انڈا رکھنے کی طاقت بہت کم ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ۲۴ گھنٹے بھی نہیں روک سکتے۔ ایسی عورتیں اگر ان کا علاج نہ کرایا جائے تو بہت کم حاملہ ہوتی ہیں۔

شرمگاہ یعنی فرج VAGINA

اس سے پہلے ہم نے جن زنانہ اعضائے تولید کا ذکر کیا ہے وہ سب جسم میں پوشیدہ ہونے کے باعث نظر نہیں آسکتے۔ رحم یا بچہ دانی تک مرد کے حیوانات منی پہنچنے کا یعنی راستہ عورت کی شرم گاہ یعنی فرج ہی ہے جو پاخانہ اور پیشاب خارج کرنے والی نالیوں کے درمیان واقع ہے۔ یہ ایک نہایت لچکدار نالی ہے۔ جس میں نہایت ہی نرم اور گُدگُدی جھلی کی ایک تہ بچھی ہوتی ہے۔ اسے ہی ہندی میں یونی اور انگریزی میں ویجائینا کہتے ہیں۔ یہ تین حصوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ اس کے بیرونی حصہ یعنی لبیا میجورا کہلاتے ہیں اور درمیانی نالی کا نام

دیجائینا ہے جو بیرونی لبوں کو ایک نالی کے ذریعے رحم کے منہ سے ملاتی ہے۔ جماع کے وقت مرد کا اعضائے تناسل اسی نالی میں داخل ہو کر اور رحم کے مُنہ تک پہنچ کر حیوانات منی کو اندر داخل کرتا ہے اور اسی نالی کے راستے سے خون حیض نیز اودم یا انڈا خارج ہوتا ہے اور اسی راستہ سے نو ماہ کے اندر حمل بچے کی مکمل شکل اختیار کر کے صفحہ ہستی پر نمودار ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اس سے پہلے ہی بدقسمتی سے اسقاط نہ ہو جائے۔ وہ بھی اسی راستہ سے ہوتا ہے۔ غرضیکہ جو راستہ حیوان منی کے داخلے کا ہے وہی اس کے اپنی مکمل یا نامکمل صورت میں اخراج کا۔ اس نالی کا مقام وقوع پیشاب اور پاخانے کے اخراج کی نالیوں کے درمیان ہے۔ اور یہ بیرونی ہونٹوں سے شروع ہو کر رحم کے مُنہ تک جاتی ہے۔ بیرونی لب یعنی لیبیا میجور اس کا باہر کا پردہ ہیں اور لیبیا مائنور اندر کا۔ اس کی لمبائی عموماً ۴ انچ سے ۶ انچ تک ہوتی ہے۔ اور کبھی کبھی یعنی بہت ہی کم ۳ سے ۵ انچ تک۔ یہی لمبائی بالعموم مرد کے آلہ تناسل کی بھی ہوتی ہے۔ اس لئے ہمارے قدیم آیورویدک شاستروں اور بالخصوص سنتان شاستروں میں جہاں ایک طرف اپنے خواص کے لحاظ سے عورتوں کو چار قسموں میں تقسیم کر کے انھیں پدمنی، چترنی، سنکھنی اور ہستنی کے نام دیئے گئے ہیں وہاں اسی طرح مردوں کی بھی چار قسمیں کر کے انھیں ششک (خرگوش)، مرگ (ہرن)، برشبھ (بیل) اور اشو (گھوڑا) کے ناموں سے موسوم کیا گیا۔ اس تقسیم کی بنا دیگر اوصاف مثلاً خوب صورتی، موزونیت، مزاج وغیرہ وغیرہ کی گہرائی و لمبائی پر بھی مبنی ہے۔ اسی لئے پدمنی کے لئے ششک، چترنی کے لئے مرگ، سنکھنی کے برشبھ اور ہستنی کے لئے اشو ہی موزوں مانا گیا ہے۔

یہی انھیں ہر طرح مطمئن اور خوش رکھ سکتے ہیں دوسرے نہیں۔ شادی کے وقت اگر اس کا پورا پورا خیال رکھا جائے تو بہت ہی اچھا ہے۔

شرمگاہ کی نالی بالکل سیدھی نہیں ہوتی بلکہ کسی قدر خمدار ہوتی ہے اس کے اندر تین تہیں ہوتی ہیں۔ سب سے اوپر کی تہ نہایت ہی نرم میوکس لعاب دار جھلی کی ہوتی ہے۔ اس کے بعد لقاطی جھلی کی۔ اور سب سے نیچے خیزش والی جھلی کی۔ شہوت کا جوش ہونے پر اس خیزش والی جھلی میں خون بھر جانے سے زنانہ شرمگاہ بھی مردانہ اعضائے تناسل کے مانند پھول جاتی ہے اور اس میں بھی اسی طرح خیزش و سختی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس نالی کو قدرت کاملہ نے اپنی حکمت سے پھیلنے اور سکڑنے کی نہایت زبردست طاقت دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نہایت ہی تنگ سی نالی میں سے بوقت ضرورت ایک مضبوط سے مضبوط بچہ بھی کافی آسانی سے نکل سکتا ہے۔ اس میں اگر کسی عورت کو کچھ زیادہ ناقابل برداشت تکلیف ہوتی بھی ہے تو اس کی اپنی غلطیوں اور بد پرہیزیوں سے۔ ورنہ قدرت کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ اس محض قدرتی فعل و عمل میں عورت کی جان پر بن جائے۔ اس سوال پر بشرط زندگی ہم اپنی کسی دوسری کتاب میں پوری پوری روشنی ڈالیں گے

اس نالی میں بہت سی چھوٹی چھوٹی گلٹیاں ہوتی ہیں۔ جن سے تندرستی اور صحت کی حالت میں ویسے ہی ہر وقت ایک رطوبت خارج ہوتی رہتی ہے۔ جو اسے ترا ور چکنی رکھتی ہے۔ جوشِ شہوت میں اس یہ رطوبت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس لئے شہوت انگیز خیالات کی کثرت عورت کو بہت نقصان پہنچاتی ہے اور ایک قسم کی بیماری پیدا کر دیتی ہے۔ روگ

یا مرض جریان الرحم پیدا کرنے کا موجب بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک برہم چاری کی مانند برہم چارنی کو بھی شہوت انگیز خوراک اور خیالات ہمیشہ پرہیز رکھنا ضروری ہے اور رتو گامی گرہستی مردوں اور عورتوں کے لئے بھی ان سے بچنا لازمی ہے۔

کنوار پن کا پردہ یا ہائمن HYMEN

کم عمر اور کنواری لڑکیوں کی شرم گاہ کے بیرونی اور اندرونی ہونٹوں کے درمیان اور ان کے نچلے حصے میں شرمگاہ کی نالی کے کچھ حصے پر پتلی سی جھلی کا ایک نہایت ہی نازک پردہ ہوتا ہے۔ جسے کنوار پن کا پردہ (پردۂ بکارت) یا ہائمن کہتے ہیں۔ قدرت نے یہ پردہ اس ترکیب سے پیدا کیا ہے کہ اس کی موجودگی پیشاب اور اکثر حالات میں خون حیض کے اخراج میں بھی کوئی رکاوٹ ثابت نہیں ہوتی۔ اسی لئے کنوار پن کا پردہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ کم عمر لڑکیاں اپنی منزل شباب میں اچھی طرح داخل ہونے سے پہلے پہلے اگر باعصمت ہوں تو اس وقت تک ان کا یہ پردہ قائم رہتا ہے جب تک کہ انھیں کسی مرد سے ہمبستری موقعہ نہ ملے۔ لیکن پھر بھی اس کی موجودگی سو فیصدی حالات میں عصمت و عفت کی یقینی علامت نہیں کہلا سکتی۔ کیونکہ اکثر حالات میں خوب جوانی بھر آنے پر ذراسی بے احتیاطی سے، اُچھلنے کودنے یا کسی کام میں زور لگانے وغیرہ وغیرہ غیر معمولی حرکات سے خصوصاً یہ پردہ خود بھی پھٹ جاتا ہے اور ایسی صورتوں میں اکثر جاہل مرد و عورت نہ جانے کتنی بے شمار معصوم اور صاحب عفت لڑکیوں کی نیکی و پاکیزگی پر

بلاوجہ شبہ کر کے ان کی زندگی خراب کر دیتے ہیں۔ اس لئے سمجھ دار مردوں اور عورتوں کو ہمیشہ اس غلطی کا شکار ہونے سے بچنا چاہیے اور صرف اس پردست کی موجودگی کو ہی نیکی و پاکیزگی کا ایک واحد معیار نہ سمجھ لینا چاہیے۔

دانۂ شہوت یا کلٹورس CLITORIS

شرم گاہ کے اندر چھوٹے ہونٹوں کے ملاپ کے مقام پر مٹر کے دانے کے برابر ایک نہایت ہی چھوٹا سا عضو ہوتا ہے۔ جسے چھونے یا چھیڑنے سے عورت کی شہوت بہت تیز ہو جاتی ہے۔ اس لئے اگر اسے دانۂ شہوت کہا جائے تو کچھ بے جا نہ ہوگا۔ انگریزی میں اسی کو کلٹورس کہتے ہیں۔ اس کی شکل مردوں کے آلت کی سپاری سے مشابہ ہوتی ہے۔ لیکن قدو قامت اس سے بہت چھوٹا۔ مجامعت سے پہلے عورت کے جوشِ شہوت کو اُبھارنے اور تیز کرنے کے لئے اسے اگر انگلیوں سے ملا یا آلۂ تناسل سے چھیڑا جائے تو عورت شہوت سے بے قرار ہو کر بہت جلد مُنزّل ہو جاتی ہے اور تقریباً ویسا ہی لطف محسوس کرتی ہے جیسا کہ رحم کے مُنہ سے اعضائے تناسل کے چھونے سے۔ مگر اسے غیر ضروری طور پر چھونے اور چھیڑنے سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے عورت مغلوب الشہوت ہو کر بے حیا و بے شرم ہو جاتی ہے اور اسے اپنی عصمت و عفت قائم رکھنا دوبھر ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں اس پر کسی پند و نصیحت کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اور اس کا علاج آپریشن (عمل جراحی) کے سوا اور کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

چھاتیاں یا پستان

عورت کی چھاتیوں کا بھی اس کے اعضائے تولید و تناسل سے ایک خاص تعلق ہے۔ کیونکہ ان کے اندر دودھ پیدا کرنے والی گلٹیاں ہوتی ہیں۔ جنھیں میمری گلینڈز کہتے ہیں۔ عورت کی چھاتیوں میں بے شمار چھوٹے چھوٹے غدود ہوتے ہیں جو درحقیقت بہت سی چھوٹی چھوٹی تھیلیوں سے مل کر بنتے ہیں۔ جنھیں انگریزی میں بوبیول کہتے ہیں۔ ان کی چھوٹی چھوٹی نالیاں بڑی بڑی نالیوں میں آ آکر مل جاتی ہیں۔ یہ سب بڑی نالیاں جو تعداد میں ۱۵ - ۲۰ ہوتی ہیں گھنڈیوں کے اردگرد آکر مل جاتی ہیں اور وہاں سے ان گھنڈیوں کے سوراخوں کے ذریعے سے اپنا دودھ خارج کرتی ہیں جو شیرخوار بچوں کی خوراک بنتا ہے۔ چھاتیوں کی نسوں اور نالیوں کا رحم اور فرج کی نالیوں اور اعصاب کے ساتھ ایک خاص تعلق ہونے کے باعث ان کو دبانے یا چومنے سے اور بالخصوص ان گھنڈیوں کو انگلیوں میں لے کر ملنے سے عورت کی شہوت بہت تیز ہو جاتی ہے۔

اس کے علاوہ اس کے گالوں، ہونٹوں اور زبان کو چومنے اور دانتوں سے آہستہ آہستہ دبانے اور کاٹنے سے بھی عورت کو ایک خاص لطف و سرور حاصل ہوتا ہے۔ اور ان ہی سب طریقوں کو مجامعت کی اصطلاح میں مساس کہا جاتا ہے۔ جو مرد مساس کے طریقوں سے اچھی طرح واقف ہو کر ان سے مباشرت میں پوری پوری مدد لیتے ہیں انہی کو عورت کے حظ ... نصیب ہوتا ہے

لیکن یہ بھی صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو اپنی قوت مردمی پر پورا پورا قادر ہو۔ ورنہ کمزور آدمی تو مساس کرتے کرتے خود ہی فارغ ہو جاتا ہے۔ اور شرم و ندامت کے سوا کچھ بھی اس کے پلّے نہیں پڑتا۔ لہذا اس کے لئے بھی برہم چاری اور پتو گامی ہونا نہایت ضروری ہے۔

ساتواں باب

دُولہا، دُولہن کے ابتدائی فرائض و ملاقاتیں

گزشتہ صفحات کے مطالعہ سے میرے پریمی ناظرین کو یہ اچھی طرح ذہن نشین ہو گیا ہو گا کہ جس طرح دنیائے حیوانات میں قدرت نے نر اور مادہ کے حقیقی زجماع (کرنے کا مقصد صرف اولاد پیدا کرنا رکھا ہے اور اس فعل کے لئے ایک خاص وقت مقرر کیا ہے۔ اسی طرح انسانی دُنیا میں بھی اس نے اشرف المخلوقات بنا کر عقل و تمیز اور فہم و ادراک کے گراں بہا زیورات سے مزین کیا ہے اور اپنی بھلائی، بُرائی سوچنے اور سمجھنے کی طاقت عطا کی ہے۔ اس لئے اس بارے میں بھی اسے آزاد رکھا ہے کہ خواہ وہ اپنی آئندہ ترقی و بہبودی، نیز نسلی بہتری کے لئے اپنے برہم چریہ کے زمانہ کو زیادہ سے زیادہ بڑھا کر اور اپنی خواہشات شہوانی پر ہر طرح فتح حاصل کر کے عمر بھر برہم چاری بنا رہے اور اعلیٰ سے اعلےٰ روحانی مرتبہ حاصل کر لے۔ خواہ آدتیہ برہم چاری ۴۸ سال کی عمر تک برہم چاری رہنے والا بن کر اور رتو گامی ہو کر اپنی آئندہ نسل میں بال برہم چاری سنتان پیدا کرنے کی خواہش کرے۔ خواہ اس سے کم درجے کا برہم چاری رہ کر نسل بہ نسل اپنی اولاد کو بہتر بنا تا جائے اور چاہے نفس پرستی شہوت رانی میں حیوانوں سے بھی بدتر ہو کر بلا کسی پابندی اور عقل و تمیز کے اندھا دھند اپنے جوہر حیات کو تباہ و برباد کر کے صرف اپنی ہی صحت و تندرستی

کا ستیاناس نہ کرے بلکہ اپنی آیندہ نسلوں کو بھی نسل بہ نسل بد سے بدتر بناتا جائے۔ اور اپنے لئے اس زندگی میں دوزخ پیدا کر کے اپنے ملک و قوم کو عیش پرستی اور عشرت پسندی کی تباہ کن دلدل میں پھنساتا جائے۔ یا غیر ملکی غلامی کے زندہ جہنم میں جھونک کر یقینی تباہی و بربادی کے ذلیل کن راستہ پر ڈال جائے اور بالآخر چند نسلوں میں ہی انھیں صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دینے والے پستیٔ و ذلت کے تنگ و تاریک گڑھے میں ایسا دبا جائے کہ وہ قیامت تک نہ ابھر سکیں۔

انسانی اعضائے تناسل و تولید کی ساخت و خصوصیات پر غور کرنے سے بھی یہی بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ مادر قدرت کا منشا سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ انسان صرف حصول اولاد اور بقائے نسل کے لئے ہی مباشرت و مواصلت کرے اور اپنے جوہر حیات کو جہاں تک بھی ممکن ہو سکے حفاظت احتیاط کے ساتھ رکھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اس جوہر حیات یعنی منی کو یہ قوت و طاقت بخشی ہے کہ وہ ایک مرتبہ تیار ہو جانے کے بعد اور غیر ضروری طور پر خارج نہ ہونے کی صورت میں پھر اس کے گراں بہا ذرات کو خون میں تحلیل ہو جائے اور جسم انسانی یعنی اس کے دل و دماغ، فہم و عقل، ہمت و جرأت اور سب سے بڑھ کر اس جوہر لطیف یعنی آتما یا روح کو جو اس جسم خاکی کا مالک ہے۔ نیز اس کے دیگر غیر ضروری فضلات و رطوبات مثلاً پاخانے، پیشاب، بلغم، پسینے اور خون حیض وغیرہ کے مانند منی کی بھی از خود خارج ہونے کا کوئی طریقہ یا راستہ مقرر نہیں کیا۔

احتلام کبھی قدرتی نہیں ہوتا

کہا جاتا ہے کہ ایک تندرست و مضبوط انسان کو وقتاً فوقتاً جو احتلام ہو جاتا ہے وہ سوائے اس کے اور کیا ہے کہ قدرت اس کی فالتو اور فضول منی کو جو اس طرح کبھی کبھی خواب میں خارج کر کے اس کے جسم کو ہلکا اور صحت مند بناتی رہتی ہے۔ لیکن یہ خیال سراسر غلط ہے کیونکہ احتلام خواہ سال میں ایک مرتبہ بھی کیوں نہ ہو، ویسا ہی غیر قدرتی ہے جیسا کہ اس کا ہر روز ہو جانا اور انسانی جسم میں کم و بیش ویسی ہی کمزوری پیدا کرتا ہے جیسا کہ صحیح و تندرست خون کا اخراج۔ خواہ وہ کتنی بھی قلیل مقدار میں کیوں نہ ہو۔ یہ محض ایک دوسری بات ہے کہ جس طرح ایک قوی و توانا شخص صرف اپنی موجودہ جسمانی قوت و طاقت کے بل بوتے پر اپنے خون کی ایک کثیر مقدار کے اخراج کو بھی اتنا زیادہ محسوس نہیں کرتا جتنا کہ ایک کمزور و نحیف شخص کو خون کی ایک قلیل سی مقدار وقتاً فوقتاً بھی نکل جانے پر بہت محسوس ہوتی ہے۔ اسی طرح گاہے گاہے احتلام ہو جانے کا بھی مضبوط و طاقتور شخص کی صحت پر کچھ زیادہ نقصان دہ اثر نہیں ہوتا۔ لیکن پھر بھی اس طرح منی کے وقتاً فوقتاً اخراج کو قدرتی نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ ہمیشہ غیر قدرتی ہی تصور کر کے قدرت کی طرف سے اس امر کی ایک تنبیہ و نمائش خیال کرنا چاہئے کہ تمہارے جسم یا طریق زندگی میں کوئی ایسا عنصر داخل ہو گیا ہے جو قدرت کی منشاء کے بالکل خلاف ہے اور جس کی سزا وہ تمہیں اس طرح دے رہی ہے کہ تمہیں تمہارے جوہر حیات کی ایک معقول مقدار سے بالکل اسی طرح محروم کرتی رہتی ہے جس طرح کہ کوئی انصاف پسند

حاکم کسی مجرم پر کچھ جرمانہ کر دیتا ہے۔ اب اگر تم میں ذرہ بھر بھی عقل و تمیز ہے تو خود
سمجھ لو کہ وہ کونسی خیالی یا مادی غلطی یا بد پرہیزی تم سے سرزد ہوئی ہے جس کی
کہ قدرت کی طرف سے تمہیں یہ سزا ملی ہے کہ تمہارے جوہر زندگی کی ایک
گراں بہا مقدار جو دنیا میں کسی قیمت پر بھی تمہیں پھر نہیں مل سکتی یوں تمہارے
جسم سے خارج ہو کر تمہیں ان تمام انواع و اقسام کے فوائد سے محروم کر رہی
ہے جو تم اپنی آیندہ زندگی میں اس سے حاصل کر سکتے تھے۔ اس لئے تمہیں یہ
ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح دنیاوی عدالت میں کسی جرم کے بار بار
مرتکب ہونے پر سزا کی مقدار و نوعیت کی سختی میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔
اسی طرح قدرتی عدالت میں بھی جب تم حاکم قضا و قدر کی منشا کی پے
در پے خلاف ورزی کرو گے تو اس کی سزا بھی روز دونی رات چوگنی بڑھتی
جائے گی اور آخر ایک دن تم اس جوہر حیات کے بے بہا خزانے سے
بالکل محروم ہو کر ہر طرح عاجز و بے دست و پا بن جاؤ گے اور تمہارا جسم
عزیز جسے اس وقت تم طرح طرح سجا لیتے اور سنوارتے ہوئے کبھی نہیں
تھکتے۔ قبل از وقت ہی لقمۂ اجل بن کر چتا دہکتی ہوئی آگ میں جلے گا۔
یا قبر کی گود میں کیڑوں مکوڑوں کی خوراک بنے گا۔ اس لئے یہی مناسب
ہے کہ قدرت کے پہلے یا اس کے بار بار کے نوٹس سے ہی ہوشیار رہو کر
تم اپنے تمام اعمال و افعال کو ٹٹولو۔ ان کی ایک بار ہی نہیں بلکہ بار بار
جانچ پڑتال کرو اور ان میں جو بھی نقص پیدا ہونا شروع ہو گیا ہو اُسے
آہستہ آہستہ دور کرنے کی کوشش کرو تاکہ آیندہ سزا سے محفوظ رہ
سکو۔ جو اس سے بھی زیادہ سخت ہو گی اور آیندہ ہر جرم کے ارتکاب پر
سخت تر ہوتی جائے گی۔ اسی کتاب کے ۱۰۹ سے ۱۲۰ تک کا مطالعہ

اس بارے میں تمہیں پوری پوری مدد دے سکتا ہے۔ بشرطیکہ ان میں مندرجہ ہدایات کی تم سچے دل سے پیروی کرتے رہو۔ اگر افاقہ نہ کرے تمہاری یہ تکلیف بہت بڑھ جائے تو مناسب ہے کہ کسی ہوشیار، تجربہ کار، ہمدرد اور تجربہ معالج سے مشورہ کر کے اس کی ہدایت پر عمل پیرا ہو۔

عورتوں کی جسمانی ساخت کا تقاضہ

اسی طرح عورتوں کے جسم کی ساخت پر غور کرنے سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہر مہینہ بیضہ دان سے انڈے کا رحم سے خارج ہو کر حیوان منی کا انتظار کرنا، ماہواری کے دنوں سے فارغ ہونے کے بعد ہی عورت کے دل میں جماع کے لئے حقیقی خواہش پیدا ہونا، حمل ٹھہر جانے کے بعد بیضہ دان سے انڈے اور ماہواری خون کے اخراج کا بالکل بند ہو جانا اور اس ساتھ ہی عورت کے دل میں جماع سے قدرتی نفرت و بے رغبتی پھر وضع حمل کے بعد بچے کے ایام شیر خواری میں ماہواری بند رہنا یہ سب باتیں سوائے اس کے اور کیا ظاہر کرتی ہیں کہ قدرت کا منشا صرف یہ ہے کہ عورت ماہواری کے بعد مباشرت کر کے اولاد حاصل کرے اور پھر کم از کم اس وقت تک مرد کو جماع کی غرض سے اپنے پاس نہ آنے دے جب تک کہ وہ بچہ پیدا کر کے اتنا بڑا نہ کر دے کہ وہ اس کا دودھ پینا چھوڑ دے جو کہ بچے کے لئے بہترین غذا ہے اور جس سے اپنی کسی خود غرضی کے باعث بچے کو محروم رکھنا ادنیٰ درجے کا گراہوا فعل اور بچے کے ساتھ سب سے بڑی عداوت کہا جا سکتا ہے۔

بعض ماہر ڈاکٹروں اور معالجوں کی تو یہ رائے ہے کہ بچے کا دودھ چھڑانے کے بعد بھی عورت کو کم از کم چھ مہینے تک اپنی صحت و تن درستی ٹھیک کرنے اور کمزوری کو دور کرنے کے لئے مرد سے الگ رہنے کی ضرورت ہے چونکہ پہلا بچہ پیدا کرنے اور اسے دودھ پلاتے رہنے سے اس کے جسم میں پیدا ہو گئی ہے ۔ اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو دوسرا بچہ اتنا صحت مند مضبوط اور طاقت ور ہرگز نہ ہو سکے گا جتنا کہ اسے ہونا چاہئے۔ اس لئے اس بارے میں اگر عورتیں اپنے فرائض و حقوق کو اچھی طرح سمجھ لیں اور وہ اپنے آپ کو مردوں کی خرمستیوں اور شہوت رانیوں کی سیری کا صرف ایک آسان ذریعہ یا بے جان آلہ ہی نہ سمجھیں اور انہیں یہ اجازت ہرگز نہ دیں کہ وہ اپنی غیر ضروری ہوس رانی سے نہ صرف اپنی ہی تندرستی خراب کرتے رہیں بلکہ اس کی صحت کا ستیاناس کرنے کے علاوہ اپنی آئندہ نسلوں کو بھی کمزور، بیمار، دائم المرض، کم فہم، شہوت پرست بے اصول، نالائق و ناقابل بناتے جائیں تو وہ اپنے ... اور اپنی آئندہ نسلوں کی کتنی بیش بہا خدمات ادا کر سکتی ہیں۔

ضرورت ہے کہ سب فرائض شناس مائیں، استاد اور استانیاں (استانیاں) اپنے بچوں اور بالخصوص اپنی لڑکیوں کو اس بارے میں ان کے فرائض اور حقوق سے بھی اچھی طرح آگاہ اور متنبہ کرتے رہیں تاکہ وہ اپنی ہندوستانی قوم کی آئندہ نسلوں کو جسمانی، دلی، دماغی اور روحانی طور پر اب سے بہتر بنانے کی طرف بھی کچھ متوجہ ہو سکیں۔ میرا یقین ہی نہیں بلکہ عقیدہ ہے کہ عورتیں چونکہ مردوں کی نسبت طبعاً زیادہ پاک نیکوکار باضابطہ، متحمل مزاج اور اپنی طبیعت پر جبر گوارا کر سکنے والی ہوتی ہیں

اس لئے وہ اپنی خلقی دانائی و دوراندیشی سے کام لے کر اپنے مردوں اور بچوں کو ہر طرح کی غلط کاریوں اور بدپرہیزیوں سے ہر طرح محفوظ رکھنے میں نہایت ہی آسانی سے کامیاب ہو سکتی ہیں۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ وہ اپنے مقصد کی اہمیت و عظمت کو اچھی طرح سمجھ جائیں اور اس کی تکمیل کے لئے صحیح معنوں میں آمادہ اور کمربستہ ہو جائیں۔ پھر وہ ایسی عمدگی اور خوبصورتی کے ساتھ اس بارے میں سب اصلاحات کرلیں گی کہ ان کی خانہ داری کا سب عیش و آرام بھی ہر طرح برقرار رہے گا اور ساتھ ہی اس کے اُن سرتاج کی نیز ان کی اپنی صحت و تن درستی قائم رہ کر ان کی اولاد بھی ہر طرح تن درست و توانا، فرماں بردار، سعادت مند، صاحب ہمت اور اہل دماغ پیدا ہوگی اور ان کے گھر بھی ہر قسم کے آزار و امراض سے ہمیشہ پاک رہیں گے۔

لڑکی کے میکے والوں کا فرض

غرضیکہ اس مقصد کے لئے ہر ایک لڑکی کے ماں باپ کو پہلے ہی سے مختلف، مفید و سبق آموز کتابوں اور گھر کی سمجھ دار عورتوں بہوؤں اور بیٹیوں کے ذریعے اپنی نو عمر کنواری لڑکی کو اس کی آیندہ شادی شدہ زندگی کے مختلف فرائض کی پوری پوری تعلیم اپنے گھر پر ہی دے کر اسے اچھی طرح یہ سمجھا اور سکھا دینا چاہئے کہ اپنی سسرال جا کر اسے کس طرح وہاں کے ہر مرد و عورت اور بچے کے ساتھ پریم پریت پیدا کرنا اور اسے بڑھا کر اپنی سوشیلتا، تیاگ، برداشت، سیوا بھاؤ اور اچھے گنوں سے سب کے دلوں کو اپنے قابو میں لانے کی کوشش کرنا چاہئے اور سب سے

بڑھ کر اپنے پتی دیو کی خوشی و خوشنودی کو مدنظر رکھ کر اسے ہر طرح مطمئن رکھنا چاہیئے کیونکہ سسرال میں عمر بھر عزت اور محبت کی نگاہوں سے دیکھے جانے کا راز صرف اسی پردے میں پوشیدہ ہے کہ دولہن اپنے دولہا کے دل میں اپنے لئے سچی عزت اور سچی محبت پیدا کرانے میں کامیاب ہو جائے۔ یہ کامیابی اسے جتنی عجز و انکسار، بے غرضانہ خدمت، سلیقہ شعاری، بزرگوں کے آدرست کار اور چھوٹوں کے ساتھ پریم پیار کے اظہار سے حاصل ہو سکتی ہے اور کسی ممکن نہیں۔ بالخصوص خود غرضی، مطلب پرستی، سستی، کاہلی اور چڑچڑے پن سے تو ہرگز بھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ ان سے تو وہ الٹی سب کی نگاہوں میں ذلیل ہو کر دل سے اتر جائے گی اور ساری عمر دکھ پاتی رہے گی۔

سسرال والوں کا فرض

دوسری طرف دولہا کے گھر والوں، سب مردوں، عورتوں اور چھوٹے بڑوں کا یہ فرض ہے کہ وہ دولہن کے من کو ہر طرح اپنی محبت اور پریم نیز اس کی دلداری و دلجوئی سے جیتنے اور اپنے قابو میں لانے کی کوشش کریں۔ اس کے وقت پر کھلانے پلانے اور اسے ہر طرح آرام و آسائش بہم پہنچانے کا خیال رکھیں تاکہ اسے ایک منٹ کے لئے بھی کبھی یہ محسوس نہ ہونے پائے کہ وہ کسی غیر کے گھر مہمان ہے اور بالخصوص دولہن کے لئے جب شروع سے ہی سسرال میں چاروں طرف غیر معمولی صورتوں سے گھری ہوئی اپنے آپ کو بالکل بیگانہ اور مجبور و بے کس محسوس کرے۔ ہر ایک سے بولتی چالتی نیز زبردست سے زبردست خواہشات، سخت سے سخت ضروریات کا اظہار کرتی ہوئی شرمائے اور ہچکچائے نہیں اس لئے گھر کے ہر فرد و بشر کا یہ

فرض ہے کہ وہ دولہن کو کسی طرح کی بھی تکلیف اور بے آرامی نہ ہونے دے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں اور لڑکے لڑکیوں کو جو اکثر نئی دولہن کو ہر وقت گھیرے رہا کرتے ہیں اس کے لئے وبال جان نہ بننے دیں اور ہمیشہ وقتِ مناسب پر اسے اپنی ضروریاتِ جسمانی سے فراغت پانے مثلاً پاخانے جانے پیشاب کرنے، نہانے دھونے، کھانے پینے، سونے آرام کرنے، گھومنے پھرنے کی سہولت بہم پہنچائیں اور یہ پوچھتے رہیں کہ اسے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ تاکہ وہ اپنی خلقی شرم وحیا کی وجہ سے کوئی غیر ضروری تکلیف نہ اُٹھانے پائے۔ صبح وشام کھانا کھانے کے بعد اکثر ہر شخص گھنٹے، آدھ گھنٹے کے لئے آرام کرنا چاہتا ہے۔ دولہن کو بھی یہ مہلت ضرور ملنی چاہئے اور اس کے پاس سے سب بھیڑ بھاڑ ہٹا کر صرف ایک دو اس کی ہم عمر، خوش طبع اور ملنسار لڑکیوں کو ان کو اچھی طرح یہ سمجھا کر اس کے پاس چھوڑ دینا چاہئے تاکہ وہ اس کا دل بہلاتی رہیں مگر اپنی غیر ضروری موجودگی سے اسے زیادہ تنگ بھی نہ کریں۔ یعنی جب اُسے تنہائی کی خواستگار سمجھیں تو اکیلی چھوڑ کر چلی آیا کریں۔

دولہن کا کمرہ

دولہن کے اُٹھنے بیٹھنے اور بے تکلف آرام کرنے کے لئے حتےالوسع ایک کمرہ الگ ہونا چاہئے۔ جو اچھے اچھے قدرتی نظاروں، قومی بہادروں پاکیزہ خیال مردوں، عورتوں اور خوب صورت بچوں کی تصاویر سے مناسب تمیز وسلیقہ شعاری کے ساتھ آراستہ وپیراستہ ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ سب سامان نہایت بیش قیمت وگراں بہا ہو۔ لیکن جو کچھ بھی خوب صورت و

دل کش اور دلچسپ ہو۔ خوب صورت پھولوں کے گل دستے اور ہار۔ چند سبق آموز، نصیحت آمیز اچھی اچھی دل فریب کتابیں، کچھ کھانے پینے، نقل ناشتہ کا سامان اور پھل وغیرہ بھی موجود ہوں جو وقت وقت پر اس کی سہیلیاں اسے پیش کرتی اور کھلانے پلانے کی کوشش کرتی رہیں تاکہ اسے یہ محسوس نہ ہو کہ میں کسی غیر گھر آئی ہوں۔ ساتھ ہی اس کے یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ اس کمرے میں ایک سے زیادہ آدمیوں کے سونے اور آرام کرنے کا سامان موجود نہ ہو تاکہ کسی کو غیر ضروری تکلیف کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ ایک طرف زمین پر صاف ستھرا نرم گدگدا فرش بھی ضرور بچھا رہنا چاہیئے تاکہ وہ حسب منشا زمین پر بھی بیٹھ یا لیٹ سکے

دولہا سے پہلی ملاقات

جب دولہا، دولہن کی پہلی ملاقات کا وقت آئے تو یہ مناسب ہے کہ گھر کے سب چھوٹے بڑے انہیں بالکل ایکانت میں چھوڑ کر اس کمرے سے اتنی دور دوسرے کمرے یا مکان کے دوسرے حصوں میں چلے جائیں جہاں ان کی باہمی گفتگو کی بھی آواز نہ آئے۔ بہت سے گھروں میں یہ بہت بری رسم ہے کہ عورتیں اور بچے چھپ چھپ کر اس پہلی ملاقات کی باتیں سننے اور کارروائی دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ گھر کے بزرگوں کو اس کی ہرگز اجازت نہ دینی چاہیئے۔

جہاں اس قسم کا خیال ہو وہاں دولہا دولہن کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ رات کے پہلے حصے میں اپنے شوق ملاقات کو دل ہی میں دبا کر علیحدہ علیحدہ بستروں پر لیٹ جائیں۔ بلکہ اگر ممکن ہو تو سونے کی کوشش کریں

ایسے غیر معمولی حالات اور وقت میں جو مرد و عورت کی زندگی کا سب سے زیادہ اہم اور پُرلطف وقت ہوتا ہے یہ تو کب ممکن ہے کہ اس وقت دونوں کی طبیعت کسی اور کام مثلاً پڑھنے لکھنے وغیرہ میں لگ سکے۔ ویسے بظاہر بہانے خواہ کوئی کچھ بھی نہ بناتا رہے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ چراغ گل کر کے کچھ دیر کے لئے دونوں کامل صبر و اطمینان سے اپنے اپنے بستر پر لیٹ جائیں اور اپنے اپنے خیالات کو چکر لگانے کی پوری پوری آزادی دے کر کچھ عرصہ تک خیالی ملاقات کا لطف اٹھاتے رہیں۔

جب سب ان کی تخلیہ کی ملاقات کا تماشہ دیکھنے کی طرف سے مایوس ہوکر اپنے اپنے بستروں پر سو جائیں تب دولہا آہستہ سے اُٹھ کر دولہن کے بستر پر جائے اور کمال محبت و الفت سے اس کی مزاج پرسی کرتا ہوا اسے اپنے سچے پیار اور دلی پریم کا یقین دلائے اور اس کے لوح دل پر یہ نقش کرنے کی کوشش کرے کہ اس گھر میں کم از کم وہ اس کا سچا ہمدرد و غم گسار ہے جو اسے کسی طرح بھی کوئی تکلیف نہ ہونے دے گا۔ اب جب کہ وہ دونوں اپنی آیندہ تمام عمر کے سکھ دُکھ کے لئے ایک دوسرے کے ہو گئے ہیں تو انہیں آپس میں کسی طرح کی بھی مغائرت و بیگانگی ہرگز نہیں رکھنی چاہیے بلکہ ہمیشہ یک جان دو قالب ہو کر رہنا چاہیے۔ تا کہ ان کی باقی عمر کامل عیش و آرام سے بسر ہو سکے کہ وہ پہلی ہی شب اپنے دولہا سے کچھ سوال و جواب کر سکے۔ لیکن دولہا کو کمال دانش مندی سے اثنائے گفتگو میں اس سے کچھ ایسے سوال کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جن کا جواب دیئے بغیر وہ بھی نہ رہ سکے اور اس طرح جب آپس میں بے تکلفی کے ساتھ سلسلہ گفتگو شروع ہو جائے تب دولہا اُٹھ کر چراغ روشن کر کے کچھ کھانے پینے کا شغل شروع کرے

اس پہلو سے بھی آہستہ آہستہ دولہن کو بے تکلف کرنے کی کوشش کرے۔ یعنی بہ اصرار اپنے ساتھ اور اپنے ہاتھ سے کھلائے پلائے اور ہم نوالہ و ہم پیالہ ہو جانے کی سعی کرے۔

ضبط سے کام لو اور غلطی سے بچو

پہلی ملاقات میں دولہا کو ہر طرح ضبط و برداشت سے کام لینا چاہیے اور کھانے پینے، بات چیت یا معمولی ہنسی مذاق کی حد سے آگے قدم بڑھانے کی ہرگز کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ نئی نویلی دولہن اکثر روزانہ زندگی کے ان معمولی کاموں کے سوا اور سب باتوں سے ناواقف ہوتی ہے ابھی اس کے لئے یہ منزل بھی کچھ کم کٹھن نہیں ہوتی کہ ایک ایسے مرد کے ساتھ جو اب تک بالکل ہی غیر رہا ہو وہ یوں بے تکلفی کے ساتھ کھانے پینے، اور ہنسنے بولنے لگے۔ لیکن یہ سب کچھ دولہا کی اپنی قابلیت اور لیاقت پر منحصر ہے کہ وہ بے تکلفی پیدا کرنے میں پہلی رات کتنی کچھ کامیابی حاصل کرتا ہے

اس طرح کھانے پینے، ہنسنے بولنے میں پہلی رات بڑی خوب صورتی اور دلچسپی کے ساتھ گزر جانے پر دولہن کو قدرتاً یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس دولہا جس کے پہلی ملاقات کے خیال سے بھی اس کا دل کانپ اٹھتا تھا اور دھڑکنے لگتا تھا ایک نہایت ہی خوش وہمدرد مزاج انسان ہے اور وہ اسے دنیا میں کبھی تکلیف نہ ہونے دیگا۔ یہ یقین اور اطمینان ہی عورت کی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ اس لئے ہر شخص کو پہلی شب میں یہی بہترین و مقدس ترین تحفہ اپنی رفیقۂ حیات کی نذر

کرنا چاہیے۔ اور خود اس سے کسی قسم کا کوئی بھی مطالبہ ہرگز نہ کرنا چاہیے تاکہ اس کے دل پر اس کی فیاضی و بے غرضی کا ایک کبھی نہ مٹ سکنے والا نقش قائم ہو کر عمر بھر کے لئے ایک مہر لگ جائے۔ یہی مہر مرد و عورت دونوں کیلئے تمام عمر ایک قابلِ فخر نعمت ثابت ہوگی۔

جب یہ بے تکلفی قائم ہو جائے اور دولہن کے دل میں اپنے دولہا کے لئے اتنی دلچسپی قائم ہو جائے کہ وہ اس سے کسی طرح کوئی مغائرت و بیگانگی، شرم و حیا، خوف اور ڈر محسوس کرنے کے بجائے اس کی آمد آمد اور ملاقات کے وقت کی نہایت اضطراب و بے چینی کے ساتھ منتظر رہنے لگے اور اس کی باتیں اس کے لئے شہد اور مصری سے بھی زیادہ شیریں اور امرت سے بھی زیادہ جاں بخش ہو جائیں تب موقعہ مناسب پر جنس النانی کی پیدائش و بقا کے مسئلہ پر بات چیت شروع کرے اور اس کے متعلق مفید و سبق آموز کتابوں کے مطالعہ کی طرف توجہ دلائے اور آہستہ آہستہ اسے اس امر سے آگاہ کرے کہ اب جب کہ وہ رشتہ شادی میں عمر بھر کے لئے بند ھ گئے ہیں تو ان کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے واجب التعظیم بزرگوں کی نسل کو جاری رکھنے کے لئے اولاد بھی پیدا کریں۔ کیونکہ سوائے اس کے اور کسی طریق سے بھی وہ اپنے اس متبرک فرض سے سبک دوش نہیں ہو سکتے جو ان محترم بزرگوں کا ان کی طرف واجب الادا ہے۔

اس طرح عورت کے دل میں اولاد پیدا کرنے کا دلی شوق پیدا کر کے کمال محبت سے یہ سوال اٹھایا جائے کہ وہ اپنے بچے کو کن اوصاف سے بھر پور دیکھنا پسند کرے گی اور دونوں کو اپنی فرصت و تخلیہ کا

وقت زیادہ تر ان اوصاف کے متعلق سوچنے اور انہیں اپنی ذات میں زیادہ سے زیادہ مقدار میں پیدا کرنے کی کوشش میں صرف کرنا چاہیئے۔ اور موجودہ و گذشتہ تاریخی ہستیوں میں سے ان لوگوں کی سوانح عمریاں اور جیون چرتر پڑھ پڑھ کر ان کے کارناموں کو اپنے دلوں پر نقش کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے جن کا نمونہ وہ اپنی اولاد کی صورت میں دیکھنا چاہتے ہیں اور اسی اثنار میں انہیں ایسی خوراک و غذا اور رہن سہن کے طور و طریق اختیار کر کے اپنی اس خواہش کو سر طرح مضبوط کرنا چاہیئے۔ جس سے کہ ان کی اپنی عادتوں میں نیز ان کی آئندہ اولاد میں وہ سب اوصاف بسہولت پیدا ہو سکیں۔ علاوہ اس کے اپنے پہلوٹے بچے کے لئے جو صورت و شکل وہ پسند کریں اس کے مطابق تصویر کا نقشہ بھی انہیں اپنے ذہن میں زیادہ سے زیادہ قائم کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔ اس طرح باہمی پریم اور محبت بھرے صلاح و مشورے سے ایک خاص نتیجہ پر پہنچ کر جب اس مقصد کو حاصل کرنے کا خیال ان کے دل و دماغ پر پوری طرح حاوی ہو جائے تو انہیں چند ہفتے، چند ماہ بلکہ اگر ضرورت پڑے تو چند سال بھی ان ابتدائی ضروری اور صادقانہ تیاریوں پر صرف کر دینے میں کبھی کسی طرح سے کچھ دریغ نہ کرنا چاہیئے اور پھر اس مقصد کے لئے ایک دن گربھادان کے لئے مقرر کر کے اور اس درمیانی زمانے اس کے متعلق مناسب تیاریوں میں اور بھی زیادہ سرگرمیوں کے ساتھ صرف کرنا چاہیئے

اگرچہ زمانہ حال کے شہوت پرست اور خواہشات کے غلام نوجوانوں کو میرا یہ سب بیان عملی طور پر ناممکن و محال معلوم دے گا۔ لیکن

جب وہ اپنے دل کو ہر طرح کی کینہ نفس پرستی سے بالکل آزاد کر کے ذرا اس امر حقیقت پر غور کریں گے کہ جب میاں بیوی اپنی شادی کا حقیقی مقصد لذات نفسانی کی سیری اور شہوات حیوانی کی تکمیل قرار نہ دے کر ایک انسان، نیک، پاک، تن درست، مضبوط، عالی خیال، بلند حوصلہ، روشن دماغ انسان پیدا کرنا قرار دیں گے، انہیں یہ بھی خود بخود محسوس ہونے لگے گا کہ ایک ایسا ہمہ صفت موصوف انسان پیدا کرنے کے لئے انہیں پوری پوری تیاری بھی لازمی ولابدی طور پر کرنی چاہیئے۔ اور وہ تیاری سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے دل میں اس خواہش کو زیادہ سے زیادہ پختہ اور مضبوط بنا کر اس خیال کو اپنے جسم کی رگ رگ اور ریشے ریشے نیز خون کے ذرے ذرے میں داخل ہو جانے کا موقعہ دیں۔ اور اس سے پہلے اپنی ہر ایک جسمانی یا خیالی بیماری اور کمزوری کو اپنے جسم، خیال اور دماغ سے دور کر دیں تا کہ اس بارے میں اُن کی کامیابی یقینی ہو جائے۔ اور انہیں اپنے حصول مقصد میں کسی طرح بھی ناکامی و ناکامیابی کا کوئی اندیشہ نہ رہے۔

کیونکہ جب دنیا کا کوئی معمولی سے معمولی کام بغیر مناسب تیاری اور سازوسامان کی موجودگی کے سرانجام نہیں پا سکتا تو یہ کب ممکن ہے کہ اپنی حسب خواہش وحسب منشاء اولاد بغیر کسی خاص محنت و کوشش، تپسیا و ریاضت اور تیاری و سرگرمی کے حاصل ہو جائے۔ ویسے اٹکل پچو ایسی ویسی اولاد تو آج بھی مردوں، عورتوں کے تو کیا، کتوں، بلیوں اور کیڑے مکوڑوں کے بھی پیدا ہو رہی ہے۔ لیکن وہ کیسی ہوتی ہے؟ اس کا جواب ذرا ان ننانوے فی صدی والدین سے پوچھو جو اپنی اولاد کی نافرمانیوں

غیر سعادت مندیوں، غلط کاریوں، آوارہ مزاجیوں وغیرہ وغیرہ گا رونا روتے کبھی نہیں تھکتے۔ لیکن وہ نہیں سمجھتے کہ یہ سب کچھ ہماری اپنی ہی برائیوں اور کوتہ اندیشیوں کا ہی تو پھل ہے۔ ہم نے انہیں خاص طور پر اچھا نیک اور فرماں بردار پیدا کرنے کے لیے کوشش ہی کیا کی ہے؟ جس میں ہمیں کامیابی نہیں ہوئی۔

آٹھواں باب

گربھادھان یا مباشرت و مواصلت

ان تمام ابتدائی تیاریوں کے بعد گربھادھان یعنی میاں بیوی کی مباشرت و مواصلت کا مناسب و موزوں وقت اور موقعہ آتا ہے۔ اس سے پہلے جو نوجوان اپنی جلدبازی، لاعلمی، ناسمجھی بلکہ بیوقوفی یا حماقت سے اپنی بیوی کو اپنی ساتھ اچھی طرح بے تکلف و مانوس کئے بغیر اس سے جماع کرنے سے نہیں چوکتے۔ وہ ایک طرح اگر قانونی نہیں تو اخلاقی طور پر تو ضرور ہی زنا یالجبر کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور صحیح معنوں میں ان کے اس فعل کو کسی طرح بھی جائز و مناسب نہیں کہا جا سکتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی بیوی ان کو خود غرض، مطلبی اور شہوت پرست سمجھنے لگتی ہے اور اسے اپنے شوہر کی دلی محبت و الفت، ہمدردی و غمگساری اور رضاجوئی و دلداری پر کبھی بھی اعتبار و اعتماد نہیں ہوتا اور نہ خود ہی کبھی ایسے کینہ مزاج شوہر کے ساتھ سچا پریم اور دلی محبت کر سکتی ہے۔ اور اس طرح ان دونوں کے درمیان حقیقی محبت کی ایک بے لوث زندگی شروع ہونے کے بجائے خودغرضی اور مکر و فریب کی زندگی کا ایک مکروہ دور شروع ہو جاتا ہے۔ جس میں دونوں ہی ایک دوسرے کو ٹھگ کر فریق ثانی کے حسن و جمال اور مال و دولت سے زیادہ سے زیادہ لطف و لذت اور فائدہ و منافع حاصل کرنے کی کوشش تاعمر جاری رکھتے ہیں اور سچی راحت و مسرت کبھی

نہیں پا سکتے جو ایک سور گیہ گرہست کا مقصد ہوتی ہے۔

کثرت جماع

جو مرد اس حماقت و بے وقوفی کے ساتھ ہی کثرت جماع کی کمزوری کا شکار ہونے لگتے ہیں۔ وہ اور بھی اپنے پیروں پر کلہاڑی چلا کر نہ صرف اپنی صحت و تندرستی کو تباہ و برباد کرتے ہیں بلکہ اپنی خاندانی عزت و حرمت کے لئے بھی ایک سخت خطرہ پیدا کر لیتے ہیں۔ کیونکہ اس کثرت کے باعث وہ اپنی طاقت مردمی کو بہت جلد کھو بیٹھتے ہیں۔ جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ جب دن بھر اس کے لئے مضطرب و بے قرار رہ کر جب گھر پہنچتے ہیں تو ان کی بیوی قدرتاً اس فعل کے لئے تیار نہیں ہوتی۔ مگر انہیں ایک ایک منٹ بھاری ہوتا ہے اور دس پانچ منٹ کے بوس و کنار یا جماع سے عورت کے دل میں کچھ جوش پیدا ہوتا ہے اور ... کی خواہش تیز ہونے لگتی ہے تو یہ حضرت فراغت پا چکتے ہیں جس کی وجہ سے اس کے دل کی دل ہی میں رہ جاتی ہے اور ان کی آئے دن کی خود غرضانہ بدمستی و شہوت پرستی کیونکہ عورت کی خواہشات کو کسی طرح بھی سیر نہیں کر سکتی اس لئے وہ ان سے متنفر ہو جاتی ہے اور قدرتاً اپنی نفسانی خواہشات کی سیری کے لئے یا تو دوسرے ذرائع اور وسیلے تلاش کرنے لگتی ہے اور اپنی بدچلنی اور آوارہ مزاجی سے اپنے خاندان اس کی سات پشتوں کو کلنک لگاتی یا دل ہی دل میں جل کر گھٹ کر پیش از وقت موت کی گود میں آرام پاتی ہے۔

غرضیکہ اس وقت ہندوستان کیا دنیا بھر میں جتنی شادی شدہ آوارہ مزاج اور عصمت باختہ عورتیں موجود ہیں ان سب کی آوارگی کی داستان نناوے

فی صدی حالات میں مغلوب الشہوت خاوندوں کی ناعاقبت اندیشانہ غلط کارروائیوں ہی سے شروع ہوتی ہیں۔ نیز جو نیک نہاد صاحب عصمت دیویاں گوناگوں مصیبتوں کا شکار ہو کر اپنی زندگی کے دن پورے کر رہی ہیں اور اپنی دائم المریضی کے باعث اپنے گھر والوں کے لئے وبالِ جان بن رہی ہیں وہ ان میں شمار ہو سکتی ہیں جو اپنے خاوندوں کی بدعنوانیوں پر جلتی کڑھتی ہوئی اپنی جان کو ناقابل علاج روگ لگا بیٹھتی ہیں۔

حاصل کلام جو کوتہ اندیش و ناعاقبت شناس خاوند اپنے حیوانی جذبات کے غلام ہو کر شادی کے وقت مناسب ضبط و احتیاط سے کام نہیں لیتے وہ اپنے ساتھ اپنی رفیقۂ حیات کی زندگی کو بھی تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور نالائق، ناقابل، نافرماں بردار، ناسعادت مند، بیمار اور دائم المریض اولاد پیدا کر کے عمر بھر دوزخ سے بدتر تکلیفیں اٹھاتے رہتے ہیں۔ لہذا سب لوگوں کے لئے اگر وہ عمر بھر عیش و آرام اور سکون اطمینان کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ نیز ہر طرح کے نیک اوصاف سے بھرپور تندرست اور طویل عمر اولاد کے خواہش مند ہیں تو ان کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ اوائل عمر سے ہی برہم چریہ کی عظمت و اہمیت پہچان کر اس کے قواعد و ضوابط کی پوری پوری پیروی کرتے رہیں۔ اور شادی ہونے کے بعد بھی ان اصولوں کا ٹھیک طور پر پالن کرتے ہوئے پوری پوری تیاری سے اپنی حسب منشا، نیک چلن، پاکیزہ خصلت اولاد پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

گربھادہان کیلئے مناسب دن کا تعین

اس مطلب کے لیئے مناسب و موزوں دن مقرر کرنے کے لیئے ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارے قدیم طریق طب یعنی آریو ویدا اور سنتان شاستر کے ماہرین نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ ماہواری نمودار ہونے کے بعد تیسرے یا زیادہ سے زیادہ چوتھے دن تک جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں عورت گندے خون کے نکلنے کے باعث ناپاک رہتی ہے۔ اس حالت میں اس کے ساتھ جماع کرنا مرد و عورت دونوں کے لئے گوناگوں امراض کا باعث ہوتا ہے اس لیئے اس کا کبھی خیال بھی اپنے دل میں نہ لانا چاہیئے۔ عورت کو تو قدرتاً ان دنوں اس فعل کی خواہش نہیں ہوتی۔

اس غلاظت سے پاک ہونے پر بےشک عورت کے دل میں جذبات کا ایک دریا اُمنڈ آتا ہے۔ اس وقت اگر لڑکا پیدا ہونے کی خواہش ہو تو ۶-۸-۱۰-۱۲-۱۴- اور ۱۶ دیں رات گربھادان کے لئے موزوں ہو گی۔ اور اگر لڑکی پیدا کرنے کی خواہش ہو تو ۵-۷-۹-۱۱-۱۳- اور ۱۵ دیں رات۔ لیکن ان میں سے بھی جن راتوں کو ہندو نقطۂ خیال سے چاند کی مہینے کی پورن ماشی (پورا چاند) اماوس (بالکل اندھیر رات) یا ۸-۱۲-۱۴ یا ۲۸ ویں تاریخ ہو وہ قابل پرہیز ہیں۔ ان میں مواصلت ہرگز نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ان ایام میں جو حمل ٹھہرتا ہے وہ اکثر ناقص اور ہیجڑا ہوتا ہے۔ ماسوا اس ابتدائی تاریخوں میں انتہائی کی نسبت بہتر سمجھا گیا ہے۔ یعنی لڑکے کی پیدائش

کے لئے ماہواری نمودار ہونے کے بعد ۶-۸ یا دسویں راتیں اور لڑکی کے لئے ۵-یا ساتویں راتیں زیادہ اچھی ہیں۔

اگر آج کل یورپین ڈاکٹروں کا نظریہ جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں اس سے بالکل مختلف ہے اور ان کا یہ خیال ہے کہ بچے کی جنس کا تعین کسی تاریخ یا مرد کی طاقت یا کمزوری پر مبنی نہیں۔ بلکہ عورت کے اندرون کی جنس پر مبنی ہوتا ہے اور اس کے بیضہ دانوں سے ایک مہینہ نر انڈے خارج ہوتے ہیں اور دوسرے مہینے مادہ۔ اس لئے لازماً پہلے گربھ کے وقت ان تاریخوں کا ہی خیال رکھ کر تجربہ کرنا ہوگا اور اگر ذاتی تجربے سے یہ اصول غلط بھی ثابت ہو جائے تو آئندہ موقعوں کے لئے اس کا بھی خیال رکھا جا سکتا ہے کہ کس مہینے نر انڈا خارج ہوتا ہے اور کس مہینے مادہ۔ اور اس وقت دنوں کے ساتھ ہی ساتھ مہینوں کی پابندی بھی مدنظر رکھنی چاہیے۔ تاکہ کوئی بھی غلطی ہونے کا امکان نہ رہے۔

گربادھان کے متعلق ابتدائی تیاریاں

دلی شوق و اضطراب سے روزمرہ انتظار کرنے کے بعد جب وہ مبارک دن نمودار ہو تو میاں بیوی کو نہایت امنگ اور حوصلے کے ساتھ اس دن جی کھول کر خوشی و مسرت منانی چاہیے۔ اپنے بزرگوں عزیزوں اور دوستوں کو بلا کر اس دن یگیہ رچانا چاہیے۔ اگر ہندو ہوں تو شاستروں کی ودھی پوربک ہون وغیرہ کر کے دان پن کرنا اور سب سے دعائے خیر حاصل کرنا چاہیے اور اگر دوسرے مذاہب

تعلق رکھتے ہوں تو اپنے مذہبی احکام کی پیروی کریں۔ اس کا منشا و مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ مرد، عورت دونوں کے دل میں اس وقت یکساں شوق، ولولہ، جوش اور حوصلہ ہو۔ اور بزرگوں اور عزیزوں کی دعائے خیر اور آشیرباد ہر طرح ان کے شامل حال رہے۔ کیونکہ یہ ایک امر حقیقت ہے کہ دنیا میں خیال و ارادے کی طاقت بھی ایک نہایت زبردست ہے۔ اور اس سے جتنی بھی مدد مل سکے اس سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ یہی اصول تمام مذہبی رسومات، دان، پن اور خیر و خیرات کی جڑ میں کام کرتا ہے جسے حتی الوسع کسی کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے

یگیہ کے بعد اگر ممکن ہو سکے تو کسی ودوان پنڈت سے ان تمام ویدِ منتروں کی مفصل تشریح و توضیح سن کر ان کے مدعا و منشا کو بھی اچھی طرح اپنے ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ جس سے کہ اس سنسکار میں یگیہ کرایا جاتا ہے اس سے لگ سامعین کے دلوں پر بھی یہ اچھی طرح نقش ہو جائے گا کہ ابتدائے عالم میں ہی یکم از کم اب سے لاکھوں بلکہ کروڑوں سال پہلے پرم پتا پرماتما نے ہمارے بزرگوں، رشیوں اور منیوں کے ذریعے نوع انسان کو اولاد پیدا کرنے کے متعلق کیسے کیسے اپدیش دیئے تھے۔ جنکو بھول کر آج ہم نے اپنے دوسروں کے لئے اس دنیا کو دوزخ سے بدتر بنا دیا ہے۔

گربھادہان کیلئے موزوں ترین موسم اور وقت

گربھادہان کے لئے بہترین موسم وہ ہے جب کہ نہ سردی زیادہ ہو نہ گرمی لیکن ساتھ ہی اس کے یہ بھی خیال رہے کہ وضع حمل کے دنوں میں بھی سردی یا گرمی کی شدت نہ ہو۔ کیونکہ ایسی حالت میں اہم کام خالی بیٹھ

نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح جماع کبھی خالی معدے نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ ہمیشہ ایسی حالت میں کرنا چاہیئے جب کہ وہ نہ تو بہت ہی پُر ہو اور نہ بالکل خالی ہی نیز اس کام سے فارغ ہو کر آرام کرنے اور سونے کے لیئے دونوں کو فرصت بھی کافی مل جائے۔ کیونکہ مرد و عورت دونوں کے لئے اطمینان بخش جماع ہونے کی صورت میں یہ محض قدرتی ہے کہ دونوں کو اچھی طرح نیند آئے۔ لیکن اگر کسی فریق کے جذبات حیوانی ایک مرتبہ ابھر اٹھنے کے بعد ان کے اچھی طرح ٹھنڈا پڑنے کی خاطر خواہ صورت پیدا نہ ہو تو اس کی بنیابی اضطراب بہت بڑھ جاتا ہے۔ اور طبیعت سے سکون و اطمینان نیز آنکھوں سے نیند کافور ہو جاتی ہے اور کئی کئی دن تک اس کی طبیعت بے چین و پریشان رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ کثرتِ جماع سے اپنی بیویوں کی شہوت غیر معمولی طور پر بھڑکا دیتے ہیں اور پھر کمزور ہو کر ان کی اچھی طرح تشفی نہیں کر سکتے وہ یا تو انہیں بدچلن ہونے پر مجبور کرتے ہیں یا دائم المریض بنا دیتے ہیں۔ اس لئے بہترین طریقہ یہ ہی ہے کہ اپنے جذبات پر پورا پورا ضبط رکھ کر عورت کے جذبات کو بھی نہ بھڑکایا جائے۔ اور اس طرح اپنی اور اس کی دونوں کی صحت کو اس کی پوری قدرتی شان سے قائم رکھ کر ہر طرح سے تندرست، لائق، قابل، سعادت مند اور فرمانبردار اولاد پیدا کی جائے۔

کن حالات میں گربھادھان کرنا چاہیئے

دن میں کسی حالت میں بھی نہیں، جب کہ عورت دلی طور پر رضامند نہ ہو، خوف زدہ ہو، پریشان ہو، غمگین ہو، بھوکی ہو۔ کھانا کھائے تین

گھنٹے سے کم گذرے ہوں۔ سردی سے ٹھٹھر رہی ہو، گرمی سے بے قرار ہو، تھکی ہوئی ہو، نیند میں ہو، لتے ہیں ہو، حیض سے ہو، بیمار ہو، فکرمند ہو، عمر میں اپنے سے بہت زیادہ ہو یا بہت کم ہو، نابالغ ہو غصے میں ہو، رو رہی ہو، بے ہوش ہو، دل سے محبت نہ رکھتی ہو، دشمن ہو، بے شرم ہو، بے غیرت ہو، دیوانی ہو، بے وقوف ہو، مکروہ شکل وصورت کی ہو وغیرہ وغیرہ

جب کہ مرد سفر پر جانے والا ہو، کوئی نہایت اہم کام شروع کرنے والا ہو، کسی کام سے فوراً فارغ ہو کر آیا ہو، تھکا ہوا ہو، ناراض ہو، غضب ناک ہو، سردی یا گرمی بہت محسوس کر رہا ہو، خوب کھانا کھا کر آیا ہو، بھوکا ہو، نیند میں ہو، چند ماہ میں امتحان دینے والا ہو، لڑائی پر جانے والا ہو، قریبی عرصے میں کشتی لڑنے والا ہو، بزدل ہو، بیمار ہو، کم زور ہو متفکر ہو، خوف زدہ ہو، عمر میں بہت بڑا یا چھوٹا ہو۔ دیوانہ ہو، غلیظ و مکروہ صورت کا ہو وغیرہ وغیرہ۔

کن حالات میں گربھادھان مناسب ہے

جب کہ مرد و عورت دونوں دلی رغبت، شوق، امنگ، جوش، ولولے، محبت اور الفت سے ایک دوسرے کے ساتھ مباشرت ومواصلت کے خواہاں ہوں، ہر لحاظ سے تندرست ہوں، صحت مند ہوں، تہ دل سے سعادت مند، فرماں بردار، نیک، بہادر اور ہمہ صفت موصوف اولاد کے خواہاں ہوں۔ دونوں کے دلوں میں ایک ہی قسم کے خیالات و جذبات جوش زن ہوں تاکہ دونوں کے خیالات کی یکسانیت ان کی اولاد پر

اثر انداز ہو کر ان کے مقصد و منشاء کے پورا کرنے میں ہر طرح مددگار ثابت ہو سکے۔

جماع سے پہلے

دونوں کو ہم بستر ہو کر خوب دلی شوق اور امنگ کے ساتھ بوس و کنار کرنا چاہئے۔ ایک دوسرے سے لپٹ چپٹ کر میٹھی میٹھی من لبھانے والی باتیں، چھیڑ چھاڑ اور بوسہ بازی سے اپنی آتش شوق کو تیز تر کرنا چاہئے اس وقت مرد جتنا بھی ضبط سے کام لے کر عورت کے شہوانی جذبات کو ابھارنے کی کوشش کرے گا اتنا ہی اپنے مقصد میں یعنی عورت کو اپنے سے پہلے منزل کرانے میں کامیاب ہوگا۔ اور جتنی جلد بازی و عجلت سے کام لے گا اتنا ہی ناکام، نادم اور شرمسار ہوگا۔ عورت اسے خود غرض اور مطلبی سمجھنے لگے گی۔ اور خود بھی ہر طرح اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کرے گی۔ ایسے مرد بہ آسانی عورت سے دب جاتے ہیں اور اس کے ہر حکم کو خدائی حکم سمجھنے لگتے ہیں۔ اور وہ انہیں ذلیل و ناکارہ سمجھ کر اپنی خاطر خواہ سیری نہ ہونے کی وجہ سے اوروں کی طرف متوجہ ہو کر اس کی صورت سے بھی متنفر ہو جاتی ہے اور اس سے صرف اسی وقت تک کام رکھتی ہے جب تک کہ اس کے روپیہ اور مال و دولت پر اسے عیش و عشرت کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ جو مرد صحیح معنوں میں عورت کے دل میں اپنی محبت پیدا کرنا چاہیں اور اسے اپنے قابو میں لانے کے خواہشمند ہوں وہ زیادہ سے زیادہ بوس و کنار اور مدت کے بعد جماع کریں اور اس پر یہ کبھی ظاہر نہ ہونے دیں کہ

کہ اس کے بغیر ان کی زندگی محال ہے یا اپنی شہوت پرستی کے لئے وہ اُن
کے واسطے ایک نہایت ضروری چیز ہو گئی ہے بلکہ اس کے یہ ذہن نشین
کرانے کی کوشش کراتے رہیں کہ مرد کی ہستی بھی عورت کے لئے اس سے
بھی ضروری ہے جتنی کہ عورت مرد کے لئے۔ اس لئے جب کبھی وہ جماع
کریں تو پوری طاقت اور ضبط کے ساتھ عورت کی شہوت کو برانگیختہ
کریے تاکہ اس سے منزل ہو کر انہیں ندامت اور شرمندگی نہ اُٹھانی
پڑے۔ لیکن یہ صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو کہ برہم چاری اور رتو گامی
ہو ورنہ جریان، سرعتِ انزال، احتلام، جلق وغیرہ بیماریوں کے مارے
ہوئے مرد کب اس امر پر قادر ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل کسی بھی
گھر میں مرد و عورت زیادہ عرصے تک راحت و مسرت کے ساتھ اپنی
زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ یا تو طاقت ور عورت، کمزور، شہوت پرست مرد
پر حاوی ہو کر اسے ہر وقت ناکوں چنے چبواتی رہتی ہے اور اسے اپنا
غلام بے دام بنائے رکھتی ہے۔ یا اپنی کمزوری پر کھسیانا ہو کر ظالم مرد
صرف اپنی دیدہ دلیری، بے شرمی سے مجبور و بے کس عورت پر دن
رات جوتے برساتا، لات گھونسے جماتا اور گالی گفتار کرتا رہتا ہے
ایسی حالت میں دونوں کے دلوں کب ایک دوسرے کے لئے محبت و عقیدت
باقی رہتی ہے۔ غرضیکہ گھر گھر میں ہر وقت ایک مہابھارت اور کہرام مچا
رہتا ہے۔ جس سے دونوں ہی فریق اپنی اپنی جگہ نالاں و پریشان ہیں
اس کا علاج اگر کچھ ممکن ہے تو صرف یہی کہ مرد برہم چاری اور رتو گامی
ہو۔ کیونکہ ایک برہم چاری اور رتو گامی مرد جہاں ایک طرف خود توانا و
تن درست رہ کر اپنے ہر کاروبار میں ترقی کر سکتا ہے اور تھوڑی سی دانائی

و دور اندیشی سے اپنے گرہست کے سب کام کاج نہایت ہی عمدگی اور خوش اسلوبی سے پورے کرسکتا ہے وہاں اپنے بیوی کو بھی اپنے طریق عمل سے ہر طرح اور ہمیشہ مطمئن رکھ سکتا ہے کیونکہ وہ پہلی مرتبہ کے جماع میں ہی اس کی پوری پوری تسلی کرنے کے ساتھ ہی ساتھ اسے حاملہ کر دیتا ہے جس سے اس کی تمام خواہش اچھی طرح سیر ہو کر سب شہوت ایک عرصہ دراز کے لئے ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور پھر ایک مدت تک اسے جماع سے قطعی رغبت نہیں ہوتی یعنی اس وقت تک جب تک بچہ پیدا ہو کر دودھ پینا نہیں چھوڑ دیتا۔ بلکہ اس کے بعد بھی جب تک اسے حیض آکر وا اپنی بچہ پیدا ہونے اور اسے اتنی مدت تک دودھ پلاتے رہنے کی سبب کم زوریوں کے دور ہونے پر پھر اتنی مضبوط اور کافی تندرست نہیں ہو جاتی کہ حمل اور وضع حمل کی زحمت بھوک سکے۔ ایسے محتاط، دور اندیش اور پرہیز گار رتو گامی پرش اور استری سو سال کی عمر تک بھی بوڑھے نہ ہو کر پورے آرام و آسائش سے اپنی زندگی بسر کر سکتے ہیں اور بال برہم چاری تیجسوستان پیدا کرکے اپنا جیسم سپھل کر سکتے ہیں۔ نہ کہ شہوت پرست، خواہشات کے غلام دائم المریض، ننگ انسانیت مرد و عورت جو آج کل حیوانوں سے بھی بد تر زندگی بسر کر رہے ہیں اور کیڑوں مکوڑوں سے بھی زیادہ آسانی سے موت کا شکار ہو رہے ہیں۔

عورت کی شہوت تیز کرنیکے طریقے

جیسا کہ ہم پہلے بھی اشارتاً بتا آئے ہیں، جماع سے پیشتر عورت کی خواہش کو تیز کرنے یعنی اسے جماع کے لئے تیار کرنے کے عمل کو ہی اصطلاح

ہیں "مساس" کہتے ہیں۔ عورت کو معمولی پر لپٹانے چپٹانے اور چومنے چاٹنے
کے علاوہ کئی ایسے فعل ہیں جو ٹھنڈی سے ٹھنڈی عورت جلد تیار کر دیتے
ہیں۔ مثلاً اس کے ہونٹ چوسنا، زبان چوسنا، کان کی لو چوسنا۔ چھاتیوں
کو چومنا، کان کی لو کے نیچے کی رگوں کو ملنا اور بوسہ دینا، گدی کے گڑھے
کی رگ کو دبانا اور ملنا، ہاتھوں اور پیروں کے انگوٹھوں اور ان کے برابر
انگلیوں کی درمیانی رگوں کو، نیز ہاتھوں کی انگلیوں اور انگوٹھے پاؤں کی ایڑی
سے دبانا اور رگڑنا۔ چھاتیوں کی گھنڈیوں کو مسلنا، کلٹورس یعنی عورت کی
شرم گاہ کے دانہ شہوت کو انگلی سے ملنا یا اپنے اعضائے تناسل سے
بار بار چھونا اور چھیڑنا۔

عورت کی تیاری کی علامتیں

تیاری کی حالت میں عورت کے چہرہ پر لذت ولطف سے ایک نور
سا برسنے لگتا ہے۔ اس کا چہرہ ایک شگفتہ وشاداب پھول کی مانند کھل
اٹھتا ہے، آنکھوں میں سرور چھا جاتا ہے، پتلیاں چڑھ جاتی ہیں۔ وہ آنکھیں
ملاتی ہوئی شرماتی ہے، آنکھیں چراتی ہے۔ نیز بے قرار ہو کر زور زور
سے مرد کو اپنے ساتھ لپٹانے لگتی ہے۔ سسکیاں بھرنے اور ٹھنڈی
سانس بھرنے لگتی ہے۔ یہ سب علامتیں عورت کی بے قراری، اضطراب
اور اس کی خواہش کو گویا زبان حال سے ظاہر کرتی ہیں۔ جن کو وہ اپنی
زنانہ شرم وحیا کے باعث زبان پر نہیں لاسکتی۔ یہی وہ حالت ہے جس
کی یاد عورت کو اپنا سب کچھ مرد پر قربان کر دینے کے لئے ہر وقت آمادہ و
کمر بستہ کر دیتی ہے اور جو مرد کسی عورت میں یہ حالت پیدا کرنے پر قدرت

رکھتا ہے - وہ عورت تاعمر اس کی زر خرید باندی بنی رہتی ہے اور اس پر اپنا تن من دھن اور اس سے بھی زیادہ خاندانی لاج، شرم اور عزت و حرمت تک غرضیکہ سب کچھ نثار کر دیتی ہے۔ یہی وہ جادو اور موہنی منتر ہے جس کا علاج یا اتار کسی کے پاس کوئی کبھی نہیں۔ لیکن یہ طاقت کسی بوالہوس اور شہوت پرست کو کبھی نصیب نہیں ہوتی اور اگر ہوتی بھی ہے تو وہ بوالہوسی کا خیال پیدا ہوتے ہی بہت جلد وہ اس سے محروم ہو جاتے ہیں اور پھر تاعمر اسے حاصل نہیں کر سکتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جوں جوں وہ کمزور ہوتے جاتے ہیں عورت بھی ان پر حاوی ہو کر ان کے جال سے نکلتی جاتی ہے۔ غرضیکہ صرف برہم چاری اور رتو گامی خاوند ہی اپنی بیوی کو تاعمر اپنے قابو میں رکھ کر ہمیشہ مطمئن اور خوش رکھ سکتا ہے اور صحیح معنوں میں اس کا آقا مالک اور سرتاج بنا رہ سکتا ہے دوسرا کوئی نہیں۔

قدرتی و فطرتی بہترین آسن

جب عورت جماع کے لئے اس طرح تیار ہو جائے تو مرد کو اس کے برابر اُٹھ کر اس قدرتی و فطرتی آسن سے جس کا مفصل طریق ہم نے پوشیدہ لفافہ میں بند کیا ہے، لطفِ مواصلت حاصل کرنا چاہیئے اور عورت کے دامنِ مراد کو گوہرِ آرزو سے پُر کر دینا چاہیئے۔ جماع کے لئے پلنگ کے بجائے اگر فرش زمین پر گدا بستر لگا لیا جائے تو اور بھی زیادہ لطف رہتا ہے۔

اس وقت مرد و عورت دونوں کے دلوں میں صرف ایک خواہش اور

ایک آرزو رہتی چاہیے بلکہ حتی الوسع دونوں کو مواصلت و مجامعت کی لذت و لطف کی طرف بھی کم سے کم توجہ دے کر اپنے اپنے دل میں خیال کو تقویت دینی چاہیے کہ ہم دونوں یہ فعل صرف حصول اولاد کے لئے کر رہے ہیں جو کہ بطور ایک گرہستی کے ہمارا ایک نہایت متبرک و مقدس بہترین اور اعلےٰ ترین فرض ہے۔ کیونکہ اس فرض کی ادائگی سے ہم صرف والدین ہی کی نہیں بلکہ ان تمام آباؤ اجداد یعنی ابتدائی بزرگوں اور پیش روؤں کے ایک قرض حسنہ کو ادا کر رہے۔ جن کے خاندان میں ہم پیدا ہوئے ہیں۔ اور جن سے ہم نے اپنی شادی خانہ آبادی کے ذریعہ اپنے تعلقات پیدا کئے ہیں۔ کیونکہ ان کے خاندان میں پیدا ہو کر اُن سے ہمیں جو نسلی اور پشتینی بزرگی و عظمت ورثے میں ملی ہے اس کا احسان ہم اور کسی طرح ادا نہیں کر سکتے۔ سوائے اس کے کہ ان کی اس عظمت و بزرگی کے لئے ہم بھی دنیا میں بہترین وارث پیدا کریں۔ اور جس بے لوثی پاکیزہ خیالی، ایثار نفسی اور فرشتہ خصلتی سے ہمارے والدین نے ہماری پرورش اور تعلیم و تربیت کی ہے اس سے کسی قدر زیادہ ہی ایثار و قربانی بے غرضی و سیر چشمی سے ہم اپنی اولاد کی پرورش کر کے اُنہیں تعلیم و تربیت دے کر اپنے سے بھی بہتر حالت میں چھوڑ جائیں۔ تاکہ ہمارے پوجیہ بزرگوں کی قدیم نسل جاری رہے اور ہم بدنصیب اس کارِ خیر کا خاتمہ کرنے والے نہ کہلائیں۔ کیونکہ ہم اپنے والدین کی خواہ کتنی بھی اور کیسی ہی غلامانہ فرماں برداری اور خدمت کیوں نہ کرتے رہیں ہم ان کے احسانِ بے پایاں کا ایک ذرہ بھی کبھی ادا نہیں کر سکتے۔ ان کے بارِ احسان سے سبکدوش ہونے کا ایک واحد ذریعہ جو ہمارے پوجیہ رشی منیوں ہی نے

نہیں بلکہ ہر مذہب کے رہنماؤں اور ہادیوں نے بتایا ہے وہ یہی ہے کہ ہم اپنی اولاد کو اس سے زیادہ ناز و نعمت سے پرورش کریں، جیسے کہ ہمارے والدین نے ہماری پرورش کی ہے اور اس سے زیادہ لائق و فائق بنانے کی حتی الوسع کوشش کریں جیسا کہ اُنہوں نے ہمیں بنایا ہے۔ بزرگوں کے اسی مقدس فرض کو ہمارے شاستروں نے پتری قرض یعنی بزرگوں کا قرض کہا ہے اور اس کی ادائگی کا واحد ذریعہ صرف یہی ہے کہ ہم نشکام بھاؤ سے یعنی صرف اسی پاکیزہ مقصد کو اپنے پیش نظر رکھ کر اولاد پیدا کریں اور اس کی اپنے حسب توفیق بہترین طریق پر پرورش کرتے ہوئے اُسے مناسب تعلیم و تربیت دیتے رہیں۔

نقصان دہ آسن

متذکرہ بالا آسن نہ صرف فطرتی و قدرتی ہی ہے بلکہ بہترین و مفید ترین بھی ہے۔ کیونکہ اس میں صرف مرد عورت کے اوپر رہ کر تمام محنت و طاقت کا کام یعنی حرکات جماع خود ہی سرانجام دیتا ہے اور عورت جیسا کہ اس کی جسمانی نزاکت و ساخت کا قدرتی تقاضہ ہے بالکل آرام سے نیچے تقریباً بے حس و حرکت پڑی رہتی ہے۔ یا اپنے حصول لذت کے لئے حسب ضرورت کے سے کم محنت و حرکت کرتی ہے۔ نیز اس میں مرد و عورت دونوں کا مُنہ سامنے رہ کر دونوں کی چھاتی سے چھاتی، سینے سے سینہ، لب سے لب مل کر لطف صحبت دوبالا ہوتا ہے۔

عیاش طبع اور شوقین مزاج لوگوں نے اور بھی بہت سے غیر فطرتی آسن تجویز کر رکھے ہیں۔ لیکن وہ سب کے سب کم و بیش نقصان دہ

اور مضرِ صحت ہیں۔ اس لئے ہر ایک دور اندیش اور دانا شخص کو ان سے
پرہیز کرنا چاہئے اور ہم بھی ان کا ذکر فضول سمجھ کر یہاں ان کو نظر انداز
کرتے ہیں سوائے چند ایک کے جو بہت ہی خراب اور نقصان دہ ہیں۔
تاکہ بھول کر بھی کوئی ان کا خیال اپنے دل میں نہ لائے ان میں سب سے
بدترین اور زیادہ غیر قدرتی آسن وہ ہے جس میں عورت مرد کے اوپر اگر
اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھتی ہے اور سب جماعی حرکات خود سر انجام دیتی
ہے جو زیادہ محنت طلب ہونے کی وجہ سے اس کی صحت کے سراسر نقصان
دہ ثابت ہوتی ہیں۔ مرد کے لئے یہ آسن عورت سے بھی زیادہ مضر ہے
کیونکہ اس کے عضو کا منہ اوپر کی طرف رہنے سے منی خارج ہونے میں
قدرتاً رکاوٹ اور دقت ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں اگر منی کا کوئی
قطرہ اندر رک جائے تو سخت تکلیف کا باعث ہوتا ہے اور اندر ہی اندر
پیشاب کی نالی میں سڑ کر سوزاک پیدا کر دیتا ہے۔ ماسوا اس کے اگر عورت
کی رطوبت مرد کے سوراخ میں داخل ہو جائے تو وہ اور بھی زیادہ تکلیف دہ
ہوتا ہے۔ حمل بھی اس طریقہ سے قرار پانا سخت مشکل ہے۔ کیونکہ اس طرح
قطرات منی اور ان کے ساتھ حیوانات منی ویسی سہولت سے لو براہ راست
رحم میں داخل ہو ہی نہیں سکتے جیسی سہولت سے کہ فطرتی آسن میں ممکن ہیں
کیونکہ اس صورت میں مرد کے عضو کا منہ عورت کے رحم کے منہ سے قریب تر
پہنچ کر قطرات منی براہ راست رحم کے اندر ٹپکا سکتا ہے اور اس حالت
میں مردانہ عضو جب رحم کے منہ سے ٹکراتا ہے اس وقت عورت کو ایک
لطف و لذت حاصل ہوتی ہے جو اسے بہت جلد منزل کرا دیتی ہے۔ غیر فطرتی
آسن سے عورت اس لطف سے قطعی محروم رہتی ہے۔ یہ آسن صرف وہ مرد

استعمال کرتے ہیں جو اپنی کمزوری اور پیرانہ سالی سے عورت کو مطمئن نہیں کر سکتے۔ اس وقت عورت جوش شہوت میں خود ان کے اوپر چڑھ کر ایسے دبا لیتی ہے جیسے کہ شیرنی کمزور ہرن کو۔ اور جیسے کیسے اپنی آگ بجھانے کی کوشش کرتی ہے۔

کھڑے ہو کر جماع کرنے سے ٹانگوں پر بہت زور پڑنے کی وجہ سے ٹانگوں کے نس پٹھے کمزور ہو جاتے ہیں۔ اور جماعی حرکات بھی آسانی سے نہیں ہو سکتیں۔ ایسی حالت میں فالج گرنے کا بھی اندیشہ رہتا ہے۔

بیٹھ کر نے سے عورت کی بچہ دانی کو صدمہ پہونچنے کا اندیشہ رہتا ہے غرضیکہ متذکرہ بالا قدرتی و فطرتی آسن ہی بہترین ہے اس کے سوا اور کسی آسن کا خیال تک بھی دل میں نہ لانا چاہئے۔

جماع کے بعد

جماع میں مرد کی کوشش ہمیشہ یہ ہونی چاہئے کہ عورت اس سے پہلے منزل ہو۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ مساس سے اس میں بہت مدد مل سکتی ہے۔ دوران جماع میں اگر مرد اپنے عضو کے منہ کو عورت کے رحم کے منہ سے ملا سکے تو وہ اور بھی زیادہ جلد کامیاب ہو سکتا ہے۔ اگر عضو چھوٹا ہونے کی وجہ سے اس میں سہولت نہ ہو تو اسے عورت کی کمر کے نیچے تکیہ رکھ لینا چاہئے۔ اس سے رحم کا منہ آگے بڑھ آئے گا اور وہ کسر پوری ہو جائے گی۔ اگر عورت سے منزل [illegible] پہلے مرد کو انزال ہونے لگے تو تن درست رتو گامی اور بچہ جاری [illegible] ہم [illegible]

اوپر کو سانس کھینچ کر اپنی منی کو خارج ہونے سے روک سکتا ہے۔ مگر یہ بات کمزور، شہوت پرست لوگوں کے قابو کی نہیں۔ منزل ہوتے ہوئے عورت مرد کو خوب زور سے اپنے ساتھ لپٹا لیتی ہے۔ اور آنکھ ملاتی ہوئی شرماتی ہے۔ بعض نازک مزاج عورتیں تو اس وقت فرط لذت سے بے ہوش ہو جاتی ہیں۔ مرد کو ایسی حالت میں گھبرانا نہیں چاہیے۔ بلکہ اُسے اسی حالت میں آرام کرنے دینا چاہیے۔ چند منٹ میں وہ خود ہی ہوش میں آجائے گی۔

انزال کے وقت مرد کو اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ کر نیچے کو زور لگانا چاہیے اور عورت کو خوب لپٹا لینا چاہیے۔ اور عورت کو اوپر کی طرف سانس کھینچ کر اپنی فرج کو سکوڑنے اور مرد کی منی کو اندر کھینچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ انزال ہونے پر مرد کو فوراً ہی عورت سے الگ نہ ہونا چاہیے بلکہ دو ایک منٹ تک اسی حالت میں بہ آرام رہنا چاہیے۔ بعد ازاں نہایت آہستگی سے الگ ہو کر عورت کے برابر لیٹ جائے اور عورت آٹھ دس منٹ تک ویسے ہی آرام سے چت لیٹی رہے۔ اس کے بعد دونوں اُٹھ کر ہاتھ منہ دھونے کے بعد گرم یا نیم گرم خوب کڑھا ہوا ملائی دار دودھ یا اور کوئی تقویت بخش غذا ضرور کھا لینی چاہیے تاکہ اس فعل سے پیدا ہونے والی کمزوری کسی قدر رفع ہو کر نیند اچھی طرح آئے۔ پھر دونوں اپنے اپنے بستر پر الگ الگ آرام سے سو جائیں۔

مرد و عورت کو بغیر کسی خاص ضرورت کے کبھی ایک بستر پر نہ سونا چاہیے۔ کیونکہ اس سے غیر ضروری انگیخت ہو کر طبیعت خواہ مخواہ کثرت جماع کی طرف راغب ہوتی ہے۔ اس لئے دولہا دولہن اور میاں بیوی

کے لئے الگ الگ بستر پر سونے کا انتظام ہونا چاہیئے۔ بعض خاندانوں میں یہ رسم بہت ہی بُری ہوتی ہے کہ میاں بیوی کو ایک عرصہ دراز تک ایک ہی کھاٹ پر سونے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے جس سے قدرتاً وہ کثرتِ جماع کا شکار ہو کر اپنی تن درستیوں کو تباہ کر لیتے ہیں۔ ان کے نادان اور جاہل بزرگ یہ نہیں سمجھتے کہ اس طرح ہم خود ہی اپنی اولاد کو اس قدر تباہی و بربادی کے راستے پر چلنے کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ اس لئے جو میاں بیوی صحت مند اور تندرست رہنا چاہیں۔ انہیں اس غلطی سے ضرور بچنا چاہیئے۔ بلکہ اگر ممکن ہو تو رات کو ایک کمرے میں بھی نہ سونا چاہیئے۔

حمل کی علامتیں

حمل ٹھہر جانے کی صورت میں اگلے ہی روز عورت کی طبیعت نہایت کسل مند اور گری ہوئی سی رہے گی۔ اسے اپنا جسم بھاری بھاری معلوم رہے گا۔ بہت سی نازک مزاج عورتوں کی طبیعت اگلے ہی دن سے مالش کرنے لگتی ہے یا بالعموم یہ علامت ایک دو ہفتے کے بعد نمودار ہوتی ہے۔ اور بعض تو دوسرے مہینے میں اسے محسوس کرتی ہیں۔ اگر اگلے مہینہ ماہواری بر وقت نمودار نہ ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ حمل ٹھہر گیا ہے۔ تیسرے مہینے کے آخر میں تو بچہ حمل میں حرکت بھی کرنے لگتا ہے۔ تین ماہ کے اندر اندر تو دماغ میں تیزی ہونے لگتی ہے۔ جو اصحاب لڑکے کے خواہش مند ہوں وہ صاحب ہماری سورج گن والی دوائی حمل کے تین ماہ کے اندر استعمال کریں تو یقیناً لڑکا پیدا ہوگا۔

چوتھے مہینے بچہ پاؤں نکالتا ہے آتا ہے پانچویں مہینے

بچے کی لمبائی تقریباً ایک فٹ کے قریب ہوتی ہے۔ اور وزن آدھ سیر کے قریب۔

چھٹے مہینے بال اُگنے لگتے ہیں۔ اور آنتوں میں پاخانہ جمع ہونے لگتا ہے۔

ساتویں مہینے بچے کے تمام اعضا مکمل ہو جاتے ہیں۔ کئی حالتوں میں بچہ ساتویں مہینہ ہی پیدا ہو جاتا ہے۔

آٹھویں مہینہ والا بچہ کم زندہ رہتا ہے۔ آٹھویں مہینے میں بچے کا وزن تقریباً ۲½ سیر ہوتا ہے۔

نویں مہینے بچے کی لمبائی ڈیڑھ فٹ اور وزن چار سیر کے قریب ہوتا ہے۔ اور نویں مہینے حمل مکمل۔

اس کے متعلق زیادہ تفصیل کے ساتھ ہم اپنی دوسری کتاب "ستنان شاستر" میں تحریر کر چکے ہیں مطالعہ کریں۔

نواں باب

برتھ کنٹرول یا ضبطِ تولید

آج کل ملک میں ہر طرف برتھ کنٹرول کا شور مچ رہا ہے۔ انگریزی پڑھے لکھے مرد اور عورت اور ان کی دیکھا دیکھی بے پڑھے لکھے بھی اس رَو میں بہے چلے جا رہے ہیں۔ اس تحریک کا مطلب یہ ہے کہ اولاد زیادہ پیدا نہ کی جائے اور صرف اتنی پیدا کی جائے جس کی تعلیم و تربیت اور پرورش اچھی طرح اور بہ سہولیت ہو سکے۔ یہ ایک ایسا اچھا اور پاک خیال ہے جس سے بادی النظر میں کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہر ایک معقولیت پسند اور سمجھدار انسان یہ تسلیم کرنے کو تیار ہوگا کہ جب ایک شخص کی مالی حالت ایسی ہے کہ وہ اپنا پیٹ بھی مشکل سے بھر سکتا ہے تو اس کا کیا حق ہے کہ وہ اولاد پیدا کر کے نہ صرف اپنے لئے ایک تازہ مصیبت پیدا کرے بلکہ ان بے چاروں کو بھی جنم دے کر ایک طرح سے زندہ جہنم میں ڈال دے۔ ہماری رائے میں تو ہر ایک مہذب گورنمنٹ کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ اپنے قوانین شادی کو اس طرح ترتیب دے کہ ایسا کوئی شخص شادی ہی نہ کرنے پائے جس کی اپنی گزر اوقات کی کوئی معقول صورت نہ ہو۔ اور جو اتنے کافی ذرائع نہ رکھتا ہو کہ وہ شادی کرنے کے بعد بہ آرام و آسائش اپنی اولاد کی پرورش کر سکے

اور اسے مناسب تعلیم و تربیت دے سکے۔

لیکن ہمارے ہندوستان کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے۔ یہاں مذہب کا غلط و ناقص خیال جو بدقسمتی سے ہمارے قدیم فطرتی اور قدرتی مذہب سے جو کسی زمانے میں ویدوں اور دھرم شاستروں کی پاکیزہ تعلیم پر مبنی تھا۔ آج کل بالکل مختلف ہی نہیں بلکہ متضاد اور برعکس ہو کر ہماری روزانہ کی زندگی میں کچھ ایسا رل مل گیا ہے کہ ہر مفید سے مفید اصلاح کے خلاف بھی مذہب پرست جنونیوں کو "مذہب خطرے میں ہے" کا آوازہ بلند کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے، جیسا کہ شارد ایکٹ یعنی قانون انسداد شادی بچگاں کے پاس ہونے سے موقعہ پر ہم سب دیکھ چکے ہیں۔ جس ملک میں جاہلانہ قدامت پرستی کی یہ حالت ہو اس کی بہتری و بہبودی کی کچھ امید کس طرح پر ہو سکتی ہے۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو ضبط تولید یا برتھ کنٹرول کا خیال کچھ نیا نہیں بلکہ پرانا، صدیوں ہی، ہزاروں اور لاکھوں سال پرانا ہے اسی خیال کے زیر اثر ابتدائے آفرینش میں ہمارے روشن دماغ بزرگوں رشیوں، منیوں نے وید بھگوان کے احکام کی تعمیل میں برہم چریہ پالن کرنے اور رتو گامی رہنے کے پاک اصولوں کی تلقین کی تھی جن کی پیروی میں گرہستی مردوں اور عورتوں کی تندرستی بھی خراب نہ ہونے پاتی تھی اور وہ اپنی شہوانی خواہشات پر قابو رہنے کے باعث اولاد بھی جتنی کم چاہتے تھے اتنی ہی پیدا کرتے تھے اور دس سے زیادہ لڑکے یا لڑکی پیدا کرنے کا تو شاستروں میں بھی کسی کو حکم نہ تھا۔ کیونکہ اگر حساب لگا کر دیکھا جائے تو مرد کو کم از کم ۲۵ سال کی عمر تک اور عورت کو ۱۶ سال کی عمر تک برہم چاری اور برہم چارنی رہنے کے بعد برابر

خرید دا یا زیادہ سے زیادہ ۳۰ سال گرہست کی زندگی بسر کرنے پر اوسطاً ہر
تیسرے سال بچہ پیدا ہونے کی صورت میں دس سے زیادہ بچے پیدا بھی نہیں
ہو سکتے۔ لیکن آج کل شہوت پرستی اور غلامی نفس کے زمانے میں تو بارہ
بارہ، تیرہ تیرہ سال کی نابالغ لڑکیوں اور چودہ چودہ، پندرہ سال کے
نابالغ لڑکوں کے ہی کچی کچی، کمزور اور دائم المریض اولاد پیدا ہونی شروع
ہو جاتی ہے اور وہ اندھا دھند حیوانوں سے بھی زیادہ گرے ہوئے طریق
پر شب و روز شہوت رانی کرتے ہوئے نہ صرف اپنی صحت و تندرستی کو ہی تباہ
کرتے ہیں بلکہ اپنی انسانیت اور اخلاقی پاکیزگی نیز نسلی شرافت و بزرگی کا بھی
ساتھ ہی جنازہ نکالنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔ ایک نہیں، دو نہیں
درجنوں عورتوں کو پیش از وقت مرگھٹ یا قبرستان میں پہنچا کر بوڑھے بابا کی
شیطانی ہوس پوری نہیں ہوتی اور ستر سے بہتر ہو کر بھی سفید بالوں پر خضاب
لگا لگا کر اور پوپلے منہ میں مصنوعی دانت سجا کر اپنی پوتی کی ہم عمر لڑکیوں سے بیاہ
رچاتے ہیں۔ اور ان بے چاریوں کو حرام کاری کی زندگی بسر کرنے کے لئے
مجبور کرتے ہیں۔ اور جیٹھوں، دیوروں کا گھر بھر کر اپنے نام سے ہر سال اولاد پیدا
کراتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مرتے ہوئے بھی وہ یتیموں اور لاوارث بچوں کا
ایک گچھا اس بے چاری کے سر پالنے کے چھوڑ جاتے ہیں اور ان کا خیال کر
کے خود بھی حالتِ نزع میں بڑی مشکل سے تڑپ تڑپ کر جان دیتے ہیں
آہ! کتنی بھیانک تصویر ہے۔ ان نام نہاد مذہبی دیوانوں کو جو ایسی حیوانیت سے
بھی گری ہوئی لامذہبی کی زندگی بسر کرتے ہوئے بھی ہر وقت "دھرم"، "مذہب"
دھرم، دھرم، دین دین اور ایمان ایمان کی جھوٹی رٹ لگاتے رہتے ہیں
بات بات میں آپس میں لڑنے اور فساد برپا کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں بھی

کبھی نہیں چوکتے۔ نیز اپنی شرمناک وحیا سوز غلط کاریوں سے اس طرح قوم و ملک کو برباد کر رہے ہیں۔

ایسے کوتہ اندیش، کم فہم، جاہل مطلق، شہوت پرست والدین کی نفس پرست اولاد کیا کبھی صحیح معنوں میں اس وقت تک ضبط تولید یا برتھ کنٹرول کی اہمیت کو سمجھ سکتی ہے جب تک کہ اس کے دل ودماغ پر برہم چریہ کی عظمت و بزرگی اچھی طرح نقش نہ ہو جائے اور وہ شادی کی غرض صرف نیک، پاک تندرست، صحت مند اولاد پیدا کرنا سمجھ کر سچے دل سے رتو گامی ہونے کی سرتوڑ کوشش کا تہیہ نہ کر لے۔ بغیر اس کے اگر کبھی ان کے دل ودماغ میں ضبط تولید یا برتھ کنٹرول کا خیال پیدا بھی ہوگا تو اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ غیر ممالک کی مصنوعی ایجادات کا اس مقصد کے لئے استعمال کر کر کے اپنی حرام کاری، عیاشی اور اوباشی میں اور بھی اضافہ کر لیں۔ دس سال میں تباہ ہوتے ہوئے پانچ سال میں ہی اپنا ستیاناس کر لیں اور بعض غریب و نادار کنواری لڑکیوں یا بدنصیب طاکت زدہ بیوہ عورتوں کی عصمت جو اس وقت استقرار حمل کے خوف سے کچھ محفوظ بھی ہے اس ضبط تولید اور برتھ کنٹرول کی قربان گاہ پر شہوت پرست اور غلام نفس ہاتھوں کے ذریعے اور بھی زیادہ بے رحمی کے ساتھ قربان ہوگا اور نیز بدنصیب گرہستی عورتوں کی تندرستی قدرتی جماع کے صحت بخش اثر سے محروم ہو کر اس غیر قدرتی جماع کی بدولت اور بھی بد سے بدتر ہو جائے۔ کیونکہ ضبط تولید کے ان دیسی بدیسی مؤیدوں اور حامیوں کے ان تمام بلند بانگ دعووں کے باوجود بھی مغرب کی تمام تباہ کن سائنس اب تک کوئی ایسی دوا، شیدھ (SHEATH) یا غلاف عضو تناسل یا پیسری (پردۂ رحم) تیار نہیں کر سکی۔ مرد و عورت اور بالخصوص

نازک مزاج لطیف طبع طبیعت عورتوں کے اعضائے تولید کو خصوصاً اور ان کی جسمانی صحت کو عموماً کچھ نقصان پہنچائے بغیر انہیں مردوں کی ہوس رانیوں کا آلۂ کار بننے میں مدد دے سکے۔

پرماتما نے قدرت کاملہ سے جیسا کہ ہم آلات تولید و تناسل کا مفصل ذکر کرتے ہوئے ظاہر کر چکے ہیں۔ مردانہ و زنانہ اعضائے تناسل کی ساخت ہی کچھ ایسی رکھی ہے کہ ان کا غیر قدرتی وصل خواہ کتنی مصنوعی و غیر مصنوعی احتیاط سے کیوں نہ ہو اپنا خراب اثر چھوڑے بغیر نہیں رہ سکتا۔ زنانہ شرمگاہ سے جو رطوبتیں بوقت جماع خارج ہوتی ہیں ان کا اثر مردانہ عضو پر جیسا صحت بخش پڑتا ہے ویسا ہی مفید اثر مردانہ منی کا عورت کی شرم گاہ کی اندرونی جلد پر پڑتا ہے۔ اول تو مردانہ و زنانہ عضو کے وصل و استعمال کے وقت اگر دونوں کے درمیان کوئی مصنوعی پردہ حائل ہوگا تو طرفین کو وہ حظ و لطف ہی ہرگز حاصل نہ ہوگا جو قدرتی حالت میں ہو سکتا ہے اور دوسرے دونوں کے یہ اعضائے لطیف جو قدرت نے محض بقائے نسل کے لئے بنائے ہیں اس ناجائز و نامناسب استعمال کی صورت میں ان لطیف رطوبتوں کے باہمی صحت بخش اثر سے محروم رہ کر اس غیر قدرتی جماع کے معمول کی نسبت اور بھی زیادہ نقصان برداشت کریں گے۔

اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ تمام دانشمند و دور اندیش دیتی، پتنی، میاں بیوی اور مرد عورت برہم چریہ کی عظمت و اہمیت اور برہم چاری رہنے کی بزرگی و تقدیس کو اچھی طرح سمجھ کر سچے دل سے ان پر عامل ہونے کا اپنے دل میں عہد واثق کریں اور ان ہدایات پر جو اس کے متعلق ہم گذشتہ صفحات میں قلمبند کر چکے ہیں عملی طور پر ہی سختی سے عمل کر کے ...کی

کوشش کریں۔ ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ پرم پتا پرماتما ان کی ان نیک دلانہ کوششوں کو ضرور بارآور کریں گے۔ اور نہ چند سال ہی نہیں بلکہ چند ماہ اور چند ہفتوں میں ہی اپنے آپ کو ہر پہلو سے ایک بہتر، پاکیزہ تر اور مضبوط تر انسان محسوس کرنے لگیں گے۔

دونوں میاں بیوی کے خیالات اور طرز زندگی میں یہ نیک تبدیلی پیدا ہوتے ہی ان کی صحت بھی روز بروز بہتر ہوتی جائے گی اور اس کا قدرتی اور لازمی اثر یہ ہوگا کہ جہاں ایک طرف ان کی سادہ غذا اور سادہ زندگی ہو جانے کے باعث اخراجات خانگی میں کمی ہوگی اور بالخصوص تندرستی بہتر ہو جانے کی وجہ سے معالجوں کی فیسوں اور ادویات کی قیمتوں میں غیر ضروری طور پر صرف ہونے والا سب روپیہ بچ جائے گا وہاں دوسری طرف ان کی نیک مثال سے متاثر ہو کر ان کی موجودہ اولاد ان بے شمار کمزوریوں، عیبوں اور نقصوں سے بچ جائے گی جو کہ والدین کی عادتوں میں یہ پاکیزہ تبدیلی پیدا نہ ہونے کی نہ ہونے کی صورت میں بچوں کے جسموں دلوں، دماغوں اور چال چلن میں پیدا ہوتی قدرتی لابدی تھیں اور جو اولاد اس تبدیلی کے بعد ہوگی وہ یقینی طور پر نہ صرف جسمانی تندرستی و خوب صورتی اور دلی و دماغی نقطۂ خیال سے ہی بلکہ روحانی پاکیزگی، اخلاقی بے لوثی مستقل مزاجی، سعادت مندی، فرماں برداری وغیرہ وغیرہ بے شمار صفات گوناگوں اور سب سے بڑھ کر طوالت عمر کے لحاظ سے پہلی غیر سنسکار شدہ اولاد کی نسبت بدرجہا بہتر و افضل ثابت ہوگی۔ نیز خود زن و شوہر اپنی زندگی کے آخری ایام تک بڑھاپے اور ضعیفی سے پیدا ہونے والی ان لاتعداد تکلیفوں اور مصیبتوں سے ہمیشہ محفوظ رہیں گے جو شہوانی و نفسانی زندگی بسر کرنے

والوں کی غلط کاریوں اور بدعنوانیوں کا خاص نتیجہ ہے۔

اس میں شک نہیں کہ پہلے پہل ان ہدایتوں پر جو ہم نے برہم چریہ پالن کرنے اور رتو گامی ہونے کے متعلق قلمبند کی ہیں چلنا کسی قدر مشکل اور دقت آمیز ضرور ہوگا اور کمزور طبع لوگوں سے کئی دفعہ غلطیاں و عدم خلافیاں سرزد ہوں گی لیکن ہر ایک غلطی اور کمزوری پر سچے دل سے افسوس و ندامت کا اظہار کر کے آئندہ بدعنوانیوں کے لئے نیا اور پکا عہد کیا جائے۔ اور اس غلطی یا کمزوری کو آئندہ بدعنوانیوں کے لئے صرف بہانہ ہی نہ بنایا جائے تو پرماتما ضرور تمہارے ہمت و حوصلے میں برکت دیں گے اور تمہیں اس نیک ارادے پر قائم رکھنے کی توفیق عطا کریں گے۔ کیونکہ وہ انتریامی سب کے دلوں کے گہرے سے گہرے اندرونی راز جاننے والے ہیں۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ تم اپنے گھر کی لکشمی اور گھر کی دیوی یعنی دھرم پتنی سے اس بارے میں پوری پوری مدد لو۔ بلکہ اسے یہ کتاب بار بار پڑھا یا سنا کر اس کے مشورے اور صلاح سے ہی اس کے ساتھ مل کر مشترکہ طور پر دونوں رتو گامی رہتے ہوئے زندگی بسر کرنے کا عہد کرو کیونکہ وہ تمہارے اردھانگنی یعنی نصف جسم یا بہترین و لطیف ترین نصف ہے اور یقین رکھو کہ وہ یہ عہد پورا کرنے میں تمہاری ہر طرح سے مدد کرے گی۔ بلکہ جب کبھی تم کسی ارادی کمزوری کا شکار ہونے بھی لگو گے تو وہ تمہیں گرنے سے سنبھال لے گی۔ کیونکہ وہ شکتی روپ ہونے کے باعث حقیقی معنوں میں تمہاری مجسم طاقت ہے اسے تم اپنی ذات سے الگ ہرگز نہ سمجھو اور کبھی اسے اپنی نگاہوں میں بے عزت اور بے وقعت خیال نہ کرو۔ نہ اس کے ہم جنسوں کے سامنے ہی اس کی کسی طرح توہین یا ذلت کرو۔ کیونکہ حقیقتاً اس کی عزت ہی تمہاری عزت اور اسکی

ذلت تمہاری ذلت ہے۔ تم دونوں ایک ہی روپ ہو۔ اس کے بغیر تمہاری ہستی نامکمل ہے اور تمہارے بغیر اس کی ہستی بے سود۔

اس طرح اپنی بیوی کی مدد سے برہم چاری اور رتو گامی رہنے پر تمہاری کمائی اور تمہارے روزگار میں وہ برکت ہوگی کہ پرماتما کی کرپا سے تمہیں اپنی اولاد کی مناسب پرورش اور تعلیم و تربیت میں کبھی کوئی دقت یا تکلیف نہ ہوگی اور اس لئے ضبط تولید یا برتھ کنٹرول کی تم کبھی ضرورت ہی نہ سمجھو گے۔ اور تمہارے حسب منشا آٹھ دس بچے پیدا ہو کر اپنے اوصاف حسنہ، بلند خیالی اور روشن دماغی سے تمہارے بزرگوں کے نام کو روشن کرنے والے ثابت ہوں گے۔ اگر بفرض محال تمہیں کبھی خدا نہ خواستہ ضبط تولید کی کچھ ضرورت محسوس بھی ہو تو اس کے لئے کسی نقصان دہ غیر قدرتی چیز کے استعمال کی تمہیں ضرورت ہی کیا رہے گی۔ کیونکہ تمہاری حکومت تو نفس امارہ پر قائم ہو چکی ہے اور یہ تمہارے اختیار میں ہوگا کہ اگر چاہو تو باقی تمام عمر کوئی اولاد پیدا نہ کرو اور پچھلے زمانہ کے رشی منیوں کی مانند اپنے دھرم پتنی سمیت باقی تمام عمر برہمچاری رہتے ہوئے گرہست میں ایک گرہستی کرم یوگی کے طور پر بن میں بان پرستی کی مانند گذارو اور تمہاری بیوی تمہارے گرہست یا آشرم کے ہر کام میں ایک وفادار دوست و رفیق کی مانند تمہاری ہمدم و ہمراز و مونس و غمگسار رہتی ہوئی تمہارے برہمچریہ پالن میں کسی طرح رکاوٹ ثابت نہ ہو۔

پرماتما کریں کہ تم برہمچاری اور رتو گامی رہنے کی عظمت و اہمیت کو اچھی طرح سمجھ کر اسے پورا پورا پالن کر سکو اور تمہارے اس دڑھ برت سے آتم تیاگ کی شکتی تم میں دن بدن بڑھتی ہوئی تمہاری سنتان اور سنتان کی سنتان کو تم سے بھی بڑھ کر دڑھ برتی اور آتم تیاگی بنا سکے جس سے وہ اس دکھیاری بھارت بھومی اور بدنصیب ہندو یا ہندوستانی جاتی کے (جو در حقیقت دونوں ایک ہی ہیں) سب دکھوں کا جلد سے جلد انت کر سکیں۔

دسواں باب

مردانہ بیماریاں اور اُن کا علاج

جلق | مردانہ بیماریوں میں سب سے زیادہ تباہ کار و نامراد اور سب سے زیادہ وسعت کے ساتھ نوجوانوں میں پھیلی ہوئی بیماری شاید جلق کے سوا کوئی دوسری نہ ہوگی۔ یہ برباد کن بیماری اسکولوں اور کالجوں میں ہی نہیں بلکہ کارخانوں، جیلوں، مسجدوں، مندروں، مٹھوں گرجا گھروں وغیرہ وغیرہ میں جہاں کہ مجرد مردوں یا عورتوں کو اکٹھے یا تنہا رہنے کا موقعہ ملتا ہے بکثرت پھیلی ہوئی ہے۔ اس کا نامراد مریض اپنے ہاتھوں سے اپنے پیروں پر، نہیں نہیں بلکہ تمام جسم پر۔ سر کی چوٹی سے لے کر پیروں کی انگلیوں، انگوٹھوں بلکہ ناخنوں کی آخری حد تک اور جسم کے روئیں روئیں پر کلہاڑی اور تیغ و تبر چلا چلا کر اپنی صحت و تندرستی کو ہمیشہ کے لئے تباہ و برباد کرتا رہتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی شہوانی خواہشات کی سیری اور نفس پرستی کے لئے جب کوئی اور ذریعہ موجود نہیں پاتا تو اپنے ہاتھوں سے اپنے عضوِ تناسل کو چھو چھو کر اور رگڑ رگڑ کر محض چند لمحے کے بے سود و برباد کن لذت کے لئے اپنے جوہرِ حیات کو ضائع کرتا رہتا ہے اور اس طرح اپنی صحت و تندرستی کا خود ہی دشمن بن کر اپنے ہاتھوں اس کا ستیاناس کرتا ہوا کبھی نہیں تھکتا اور اس ایک بیماری کی بدولت ہزارہا دوسری بیماریوں کا ایک نہایت آسان شکار بن جاتا ہے۔

اس بیماری کا رجحان: رغبت ایک بہت بڑی فی صدی حالات میں نسلیتی و وراثتی اثر رکھتا ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص کسی وقت اپنے عالم نوجوانی میں کچھ عرصہ بھی اس عادت کا شکار رہا ہے تو پھر خواہ وہ بعد میں سنبھل بھی کیوں نہ گیا ہو اس کے خیال و دماغ کے اثرات نہایت ہی لطیف شکل میں اس کے خون اور منی کے ذریعہ اس کی اولاد میں سرایت کر کے اس میں بھی یہ رجحان قدرتاً پیدا کر دیتے ہیں۔ اور اس کے معصوم لڑکوں اور لڑکیوں کا ہاتھ ذرا ہوش سنبھالنے پر اگر نادانستہ طور پر کبھی رات کو سوتے ہوئے یا دن کو جاگتے ہوئے وہاں جا پہنچتا ہے تو ان کی خواہش اسے چھوتے یا چھیڑتے رہنے کے لئے برابر بڑھتی جاتی ہے اور اس میں انہیں نادانستہ طور پر ہی ایک خاص لطف محسوس ہونے لگتا ہے۔ یا اگر وہ کسی اور لڑکے یا لڑکی کو کبھی یہ حرکت کرتے دیکھ لیتے ہیں تو صرف ان کی دیکھا دیکھی کچھ کہے سنے یا ورغلانے کے بغیر ہی اس کے دل میں خود بھی یہ تباہ کن حرکت کرنے کی خواہش بھڑک اٹھتی ہے اور اسے بربادی کے راستہ کی طرف شب و روز بڑھے جانے کے لئے برابر اشتعال دلاتی رہتی ہے۔

اس لئے والدین کیونکہ مردوں کی طرح بعض عورتیں بھی (اگرچہ نسبتاً بہت کم) اس مرض کا شکار ہو جاتی ہیں کبھی اس غلطی میں مبتلا رہے ہوں انہیں اپنی اولاد کے متعلق خاص طور پر محتاط رہنا چاہئے۔ لڑکیوں اور عورتوں کے متعلق اس بیماری کا سبب علیحدہ لکھا جائے گا۔ ذیل کا بیان صرف مردوں اور لڑکوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے والدین کو چاہئے کہ لڑکوں کے ذرا ہوش میں آنے پر کسی نہ کسی طرح مناسب پیرائے میں انہیں اس فعل کے خطرات و نقصانات سے اچھی طرح آگاہ کر دینا چاہیئے بشرطیکہ [illegible]

(۱) وہ ہمیشہ پاخانے کے وقت اپنے اعضائے تناسل کی اوپر کی کھال چڑھا کر سُپاری کو اچھی طرح دُھوتے اور صاف کرتے رہا کریں تاکہ زبانی رطوبت اور میل جم کر کبھی خارش نہ ہو اور اس کی وجہ سے انہیں اسے فضول چھونے، چھیڑنے کی کبھی ضرورت نہ پڑے۔ اور یہ چھونا، چھیڑنا ان میں اس عادت کو پیدا کرنے کا باعث بن سکے۔

۲۔ ہمیشہ لنگوٹ بندر ہیں تاکہ خارش نہ ہونے پائے۔

۳۔ کبھی کسی کو ننگا دیکھنے کی کوشش نہ کریں اور حتی الوسع کسی کو یہ موقعہ نہ دیں کہ انہیں ننگا دیکھ سکے۔

۴۔ اپنے عضو کو غیر ضروری طور پر کبھی نہ چھوئیں اور نہ چھیڑیں۔ کیونکہ اس طرح خارش پیدا ہو کر گندے خیالات دل میں پیدا ہونے لگتے ہیں۔

۵۔ کبھی کسی کو اپنے ساتھ لپٹنے، چمٹنے یا ہاتھا پائی اور بوسہ بازی کرنے کی اجازت نہ دیں۔ بلکہ کسی شخص کو بھی بغیر ضرورت اپنے جسم اور بالخصوص کمر سے نیچے کے حصے کو ہاتھ نہ لگانے دیں۔ اگر مالش وغیرہ کے موقعہ پر یہ ضروری بھی ہو تو تنہائی میں کبھی مالش نہ کرائیں۔

۶۔ کبھی کسی کو اپنے پاس تنہائی میں بیٹھنے کا موقعہ نہ دیں۔

۷۔ خوراک، پوشاک، خیالات، جذبات، ورزش، سونے، بیٹھنے، پڑھنے، لکھنے وغیرہ کے متعلق ان سب ہدایات کی پوری پوری پابندی کریں جن کا ذکر برہمچریہ پالن کے متعلق ہدایات میں کیا جا چکا ہے۔

جو شخص اس عادت میں مبتلا ہو اسے متذکرہ بالا تمام ہدایات پابندی کرنے سے بہ قدر جلد ممکن ہو سکے اس عادت کے پنجے سے

ہمیشہ کے لئے اس سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرنی چاہئیے۔ اور جب کبھی اس بارے میں کمزوری کا اظہار ہو تو اس پر سچے دل سے افسوس کر کے آیندہ مضبوطی کے ساتھ محتاط رہنے کا پختہ عہد کرنا چاہئیے۔ بلکہ اپنے نفس کو سزا کے طور پر دو ایک دن کا فاقہ بھی برداشت کرنا چاہئیے۔ اس سے ارادے میں بہت پختگی آکر یہ عادت آہستہ آہستہ خود بخود ہمیشہ کے لئے چھوٹ جائے گی اور پھر یا تمام تمہاری سب کمزوریوں کو دور کر کے تمہارے دل میں ایسی قوت وہمت پیدا کریں گے کہ تمہارے سامنے کوئی بھی مشکل کبھی قائم نہ رہے گی

ہمیشہ یاد رکھو کہ جلق کی علت جماع سے بھی زیادہ نقصان دہ اور تباہ کن ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم پہلے بھی کئی بار کہہ چکے ہیں۔ جماع پھر ایک قدرتی فعل ہے۔ خواہ اس کی غیر قدرتی اور غیر فطرتی کثرت انسان کے لئے کتنی بھی تباہ کن کیوں نہ ہو۔ چونکہ مرد کے عضو کی بیرونی سطح اتنی لطیف اور نازک بنائی گئی ہے۔ اس کے اندر اتنی باریک اور مہین رگیں اور نسیں پھیلی ہوئی ہیں اور وہ اپنی قدرتی ساخت کی لحاظ سے ایسی ہیں کہ عورت کی شرم گاہ اندرونی نہایت نرم اور سطح کی رگڑ کے سوا اور کسی سخت و کرخت سطح کی رگڑ کو بغیر کچھ نقصان محسوس کئے برداشت نہیں کر سکتیں۔ اس لئے جب ہتھیلی اور انگلیوں کی سخت رگڑ انہیں پہنچتی ہے تو وہ قدرتاً اس سے مخالفانہ طور پر متاثر ہو کر نقصان اٹھاتی ہیں۔ ۔۔ عورت کے ساتھ جماع کرنے سے کبھی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس سے نہ ۔۔ اور نسیں بہت جلد ڈھیلی پڑ جاتی ہیں اور ان میں پانی بھر کر انہیں پھلا دیتا ہے جس سے ان میں سے کئی ایک تو بیرونی سطح پر ابھر آتی

ہیں اور عضو میں کسی قدر کجی بھی پیدا کر دیتی ہے جو سوائے جلق کے اور کسی طرح پیدا نہیں ہوتی۔

اس علت میں پھنس جانے سے نہ صرف انسان کے جوہر حیات یعنی منی ہی کا نقصان ہوتا ہے جو کثرت جماع کی صورت میں بھی ہونا لازمی ہے بلکہ اس فعل کے لیے چونکہ اسے فریق ثانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس لیے یہ علت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ بعض کوتہ اندیش اور ناعاقبت شناس نوجوان دن میں کئی کئی مرتبہ یہ حرکت کر کے اپنی ہستی کو آپ ہی تباہ کرتے رہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انہیں جریان منی ہو کر دھات اتنی پتلی پڑ جاتی ہے کہ ہر وقت رستی رہتی ہے۔ جس کے باعث وہ تمام بیماریاں انہیں نہایت ہی سخت اور زبردست صورت میں لاحق ہو جاتی ہیں جن کا ذکر ہم کثرت جماع کے نتائج کے طور پر پہلے کر چکے ہیں۔ یعنی دل و دماغ، نظر، پھیپھڑے، گردے، مثانہ، نس، پٹھے غرضیکہ جسم کے تمام ضروری حصے کمزور پڑ کر آہستہ آہستہ انسان ہر طرح کے امراض مثلاً بخار، کھانسی، دمہ، بدہضمی، یرقان، ذیابطیس، تپ دق، فالج وغیرہ وغیرہ کا نہایت آسانی سے شکار ہو جاتا ہے۔ مقابلے اور مدافعت کی طاقت اتنی ماری جاتی ہے اور ہمت و حوصلہ اتنا پست ہو جاتا ہے کہ وہ کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ ہر واقعے اور ہر فعل کے تاریک پہلو پر ہی اس کی نظر رہتی ہے۔ جس سے اس کی ناامیدی اور مایوسی روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور طرح طرح کے خوفناک خیالات اسے ہر وقت پریشان و مضطرب رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ اُداس اور گھبرایا ہوا نظر آتا ہے۔ اسے ہر قسم کا کام

ایسی بھیانک آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گھورتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اور موت کے سوا کوئی بھی اسے اپنا ہمدم و رفیق نظر نہیں آتا۔ اسی لئے اس مرض کے مریض اکثر اپنی آخری حالت میں پہنچ کر دیوانہ ہو جاتے ہیں اور خودکشی کر کے اپنی پُر الم زندگی کا خاتمہ کر ڈالتے ہیں۔

لہٰذا کسی دانشمند، دانا اور دور اندیش نوجوان کو بھول کر بھی اس نامراد بیماری کا خیال اپنے دل میں نہ لانا چاہیے اور اس سے ایسا ہی خوف کھانا چاہیے جیسا کہ کسی زہریلی ناگن سے خواہ وہ کتنی بھی خوبصورت اور دل فریب کیوں نہ ہو۔

علاج

ابتدائی حالت میں اکثر اس علت کے لئے سوائے اس کے اور کسی بھی علاج کی ضرورت نہیں کہ اس کا شکار جلد از جلد اس فعل سے توبہ کرے اور اپنے دل و دماغ پر قابو پا کر اس کے جال سے جس قدر جلد ممکن ہو سکے نکل جائے۔ اس صورت میں معمولی طاقت بخش خوراک ہی اس کے لئے بہت مفید ہو سکتی ہے۔ کیونکہ چڑھتی جوانی میں قدرت خود ہی سب سے بڑی صحت بخش طاقت ہے۔ اور اگر ہم اس کے احکام کی ایک درجہ فرمانبرداری کی طرف راغب ہوتے ہیں تو وہ اس کا دس درجہ صلہ و معاوضہ عطا کر کے ہماری حوصلہ افزائی کرتی ہے اور ہمیں جلد اس سے آزادی بخشتی ہے۔ اس لئے جو لوگ اس موذی مرض کے پنجے سے نجات حاصل کرنے کے خواہاں ہیں انہیں اس کا خیال تک بھی اپنے دل سے قطعی طور پر دور کر کے ان ہدایات پر سچے دل سے عمل کرنا

چاہیے جو ہم بہم تجربہ گئے پالن کے بارے میں پہلے قلم بند کر چکے ہیں۔ کیونکہ اس بیماری کا بار بار خیال کرنا اور اس کے لئے فکر مند و پریشان ہونا بھی اس کے مضر اثرات کو بڑھاتا ہے اور دراصل حقیقی بیماری سے بھی زیادہ نقصان رساں ثابت ہوتا ہے

لیکن اس کی وجہ سے وہ کچھ زیادہ کمزور ہو گئے ہوں اور ان کی منی پتلی پڑ گئی ہو۔ یعنی جریانِ منی کی نامراد بیماری ان کو لاحق ہو گئی ہے تو انہیں مندرجہ ذیل نسخہ تیار کر کے استعمال کرنا اور ہر طرح نہایت سختی کے ساتھ احتیاط و پرہیز مدنظر رکھنا چاہیے۔

نسخہ نمبر ۱

ستاور ایک تولہ۔ تالمکھانہ ایک تولہ۔ کونچ بیج ایک تولہ۔ کشتہ قلعی ½ ماشہ کشتہ گئودنتی ایک تولہ۔ خوراک ۴ ماشہ صبح و شام ہمراہ دودھ۔ دودھ تازہ یا جوش دے کر ٹھنڈا کیا ہوا ہو۔ دودھ گائے کا ہو تو بہتر۔ ورنہ بکری یا بھینس کا استعمال کریں۔

نسخہ نمبر ۲

کونچ کے بیج کے چھلکے اُتار کر ۴ تولہ۔ کھانڈ ۶۰ تولہ گھی ۱۶ تولہ دو سیر دودھ میں اُبالیں۔ جب گاڑھا ہو جائے۔ یعنی کڑچھی وغیرہ کے ساتھ چپکنے لگے تو آگ سے اُتار کر اس میں مندرجہ ذیل اشیاء ملا دیں۔ جائپھل، سونٹھ، فلفل دراز، مرچ سیاہ، دارچینی، بڑی الائچی، تیج پات، لونگ، عاقرقرحا، جاوتری، تالمکھانہ، کیسر، اشٹ سٹ، ہر ایک چار تولہ اور موصلی، افیم، رس سندور، کشتہ فولاد، کشتہ ابرک ہر ایک، ایک ایک تولہ۔ صندل، نشیر، کستوری، کافور ہر ایک ڈیڑھ

ڈیڑھ ماشہ۔ خوراک ۳ ماشہ سے ۶ ماشہ تک حسبِ طاقت برداشت۔ دودھ کے ساتھ استعمال کرنا چاہیئے۔ اگر خود تیار نہ کر سکیں تو میرے دواخانے سے منگوا سکتے ہیں۔

اگر بیماری پرانی ہو گئی ہو تو فارم تشخیص امراض بھر کر مجھے بھجوا دیں میں آپ کی حالت کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد دوائی تجویز کر کے بھیج دوں گا۔

اگر عضوِ تناسل کی رگیں ابھر آئی ہوں تو شکتی طلا نمبر ا نہایت مفید ثابت ہوگا۔ اس کے استعمال سے چھالے پڑ کر نسوں کا گندہ پانی خارج ہو جائے گا۔ اور عضو کی قدرتی طاقت بحال ہو آئے گی

اگر نسیں نہ ابھری ہوں اور صرف رگیں ہی کم زور پڑ گئی ہوں۔ یعنی خیزش کم ہونے لگی ہو تو شکتی طلا نمبر ۲ نہایت فائدہ بخش ہوگا۔

احتلام

احتلام کے متعلق ہم پہلے ہی بہت کافی لکھ آئے ہیں۔ اس لئے یہاں اس کے سوا کچھ اور لکھنے کی ضرورت نہیں کہ گندہ و ناپاک خیالات و جذبات ہی احتلام کی سب سے بڑی وجہ ہیں۔ خیالی طور پر شہوت اور نفس پرستی میں الجھے ہوئے انسان کے لئے قدرت کی طرف سے یہ ایک نوٹس ہے تاکہ وہ اپنی غلط کاریوں سے باز آ جائے اس لئے اس کا بہترین یہی ہے کہ برہمچریہ پالن کرنے کے متعلق ہدایات کی زیادہ سرگرمی اور صدق دلی سے پیروی کرنے لگے۔ اور خوراک و ورزش، مطالعہ، تماشہ وغیرہ مصروفیات میں مناسب احتیاط و

پرہیز مدنظر رکھ کر اپنا وقت پاکیزہ وصحت بخش مشاغل میں صرف کرے تاکہ اس کے خیالات برانگیخت نہ ہوں اور جذبات میں ہیجان نہ آئے۔ اتنے پر بھی اگر دوا کی ضرورت محسوس ہو تو مندرجہ ذیل نسخہ نافع ثابت ہوگا۔

کشتۂ سونا کشتۂ ملی، کشتۂ فولاد، کشتہ ابرک ہر ایک تین تین ماشہ بجی ۶ ماشہ۔ سب کو ملا کر ایک ہفتہ تک کوار گندل کے رس میں کھرل کریں۔ پھر گولی بقدر تین رتی بنا دیں۔ ایک گولی پیس کر اس میں چار رتی ہر دبھینی ملا دیں۔ اور تین چار ماشہ شہد میں حل کرکے صبح وشام چاٹ لیا کریں۔ نہایت مجرب ہے۔

جریان منی

جریان منی بذات خود کوئی بیماری نہیں بلکہ درحقیقت کثرت جماع، جلق، احتلام وغیرہ کا ایک لازمی دابدی نتیجہ ہے۔ اس سے بدپرہیزی اور گندہ خیالی، فکر، پریشانی وغیرہ وغیرہ میں اضافہ ہو کر انسان کا جوہر حیات یعنی منی کمزور ہو کر پتلی پڑتی جاتی ہے اور آخرکار پاخانہ یا پیشاب کے ساتھ یا بعد میں ذرا سی بھی محنت کرنے یا زور لگانے پر یا خیالات و جذبات میں ہیجان آنے وغیرہ وغیرہ سے بلا ارادے خود بخود ہی خارج ہونے لگتی ہے۔ اس کے باعث تمام جسمانی نظام بگڑ کر بدہضمی، ضعف معدہ، ضعف دل، ضعف دماغ، ضعف بصارت، ضعف اعصاب، ضعف جگر، ضعف پھیپھڑہ، سر درد، کمر درد، گٹھیا، ہاتھ پیروں کا درد، یرقان، تلی بخار، تپ دق، لقوہ، دائمی قبض، فالج، ذیابیطس

وغیرہ وغیرہ بے شمار بیماریاں انسان کو آگھیرتی ہیں - اس لئے اس کی ابتدائی علامات کے ظاہر ہوتے ہی انسان کو سنبھل جانا چاہئے - اور برہم چریہ پالن کے متعلق ضروری ہدایات پر صدق دل عمل کرکے آئیندہ اپنی تمام زندگی خاص احتیاط و پرہیز کے ساتھ گذارنے کی کوشش کرنی چاہیئے - تاکہ وہ جریان اور اس کے تمام مہلک نتائج سے ہمیشہ محفوظ رہیں -

جریان وغیرہ امراض کے مریضوں کو یہ حقیقت کبھی نظر انداز نہیں کرنی چاہئے - کہ احتیاط و پرہیز کے ساتھ زندگی بسر کرنے پر بغیر کسی خاص دوا کے بھی محض قدرت کی مدد سے ہی اس بیماری کے جال سے نجات حاصل ہو جانی عین ممکن ہے - لیکن بغیر احتیاط و پرہیز کے خود بیمار بھی آب حیات دیکر انہیں ہرگز صحت یاب نہیں کرسکتا - اس لئے وہ خوراک، پوشاک، طریق زندگی، خیالات، جذبات، سیر و تفریح، مطالعہ محنت و مشقت وغیرہ کے متعلق مناسب ہدایات کی تعمیل و پابندی اور پیروی کو ہزار ادویات پر ترجیح دیں - اور خواہ کچھ بھی دوا استعمال کیوں نہ کرتے ہوں - پرہیز و احتیاط کی طرف سے کبھی غافل نہ ہوں - ورنہ سب علاج، وقت اور روپیہ کے ضائع کئے جانے کے سوا اور کچھ بھی ثابت نہ ہو گا

دیکھو صفحہ ۲۷۳ نسخہ نمبر ۱

اغلام یا لونڈے بازی

یہ وہ مکروہ، ناپاک اور شیطانی بیماری ہے جو انسان کی انسانیت روحانی پاکیزگی، خاندانی شرافت و عظمت، بہادری، دلاوری، ہمت،

وصابر وغیرہ وغیرہ سب ہی انسانی، روحانی اور ملکوتی (فرشتوں کے سے) صفات زائل کر کے۔ اس کی طبیعت اور مزاج میں حیوانیت، شیطانیت خباثت، رذالت، ذلالت، بزدلی، احسان فراموشی، ناحق شناسی غرضیکہ ہر ایک ذلیل و کمینہ خاصیت پیدا کر دیتی ہے۔ جو شخص اس بد ترین عادت کا شکار ہو جاتا ہے وہ موقعہ پڑنے پر اپنے باپ، سگے بھائی اور عزیز سے عزیز رشتہ دار کو بھی اپنی خود غرضی، رذالت و ذلالت کا شکار بنانے سے ہرگز نہیں چوکتا۔ کیونکہ اس کی تمام عمدہ انسانی صفات زائل ہو کر اس میں لومڑی اور بھیڑیوں کی سی خوفناک حیوانیت، بلکہ مکار درندوں کی سی اسفل ترین خاصیتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس سے وہ اپنی ناپاک ذات اور اس کی ناپاک ترین خواہشات کی سیری کے سوا اور کسی بھی متبرک سے متبرک فرض کا ذرہ بھر خیال اپنے دل میں نہیں لا سکتا اور تمام اعلیٰ و پاکیزہ صفات سے بے بہرہ ہو جاتا ہے۔

سب سے بڑا رنج و افسوس تو اس بات کا ہے کہ یہ شیطنت آمیز علت ان پاکیزہ ترین مقامات میں سب سے زیادہ پائی جاتی ہے جو ہماری آئندہ عظمت و آزادی کے گہوارے ہی نہیں بلکہ معدلت منزل ہوتے جاتے ہیں۔ اور جن کی پاکیزگی و تقدیس پر ہی ہماری آئندہ بہتری و بہبودی کی تمام امیدیں مرکوز ہیں۔ یعنی ہمارے اسکول، کالج وغیرہ درسگاہیں جہاں ہماری قومی زندگی کا سب سے زیادہ بیش قیمت و گراں بہا سرمایہ یعنی قوم کے بچے، جاتی کے لال، ملک کی آئندہ امیدیں اپنی جسمانی و دماغی نیز اخلاقی و روحانی ترقی و نشوونما کے لئے قوم کے مایۂ ناز عالموں، فاضلوں کی شاگردی میں اس لئے

داخل کرائے جاتے ہیں تاکہ وہ ان کے بہترین و پاکیزہ ترین قدرتی اوصاف کو مناسب طور پر جلد سے جلد نشوونما دے کر انہیں نہ صرف ان کی اپنی ذاتِ واحد کے لئے، نہ صرف ان کے اپنے خاندانِ واحد کے لئے بلکہ تمام ملک و قوم نہیں، نہیں تمام دنیا اور انسانیت کے لئے قابلِ فخر اور موجبِ ناز بنائیں اور عام لوگوں کی دنیا و آخرت کی منزل سدھارنے کے لئے ان کے سچے رہبر و رہنما ثابت ہوں۔

کتنے بے پایاں تاسف و شرم کا مقام ہے۔ جب کہ انہیں متبرک و مقدس درسگاہوں میں کسی نہ کسی طرح منتظمین کی بے احتیاطی یا بدریانتی کے باعث "بدنام کنندہ نکونامے چند" صورتِ مومناں و سیرتِ کافراں کے مصداق استاد بھیڑ کے لباس میں بھیڑیوں کی مانند آگھسیں۔ اور خود ہی تعلیمیت کی یارین کھیتی کو چرنے لگیں۔

ضرورت تو یہ تقاضہ کرتی ہے کہ ہر درسگاہ کے منتظم و اسناد ہی نہیں بلکہ خود گورنمنٹ بھی ایسے مکروہ اور ذلیل حیوان صفت انسانوں کو سخت سے سخت تشہیر و بدنامی کے بعد سزا کا مستوجب قرار دے کر انہیں اجازت ہرگز نہ دیں کہ وہ استادی و معلمی کے پاکیزہ ترین پیشہ کو اپنی ناپاک ہستیوں سے یوں بدنام کرتے رہیں اور کسی طرح کسی درسگاہ میں کسی ایسے ذلیل شخص کی موجودگی کو ہرگز برداشت نہ کیا جائے۔ خواہ وہ دیگر صفات میں کتنا بھی بڑھ چڑھ کر کیوں نہ ہو اور جس استاد پر بھی کبھی اس قسم کا کوئی شبہہ کیا جاسکا ہو یا الزام لگ چکا ہو اسے ہرگز اس ملازمت پر قائم نہ رہنے دیا جائے۔ تاکہ دوسرے اساتذہ

اپنے دامن عصمت کو ہر طرح بے لوث رکھنے کی کوشش کریں۔ لیکن ہوتا اکثر یہ ہے کہ منتظمین خود اور ذمہ دار ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل صاحبان ہی محض اپنی بدنامی کے جھوٹے خوف سے نہ صرف ایسے بدذات و بدچلن طلبا کو ہی اپنے دامن عاطفت میں سنبھالے رہتے ہیں بلکہ ایسے استادوں کو بھی مناسب سزا دے کر اسکول یا کالج سے خارج نہیں کرتے جو اس ناپاک فعل کے لئے شیطان کی سی شہرت حاصل کر لیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اور بھی زیادہ دلیر ہو کر اس وبا کو اور بھی زیادہ تیزی کے ساتھ پھیلاتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ آج کوئی سرکاری یا غیر سرکاری اسکول کالج حتیٰ کہ مذہبی درسگاہ تک بھی اس شرمناک غلاظت سے پاک وصاف نہیں سمجھی جا سکتی۔ اور ڈائریکٹر سررشتہ تعلیم تک کو ایسے اُستادوں کے خلاف سرکلر جاری کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ اور مختلف صوبجات کی کونسلوں میں بھی اس سوال پر غور و خوض شروع ہو گئے ہیں۔

یہ ناپاک بیماری اتنی عام ہو گئی ہے کہ اس کی زیادہ تشریح و توضیح کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ چونکہ اس میں ایک ہی جنس کے دو اشخاص فاعل و مفعول ہوتے ہیں۔ اس لئے اسے جرم خلاف فطرت یا خلاف قدرت (UNNATURAL CRIME) کہا جاتا ہے۔ اس کے فاعل اکثر اتنے خوفناک مکروہ ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنی فعلیوں کی پردہ پوشی کے لئے کبھی کبھی اپنے بدقسمت مفعولوں کو جان سے بھی مار ڈالتے ہیں جس کی وجہ سے یہ بیماری سوسائٹی اور ملک کے لئے اور بھی زیادہ ہولناک ہو گئی ہے۔ اس لئے لازمی ہے کہ نہ صرف گورنمنٹ

ہی اپنے فولادی ہاتھ سے اس کی بیخ کنی کرے ۔ بلکہ سوسائٹی اور عام رعایا بھی ہر طرح اس فعل بد کی بیخ کنی کرنے میں گورنمنٹ کا ساتھ دے اور اس جرم شنیع کے کسی بھی مجرم پر کبھی رحم کھا کر کسی صورت میں اس کی پردہ پوشی ہرگز نہ کرے ۔ بلکہ انہیں سخت سے سخت سزا دلانے میں کوشاں رہے ۔

یہ بیماری فاعل کے لئے نہ صرف اخلاقی اور دماغی طور پر ہی تباہ کن ہے بلکہ آخر میں جسمانی طور پر بھی اسے کسی قابل نہیں چھوڑتی ۔ کیونکہ اسے اپنی عورت کے ساتھ تزویج کرنے کی بالکل رغبت نہیں رہتی ۔ جس کے باعث وہ بدبخت لاولد ہی مرتا ہے یا اس کی عورت اپنی دلبستگی کے لیئے کوئی اور صورت پیدا کر کے اس کی خانہ بربادی کا موجب ہوتی ہے اور دنیا میں ہر طرح وہ ذلیل و خوار رہتا ہے ۔

صرف یہی نہیں بلکہ اس فعل کے مفعول کی حالت فاعل سے بھی زیادہ خراب ہوتی ہے ۔ رفتہ رفتہ اس کی تمام مردانہ خصلتیں اور خاصیتیں زائل ہو جاتی ہیں مگر پھر بھی مفعولیت کے ساتھ ہی ساتھ فاعل ہونے کی رغبت بھی اس میں پیدا ہو کر بڑھتی جاتی ہے ۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسے نہ تو مفعول رہے بغیر ہی چین پڑتا ہے اور نہ فاعل بنے بغیر ہی ۔ اس طرح وہ دوہری علت میں گرفتار ہو جاتا ہے ۔ بعض رئیسوں ، زمینداروں بلکہ راجاؤں ، مہاراجاؤں اور نوابوں کے متعلق بھی اس قسم کی شکایتیں سننے میں آئی ہیں جو ان کی بدنامی و بدرعبی کا کچھ کم باعث نہیں ہوتیں ۔

تمام دور اندیش والدین کو اپنے خوبصورت اور معصوم بچوں کو

اس قسم کے بد باطن لوگوں سے بچانے کی نہایت کوشش کرنی چاہئے
اور کبھی کسی مشتبہ چال چلن والے لڑکے، استاد، رشتہ دار یا ملازم
کے ساتھ انہیں تنہا نہ جانے دینا چاہئے۔ ساتھ ہی اس کے مناسب
وقت و موقعہ پر انہیں اس قسم کے تمام خطرات سے پوری طرح آگاہ
کر کے اس بارے میں ان کی ہر طرح حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔ کہ
وہ اپنی زندگی کے کسی غیر معمولی واقعہ کو ہرگز ان سے صیغۂ راز میں نہ رکھیں
اور کبھی کسی شخص کو خواہ وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو اس امر کی اجازت نہ
دیں کہ وہ ان کے جسم کو ناجائز طور پر چھو سکے۔ یا انہیں لپٹا لینے،
چپٹا لینے، چومنے، چاٹنے، سجانے، سنوارنے کے متعلق کبھی کوئی
جرأت کر سکے۔ تمام بچوں کو یہ تاکید کر دینی چاہئے کہ وہ جس شخص
کی طرف سے بھی کبھی کوئی ایسی مجرمانہ دلیری سرزد ہو وہ اول تو خود
ہی ہر ممکن طریق سے اس کو سزا دینے کی ہمت کریں۔ لیکن
اگر ایسا موقعہ نہ دیکھیں تو اپنے بزرگوں اور سرپرستوں کے ہاتھوں
اسے سزا دلانے سے کبھی نہ چوکیں۔ جو بزرگ اپنے بچوں کے سچے
خیر اندیش ہیں انہیں کبھی کسی بدنامی وغیرہ کے خیال سے خود بھی
اس بارے میں کبھی چشم پوشی اختیار نہ کرنی چاہئے اور ہر مجرم کو
پوری پوری سزا دلا کر اس کے کیفر کردار کو پہنچانا چاہئے۔ تاکہ وہ اس
غلیظ وبا کو اور زیادہ نہ پھیلا سکے۔

نامردی

بہت کم لوگ پیدائشی نامرد ہوتے ہیں۔ بلکہ شاید لاکھوں کروڑوں میں کوئی دو چار۔ ورنہ زیادہ تر لوگ ابتدائے شباب کی غلط کاریوں اور بدعنوانیوں کی سزا کے طور پر ہی اپنی قوتِ مردمی سے محروم کر دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے اسنے تناسلی اور تولیدی امراض کا آخری ڈپلومہ یا سرٹیفکیٹ ہی سمجھنا چاہیئے۔ جو برہمچریہ کے پاک راستے سے بھٹک کر اس راستے میں پڑے ہوئے انسان کو آخری درجے پر ملتا ہے۔ جب وہ قدرت کی پے در پے فہمائشوں کی پروا نہیں کرتا اور اپنی غلط کاریوں میں برابر بڑھتا ہی جاتا ہے۔ تب قدرت اسے اس تمام مردانہ طاقتوں سے محروم کر دیتی ہے اور وہ آخر کمال حسرت سے ؎

وقتِ پیری شباب کی باتیں
ایسی ہیں جیسی خواب کی باتیں

کہہ کہہ جوانی ہی میں بوڑھوں سے بدتر ہو کر یاس و ناامیدی کی مجسم تصویر بنا ہوا ٹھنڈی آہیں بھرتا رہتا ہے۔ اپنی بدقسمتی اور کوتہ اندیشی پر آنسو بہاتا رہتا ہے۔ لیکن ایسے بدنصیب لوگوں کو بھی تا وقتیکہ وہ پیدائشی نامرد ہی نہ ہوں مایوس ہونے کی چنداں ضرورت نہیں مسبب الاسباب خداوند کریم اور سرب شکتیمان پرماتما کی کرپا اور دیا پر ہمیشہ بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ اور اپنی گذشتہ [illegible] بدعنوانیوں سے سبق لیں تو [illegible] اناڑی اور اشتہاری حکیموں کی بجائے

کسی بے غرض حکیم کامل کی تلاش میں رہنا چاہیئے۔ اور ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ؎

ایسے فضل کرتے نہیں لگتی بار
نہ ہو اس سے مایوس امیدوار

جوئندہ یابندہ کے مصداق کبھی نہ کبھی کوئی بے غرض سچا معالج بھی انہیں مل ہی جاتا ہے جو ان کے حال زار پر رحم کھا کر اپنی نگاہِ کرم سے ان کے سب دُکھ دور کر دیتا ہے اور انہیں اس قابل بنا دیتا ہے کہ پھر ان کی قوت مردمی کسی قدر بحال ہو جائے اور وہ کم از کم اپنی باقی عمر برہمچاری اور ستوگامی رہ کر اپنی زندگی کا باقی ماندہ حصہ نسبتاً آرام و اطمینان سے گزار سکیں۔

پیدائشی نامردوں کا علاج اگر بالکل ہی ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ کوئی درویش کامل ہی انہیں طاقت مردمی عطا کرے تو اور بات ہے۔ اس لئے انہیں اپنی قسمت پر شاکر رہ کر صبر و شکر سے کام لینا چاہیئے اور اپنی دوسری طاقتوں کو نیک راہ میں خرچ کرنے کی کوشش میں مصروف رہنا مناسب ہے۔

سرعت انزال

یہ درحقیقت کوئی بیماری نہیں بلکہ متذکرہ بالا تمام خرابیوں کا ایک لازمی اور قدرتی نتیجہ ہے جس کی واحد وجہ یہ ہوتی ہے کہ برہمچریہ سے پتت ہو کر جب انسان کثرت جماع، جلق، اغلام وغیرہ وغیرہ غلطیوں میں پھنس جاتا ہے تو ان کی [illegible] کرتے ہوئے [illegible] لذت جماع کے

وقت اس کی ٹھہرنے کی طاقت آہستہ آہستہ کم ہوتی ہوئی آخر میں بالکل ہی غائب ہو جاتی ہے۔ گویا کہ جریان کی ابتدائی حالت کو سرعت انزال کہنا چاہیے۔ اور انتہائی حالت کو نامردی۔ سرعت انزال کے آغاز میں بھی اگر انسان سنبھل جائے اور برہم چریہ کے اصولوں کی پیروی کرتا ہوا تو گامی ہو جائے تو معمولی سے علاج سے ہی۔ لیکن پوری پوری احتیاط و پرہیز سے وہ بہت جلد اپنی حالت سنبھال سکتا ہے۔ اور اگر پھر ان غلط کاریوں میں نہ پھنس جائے تو باقی عمر نسبتاً زیادہ سکھ اور آرام کے ساتھ بسر کر سکتا ہے۔ نیز بوڑھاپے میں کچھ زیادہ تکلیف نہیں اٹھاتا۔ جو ادویات و ہدایات جریان کے لئے مفید ہوتی ہیں اکثر وہی سرعت انزال کے لئے بھی کار آمد ہیں۔ بشرطیکہ اس کا باعث معدے یا جگر کی گرمی یا غیر معمولی طور پر جائز و قدرتی جماع کی طرف سے لاپرواہی نہ ہو۔ ایسی حالت میں کسی ہوشیار و تجربہ کار معالج سے مشورہ لے کر اس کا باقاعدہ علاج کرانا چاہیے۔ جو کہ کچھ بہت زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوتا۔

آتشک

یہ مکروہ بیماری بیماری نہیں بلکہ زندہ دوزخ کی بدترین اور خوفناک ترین آگ ہے۔ جس میں ایک بدقسمت انسان کو اپنے اپنے جنم جنم کے بُرے سے بُرے پاپوں کے بدلے اسی جنم میں جیتا جاگتا جھونکا جاتا ہے۔ تاکہ وہ تمام سخت سے سخت عذاب بھگتتا رہے یہ بیماری ہمیشہ تناسلی بدکاری و بدفعلی سے دامن گیر ہوتی ہے۔

جو آوارہ مزاج لوگ اپنی پتنی برتا نیک اور شادی شدہ اور منکوحہ بیویوں کے متبرک و مقدس حقوق شادی کی کچھ پرواہ نہ کرتے ہوئے ادھر اُدھر مُنہ کالا کرتے پھرتے ہیں۔ وہی اکثر اس ناپاک بیماری کا شکار ہوتے ہیں۔

بازاری عورتیں اکثر روپیہ حاصل کرنے کی خاطر مناک ہوس میں ہر کس و ناکس کی شہوت رانی کا نشانہ بنتی رہتی ہیں۔ اس لئے کبھی نہ کبھی کوئی ایسا شخص بھی ان کے پاس جا ہی پہنچتا ہے جو خود اس دوزخ کی آگ میں جھلسا ہوا ہوتا ہے اس سے ہی یہ آگ اس عورت کے جسم میں داخل ہو کر اسے ایک جیتی جاگتی بھٹی بنا دیتی ہے اور پھر جو بھی اس کے پاس جاتا ہے اس شعلۂ دوزخ کی لپیٹ میں آئے بغیر اس کے پاس سے صحیح و سلامت نہیں آنے پاتا۔

صرف یہ ہی نہیں بلکہ یہ بدباطن لوگ بعض آوارہ نوعمر لڑکوں کے جسم میں بھی یہ زہریلا مادہ داخل کر کے ان کی عمریں بھی تباہ کر دیتے ہیں اور وہ لڑکے پھر جس جس کے تختۂ مشق بنتے ہیں سب کو اس ہیبت ناک زہر کے سپرد کرتے جاتے ہیں۔ اور اس طرح یہ مکروہ اور خوف ناک زہر ان بدچلن مردوں، عورتوں اور لڑکوں کے ذریعہ ملک میں روز بروز زیادہ تر وسعت اختیار کرتی جاتی ہے۔ اس سے بچنے کا اگر کوئی بھی ذریعہ ہے تو صرف یہ کہ ہر ایک نوجوان صدق دل سے برہم چاریہ رہنے کا برت دھارن کرے اور ہر ایک گرہستی رتو گامی رہے۔ تاکہ اس کے خاندان میں اس لاعلاج مہلک زہر کی چھوت داخل نہ ہو۔

یہ دشمن جان بیماری دوسری عام بیماریوں کی طرح صرف ایک

پہلی پشت میں اپنے شکار کو نہیں بخش دیتی بلکہ پشتہا پشت تک اس کی آئندہ نسلوں کو بھی عذاب شدید میں مبتلا رکھتا ہے۔ اور خاص کوششوں احتیاطوں اور طرح طرح کے پرہیزوں کے بغیر ان کا اس سے پیچھا نہیں چھوٹتا۔ اس بیماری کا سب سے زیادہ تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ اس میں عضوِ تناسل کی سپاری پر زخم پڑ کر اس میں سے خون اور پیپ نکلنے لگتی ہے جو آہستہ آہستہ تمام خون کو زہریلا کر دیتی ہے۔ اور اس کے اثر سے صرف بیرونی جلد پر ہی پھوڑا پھنسی نہیں نکلنے لگتے بلکہ اندرونی اعضا بھی متاثر ہونے لگتے ہیں اور شہوت بہت بڑھ جانے کے باعث تکلیف اور بھی بڑھ کر اس بیماری کا حلقہ روز بروز وسیع ہوتا جاتا ہے۔

یہ امر حقیقت بھی ہر ایک کو ہمیشہ اپنی نگاہوں کے سامنے رکھنا چاہیئے کہ آج کل دنیا میں جتنے کسبی کوڑھی موجود ہیں وہ یا تو خود آتشک زدہ بدنصیب ہیں جو اپنے افعالِ بد کی سزا اس ہولناک صورت میں بھگت رہے ہیں یا ایسے ہی بدقسمت و بدبخت والدین کی اولاد ہیں جو اپنے گناہوں کے ساتھ ہی ساتھ اپنے گناہگار والدین کے گناہوں کا بھی پراشچت کر رہے ہیں۔ اس لئے کبھی کسی سمجھدار انسان کو ان دوزخی گلیوں اور محلوں کے پاس سے بھی نہ گزرنا چاہیئے۔ جہاں سے اس دوزخی زہر کی وبائی ہوا ان کے کندن جیسے خوب صورت اور نرمل جسم سے چھو جانے کا احتمال ہو۔

سوزاک و قرحہ

یہ بیماری بھی آتشک سے کچھ کم تکلیف دہ نہیں۔ اس لئے اسے بھی آتشک کی بہن ہی سمجھنا چاہیے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ بھی بازاری عورتوں کی نظر التفات ہوتا ہے۔ جو لوگ بازاری عورتوں کے کوٹھوں اور کمروں کے اکثر چکر کاٹتے رہتے ہیں وہ یہ امید کبھی نہیں کرسکتے کہ وہ اپنی زندگی بھر ان بیماریوں سے محفوظ ہی رہتے رہیں گے۔ کیونکہ ایسی عورتوں میں سے ۸۰ بلکہ ۹۰ فی صدی اپنی زندگی کی چوتھائی منزل طے کرنے سے پہلے ان بیماریوں میں پھنس جاتی ہیں۔ اور ان کے بظاہر پھول جیسے خوبصورت چہرے کے پردے میں یہ زہریلے کانٹے بھی مسکن گزین ہوتے ہیں۔ اس نے بعض بدقسمت تو پہلی چوٹ میں ہی ان میں سے کسی نہ کسی مرض کا شکار ہو کر عمر بھر علاج کراتے ہی مرجاتے ہیں اور اکثر بازاری واشتہاری حکیموں کے ہاتھوں اپنی حالت بد سے بدتر بنا لیتے ہیں۔

اس بیماری میں پیشاب کی نالی کے اندر زخم ہو کر سوزش ہو جاتی ہے۔ جس سے پیشاب نہایت ہی تکلیف سے آنے لگتا ہے اور پیشاب کے ساتھ ہی ساتھ خون، پیپ اور منی بھی خارج ہونے لگتی ہے۔ اس سے ان کی کمزوری روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ پھر یہی بیماری کچھ عرصے میں پرانی ہو کر قرحہ کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اور اگر بالکل ہی لاعلاج نہیں تو بمشکل علاج پذیر تو ضرور ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کا علاج ابتدائی حالت میں ہی کسی قابل و تجربہ کار معالج سے کرانا چاہیے۔ اور ناتجربہ کار بازاری واشتہاری دوافروشوں کے جال میں پھنس کر اپنی بیماری کو ہرگز نہ بڑھایا جائے۔

بعض حالتوں میں یکایک اخراج منی رک جانے سے بھی سوزاک ہو جاتا ہے۔ لیکن ایسا بہت ہی شاذ و نادر صورتوں میں ہوتا ہے۔ اسی لئے حائضہ عورت سے نیز غیر مطمئن حالت میں یعنی جب کہ کسی اور کی مداخلت بے جا کا اندیشہ ہو جماع کرنا بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے اور عورت کو اوپر سے کر جماع کرنا یا کرانا بھی مضر کہا گیا ہے۔

آتشک اور سوزاک چونکہ دونوں نہایت سخت اور تکلیف دہ امراض ہیں۔ اس لئے ان کے نسخہ جات درج کرنے خلاف مصلحت ہیں۔ بیماروں کو ہمیشہ ان بیماریوں کے لئے علاج کے لئے بہترین معالج کے پاس جانا چاہیئے۔

گیارھواں باب

عورتوں کے تولیدی امراض و نقائص

بانجھ پن

عورتوں کے تولیدی امراض میں سب سے زیادہ اہم اور مرض بانجھ پن ہے۔ جو ایک طرح سے عورت کی زندگی کو بھی بے کار بنا دیتا ہے۔ لیکن پیدائشی نامردوں کی مانند پیدائشی بانجھ عورتیں بھی دنیا میں بہت ہی کم ہوتی ہیں اور جو ہوتی بھی ہیں وہ تقریباً لاعلاج۔ پیدائشی بانجھ لڑکی یا عورت کی سب سے پہلی اور سب سے بڑی شناخت تو یہ ہے کہ اسے ماہواری ہی نہیں آتے۔ اور اگر آتے بھی ہیں تو بہت کم۔ یا اس کے رحم یعنی بچہ دانی میں کوئی ایسا نقص ہوتا ہے جو کسی طرح ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جس عورت کو ماہواری باقاعدہ آتے ہوں لیکن حمل نہ ٹھہرتا ہو۔ اسے ویسے ہی بانجھ نہ سمجھ لینا چاہئے۔ بلکہ کسی ہوشیار لیڈی ڈاکٹروں کو دکھا کر اُنکی رائے دریافت کرنی چاہئے۔ پھر اگر اس کے رحم میں کوئی قابل علاج خرابی ہو تو اس کا علاج یا آپریشن کرانے میں کسی طرح بھی کوئی پس و پیش نہ کرنا چاہئے۔

لیکن بہت سی عورتیں بلا وجہ ہی بانجھ مشہور ہو جاتی ہیں۔ عیب

درحقیقت مرد میں ہوتا ہے مگر بیچاری عورت بانجھ سمجھی جانے لگتی ہے اس لئے اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ مرد و عورت دونوں ہی قابل ڈاکٹروں اور طبیبوں سے اپنا معائنہ کرا کے پہلے ان سے یہ فتویٰ حاصل کریں کہ نقص کس میں ہے۔ مرد میں یا عورت میں۔ پھر جس میں جو نقص یا بیماری ہو اسے دور کرانے کی باقاعدہ کوشش کریں۔

بانجھپن کی دیگر وجوہات

زنانہ جلق

پیدائشی بانجھپن کے علاوہ کئی دیگر وجوہات سے بھی عورتوں میں یہ عیب پیدا ہو جاتا ہے۔ جن میں سے پہلی وجہ تو زنانہ جلق ہے۔ جس طرح مرد اور لڑکے جلق سے اپنی قوت مردمی کا ستیاناس کر بیٹھتے ہیں۔ اسی طرح لڑکیاں اور عورتیں بھی اس نامراد بیماری میں مبتلا ہو کر اپنی زنانہ قوت تولید کھو بیٹھتی ہیں۔ اور بانجھ ہو جاتی ہیں۔ اس ہوشیار ماؤں اور بہنوں کو اپنی بیٹیوں اور چھوٹی بہنوں پر خاص نظر رکھنی چاہئے۔ اور ان کے ہوش سنبھالتے ہی انہیں اس قسم کی سب جھنجٹوں سے آہستہ آہستہ آگاہ کر دینا چاہئے۔ تاکہ وہ ہمیشہ ان سے بچتی رہیں اور کسی آوارہ مزاج عورت یا لڑکی کی دیکھا دیکھی ان میں آسانی سے نہ پھنس جائیں۔

خلاف وضع فطرت نتیجہ

جس طرح مردوں میں بعض شیطان سیرت خبیث مرد نوجوان لڑکیوں کو اغلام کی علت میں پھنسا کر دنیا سے کھو دیتے ہیں اسی

طرح بعض ڈائن اور چڑیل عورتیں ناتجربہ کار اور بھولی بھالی لڑکیوں کو اپنے حظ نفس کے لئے زنانہ خلاف فطرت فعل کی مکروہ علت میں ڈال دیتی ہیں۔ جس کا آخری نتیجہ بانجھ پن کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن چونکہ یہ دونوں متذکرہ بالا بداعمالیاں زنانہ حلقوں میں ابھی بہت ہی کم ہیں۔ اس لئے ان کا چرچا اور ذکر بھی فضول ہے۔ البتہ بہ نظر احتیاط ہوشیار ماؤں اور بہنوں کو اپنی نوجوان بیٹیوں اور بہنوں کو یہ ضرور سمجھا دینا چاہئے کہ انہیں کسی حالت میں بھی اپنے اندام کے ساتھ کوئی فضول چھیڑ چھاڑ روا نہ رکھنی چاہئے۔ اور اس میں انگلی وغیرہ نہ تو خود ہی داخل کرنی چاہئے اور نہ کسی اور کو ہی یہ اجازت دینی چاہئے۔ تاوقتیکہ کسی اشد ضرورت یا بیماری کے باعث کسی تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر یا دائی کو ہی دکھانے کی ضرورت نہ پڑے۔ دو نوجوان لڑکیوں یا عورتوں کا زیادہ دیر تخلیہ میں رہنا، اکٹھے سونا، لپٹنا، چپٹنا وغیرہ وغیرہ افعال بھی ویسے ہی شہوت انگیز و نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں جیسے کہ دو نوجوان لڑکوں یا مردوں کے۔ اس لئے اس کا بھی انہیں کبھی کسی کو موقعہ نہ دینا چاہئے۔ اور ہمیشہ ایسے بد طینت و بد باطن عورتوں سے بچتے بچاتے رہنا چاہئے۔

رحم میں کوئی خرابی پیدا ہو جانا

اکثر وجہ بانجھ پن کی بہت عام ہوتی ہے کہ عورت کے رحم میں کسی طرح کی کوئی خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہر ایک عورت کے بانجھ ہونے کا خیال ہوتے سب سے پہلے کسی ہوشیار

والی یا لیڈی ڈاکٹر کو دکھلا کر یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ اس کا رحم اپنی ٹھیک جگہ پر ہے یا نہیں۔ اگر اس میں کوئی قابل علاج نقص ہو تو اسے جلد سے جلد دور کرانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اور اس میں کسی طرح سے بھی کوئی تساہل روا رکھنا مناسب نہیں۔ اگر اس کی تندرستی کے بعد مرد و عورت دونوں کے مناسب احتیاط و پرہیز سے رہتے ہوئے سال دو سال تک قیام حمل نہ ہو تو اور معالجے کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

اسقاط حمل

:: بیماری اکثر ایام حمل کی بے احتیاطیوں اور بد پرہیزیوں سے لاحق ہوتی ہے اور ایک مرتبہ اسقاط ہو جانے پر اکثر بار بار ہونے لگتا ہے۔ اس کے متعلق تفصیل کے ساتھ ہم اپنی دوسری کتاب میں تحریر کریں گے۔ یہاں صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ایام حمل میں عورتوں کو نہایت احتیاط و پرہیز کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ جماع اور مواصلت تو درکنار کبھی شہوانی خیالات تک اپنے دل میں نہ لانا چاہیئے اور جو عورتیں ایک مرتبہ اسقاط کی زحمت میں مبتلا ہو چکی ہوں انہیں تو اس بارے میں خاص طور پر محتاط رہنا چاہیئے۔ اچھلنے، کودنے دوڑنے، بوجھ اٹھانے، سخت محنت و مشقت کرنے، جلاب لینے سخت گرم ادویات لینے یا خوراک کھانے وغیرہ وغیرہ سے ہمیشہ پرہیز رکھنا چاہیئے۔ اور جس مہینے میں پہلا اسقاط ہوا ہو اس کے قریب تو ضرور کسی تجربہ کار معالج سے مشورہ لے کر اس کی ہدایت کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔

جریان الرحم یا لیکوریا

جس طرح آج کل مردوں میں جریان کی بیماری بہت عام ہے اسی طرح اتنی بلکہ ۷۰ فی صدی عورتیں جریان الرحم یا لیکوریا کی نامراد بیماری میں کم وبیش مبتلا ہیں۔ یہ بھی حد سے بڑھی ہوئی حالتوں میں اسقاط اور بانجھ پن کا باعث ہو جاتی ہے۔ اس بیماری میں عورتوں کے اندام نہانی سے اس کی گراں بہا طاقت اور رطوبتوں کا شروع شروع میں پیشاب کے بعد اور زیادہ ترقی یافتہ حالات میں ہر وقت اخراج ہونے لگتا ہے جس سے عورت دن بدن کمزور ہوتی چلی جاتی ہے کوئی دوا یا خوراک اس پر اثر کرتی دکھائی نہیں دیتی۔ اس کے خوب صورت چہرے کا رنگ روپ سب اڑ جاتا ہے۔ کمر میں، پنڈلیوں میں اور سر میں درد رہتا ہے طبیعت گری گری سی اور چہرہ اداس بے رونق رہتا ہے۔ خوشی اور بشاشت سب کافور ہو جاتی ہے۔ آہستہ آہستہ اور بھی بے شمار روگ جن کا ذکر ہم مردوں کی بیماری جریان کے بیان میں کر آئے ہیں۔ اپنے اس بد قسمت شکار کو آگھیرتے ہیں۔ اس لئے اس کی طرف سے کبھی لاپرواہ نہ رہنا چاہئے اور شروع میں ہی لگ کر اس کا علاج کرنا چاہئے۔ تاکہ پرانی پڑ کر یہ بیماری زیادہ تکلیف دہ ثابت نہ ہو۔ سپاری پاک اس کی ایک مشہور آیورویدک دوا ہے۔ اگر نسخہ خود بنانا چاہیں تو بذریعہ خط وکتابت مجھ سے دریافت کر سکتے ہیں۔ ہمارے کارخانے میں بھی یہ دوا مکمل نسخے کے عین مطابق تیار کردہ ہر وقت مل سکتی ہے جو صاحب تیار کرانے کی زحمت سے بچنا

چاہیں وہ ہم سے بہ خوشی منگا سکتے ہیں۔

حیض کے نقائص بیقاعدگی

یہ بھی ایک نہایت عام شکایت ہے جو اکثر حالات میں بانجھ پن کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے حیض کے ٹھیک مقررہ وقت پر نہایت احتیاط سے نظر رکھنی چاہیئے۔ اور اس میں ذرا سی بھی بے قاعدگی ہونے پر اس کے علاج کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ حیض کے متعلق جملہ ہدایات، احتیاطیں اور پرہیز ہم پہلے ہی قلم بند کر چکے ہیں۔ یہاں صرف اتنا ہی دوہرا دینا کافی ہے کہ حیض کے خون کا رنگ کسی قدر سیاہی مائل گہرا سرخ ہوتا ہے۔ اس رنگ میں جتنی بھی سیاہی زیادہ ہو اتنا ہی ناقص ہے۔ اور اس کا بہت گاڑھا یا لوتھڑے دار ہونا بھی خرابی کی علامت ہے۔ دھونے پر اس کا دھبہ نہایت آسانی سے اُڑ جاتا ہے اور کپڑے پر نہیں جمتا۔

حالتِ صحت میں حیض گھڑی جیسی باقاعدگی کے ساتھ ٹھیک وقت پر بغیر کسی ابتدائی تکلیف یا بہت کم تکلیف سے آتا ہے۔ جتنی اس میں تکلیف زیادہ ہو اتنی ہی خرابی سمجھنا چاہیئے۔ پورے ۲۸ دن یا زیادہ سے زیادہ ۳۰ دن کے اندر اندر حیض باقاعدہ طور سے آتا رہنا چاہیئے۔ میعاد میں اس سے زائد کمی بیشی بھی بیماری کی علامت ہے۔

مقدار کے لحاظ سے نہ تو حیض بہت زیادہ ہی آنا چاہیئے اور نہ بہت کم ہی۔ تندرست حالت کی نسبت ہمیں یا کمیں ہونا چنداں

...ا بہر حال ... برسایہ ہو
...ے معمولی پرہیز اور دیگر مناسب
آ سکتے ہیں مقدار ٹھیک نہ ہو اور یہ ...
... پیدا ہی نہیں کرنی چاہیے اور فوراً

...ا یا نہیں ... یہ
اس لئے ... ماہ کے اندر
احتیاط ... جن کا ذکر
بڑھ جائے یا کم ہو تو چلی جائے
اس کے علاج ... ہونا
ایام حیض کی ...
کسی صورت میں نہیں ...
بھی بیماری ہی خیال ...

...ز سے کم اور پانچ روز سے زیادہ
... ۔ اس میں اگر کچھ کمی بیشی ہو تو اسے
... اور علاج کی طرف فوراً توجہ دینی
چاہیے ۔ کیونکہ حیض کی باقاعدگی پر ہی ہر عورت کی صحت و تندرستی
کا انحصار ہے ۔ اور اس کی بے قاعدگی گوناگوں بیماریوں کا پیش خیمہ
ہوتی ہے ۔ اس لئے اس کے متعلق بہت محتاط رہنے کی ضرورت
ہے ۔ اور اس کے علاج میں ہمیشہ کسی تجربہ کار معالج یا لیڈی ڈاکٹر
سے مشورہ کرنا چاہیے ۔ عطائی نسخوں پر بھروسہ کرنا سخت غلطی ہے
چالیس سال کی عمر میں حیض خود بخود بند ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ
ہی عورت ... حاملہ ہونے کی قوت بھی ماری جاتی ہے

ہسٹیریا

... بیماری کی جڑ ایام حیض کی خرابی ہی ہوتی ہے ۔ اس
مریضہ کبھی ہنستی ہے ، کبھی روتی ہے ، کبھی گاتی ہے ، کبھی ناچتی
... بھی اداس ہو جاتی ہے ۔ کبھی بے ہوش ہو کر طرح طرح کی بکواس
کرنے لگتی ہے ۔ ... اسباب ... بابت
... اس لئے بیماری ...

پریٹ … جھاڑ … بعض اطبا جب

مطلق تو عورت کی ان حرکتوں … ے باعث کرتی ہے

اس کا مکر وفریب خیال کرکے … رتے بھی انہیں چھوڑ دیتے لیکن

یہ ان کی سب سے بڑی غلطی … کے علاج کے لئے انہیں

کسی سمجھدار اور تجربہ کار معالج کی طرف … کرنا چاہیئے۔ اور انہیں

اپنی رفیقۂ حیات پر بے وجہ … رکھنا چاہیئے اور

کے علاج کی طرف سے غافل ہو کر … ب پر ہی بھروسہ کرکے

اس کی جان کو خطرے میں ڈالنا چا…

کویراج شری چندر وید، چاندنی چوک دہلی

ماہر معالج زنانہ و مردانہ پوشیدہ امراض